سرسید احمد خاں

کا

سفرنامہ مسافرانِ لندن

سرسید اکیڈمی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

www.taemeernews.com

سرسید احمد خاں

کا

سفرنامہ مسافرانِ لندن

مرتبہ

مولوی اسماعیل پانی پتی

طبع ثانی ۲۰۰۹ء

سرسید اکیڈمی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

(C)

سرسید اکیڈمی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قیمت :

تعداد : ۳۰۰

سنہ اشاعت : ۲۰۰۹ء

ملنے کے پتہ

پبلیکیشنز ڈویژن

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

www.taemeernews.com

پیغام

علی گڑھ تحریک مقامی یا علاقائی تحریک نہیں تھی بلکہ یہ تمام اہل ہندوستان عموماً ہندوؤں اور خصوصاً مسلمانوں کے سماجی اور تعلیمی سدھار اور ترقی کے لئے وجود میں آئی تھی۔ سرسید نے صرف مسلمانوں کی سماجی اور تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے اپنی توجہ زیادہ تر ان ہی پر مذکور کی جس کی کمی سے مسلمان سب سے نیچی سطح تک پہونچ گئے تھے۔ اکیلا انسان انکے وسیع پلان کو پورا نہیں کرسکتا تھا اس کے لئے ان کو ہندوستان کے لوگوں کا تعاون اور مالی امداد درکار تھی۔ اسکے لئے انھوں نے سفر انگلستان کیا تا کہ وہ وہاں کے تعلیمی اور سماجی ترقی دیکھ سکیں اور لوگوں کو انگلستان کی صنعتی ترقی بتائیں۔

انگلش قوم کی ترقی دیکھ کر وہ متاثر ہوئے اور وہ چاہتے تھے کہ اہل ہندوستان بھی اسکی پیروی کریں۔ انھوں نے آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی جا کر وہاں کے نظام تعلیم کو دیکھا تا کہ وہ ہندوستان پہونچکر اپنے ملک کی ضرورت کے لحاظ سے یہاں بھی ویسا ہی نظام تعلیم رائج کریں۔ وہ قریب ۱۷ ماہ انگلستان میں رہ کر اور سماجی سدھار اور ایک یونیورسٹی کے قیام کا پلان بنا کر ہندوستان واپس ہوئے۔

VICE-CHANCELLOR'S MESSAGE

The Aligarh Movement was not a local or regional movement. It was an All India Movement for the social and educational development of the Muslims of India in particular and Hindus in general. Sir Syed talked of Muslims only because of their socio-educational backwardness, which had relegated them to the lowest ebb. A single man cannot undertake such a huge plan as he had thought. It needed the cooperation of the people of India and a huge amount of money. For this Sir Syed took a voyage to London to study the socio educational development of the English Nation and to tell the people about the industrial development of the ruling nation.

Seeing the vast development of the English people he was highly impressed and wanted Indians to follow them. He visited the Universities of

www.taemeernews.com

Oxford and Cambridge to study and introduce the same system in accordance with his own environment in India. He stayed in London for about 17 months and came back to India with a huge plan comprising of social reforms and foundation of a University for Muslims of India.

Social and educational problems of Muslim were inter-connected. One cannot be taken in the absence of the other. Therefore Sir Syed took both of them together. While he was talking of the social reforms among the Muslims he had also been talking of the western education and its implications and vice-versa. Through his Aligarh Institute Gazette he disseminated the message of Anglo Mohammedan relations and through Tahzeeb-ul-Akhlaq he talked of the necessity and usefulness of social reforms among the Muslims.

Sir Syed's visit to Europe was a great task. Days of

مسلمانوں کے سماجی اور تعلیمی مسائل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے اور ایک کی اصلاح دوسرے کو نظر انداز کر کے نہیں ہو سکتی تھی اس لئے سرسید نے دونوں کی اصلاح کا بیڑہ ایک ساتھ اُٹھایا جب وہ مسلمانوں میں سماجی اصلاح کی بات کرتے تو ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں مغربی علوم کے فروغ کی بھی بات کرتے تھے اور ایک دوسرے کے اثرات کا بھی جائزہ لیتے تھے۔ انھوں نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ کے استوار کرنے کی کوشش کی اور تہذیب الاخلاق کے ذریعہ مسلمانوں میں سوشل ریفارم اور اسکی اہمیت کا پیغام بھی ان کو دیا۔

سرسید کا سفر انگلستان ایک بڑا کارنامہ تھا۔ امیری کے دن ختم ہو گئے تھے اور سرسید کی حیثیت اب صرف برطانیہ سرکار کے ایک مخلص خادم کی ہو کر رہ گئی تھی۔ انھوں نے اپنے دوستوں سے قرض لیا اور اپنی جائداد کو ایک بڑی رقم سود پر (۱۴ روپیہ فیصد) گرویں رکھ کر وہ انگلینڈ روانہ ہوئے۔ انگلینڈ میں تمام چیزوں کا مطالعہ کرنے کے بعد جس کی مسلم معاشرے کو سخت ضرورت تھی وہ بڑی امیدوں سے علی گڑھ واپس آئے اور ۱۸۷۵ء میں انھوں نے ایک بہت ہی چھوٹا مدرسہ (اسکول) قائم کیا یہی مدرسہ ۱۸۷۷ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں تبدیل ہوا اور

www.taemeernews.com

aristocracy had vanished and he was reduced to the position of a humble servant of the British Empire.He loaned money from his friends and mortgaged his property on a very high rate of interest (14%) and proceeded to England. After having studied in England what he needed for the development of Muslim education, he returned to India with high hopes and plans and took a start with the foundation of a small Madarsa in 1875 at Aligarh. Thus the tiny School becamse a full fledged College- the Mohammedan Anglo-Oriental College in 1877 and developed into the Aligarh Muslim University in 1920. The way he collected money and strengthened the movement shows how firm he was in his plans.

Prof. P. K. Abdul Azis
Ph.D., D.Sc.
Vice-Chancellor,
Aligarh Muslim University,
Aligarh.
Date: 23/03/2009

ترقی کی منازل طے کر کے ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہوگیا۔

جن پریشانیوں سے سرسید نے کالج کے لئے چندہ جمع کیا اور اپنی تحریک کو مضبوط کیا اس سے اُن کے پختہ ارادوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔

پروفیسر پی۔کے۔عبدالعزیز
پی۔ایچ۔ڈی۔،ڈی۔ایس۔سی۔
وائس چانسلر،
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ
۲۳/مارچ ۲۰۰۹ء

www.taemeernews.com

پیش لفظ

غدر کی ہولناک تباہیوں نے یہ بتادیا تھا کہ ہندوستانیوں سے انگریزوں کا کسی میدان میں کوئی مقابلہ نہیں اور اگر ہندوستانیوں کو ان سے مقابلہ کرنا ہے تو ان کے علوم وفنون کو حاصل کرنا ہوگا بغیر اسکے ہندوستان کی ترقی ممکن نہیں۔ ہندوؤں نے مغربی علوم کی طرف پہلے ہی اپنا رجحان کرلیا تھا لیکن مسلمان اپنے دقیانوسی خیالات کی بنا پر ان علوم سے پرہیز کرتے تھے اور اسکے لئے مسلمانوں کو بڑا نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔ سرسید یہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو ترقی کرنا ہے تو مشرقی علوم وفلسفہ کے ساتھ ساتھ ان کو مغربی علوم بھی حاصل کرنا ہوگا۔ اس لئے وہ مسلمانوں کی تعلیمی اصلاح میں لگ گئے اور انھوں نے مسلمانان ہند کے لئے ایک تحریک چلائی جس کو علی گڑھ تحریک کے نام سے موسوم کیا۔ سرسید کا پلان یہ تھا کہ علی گڑھ کی مرکزیت کی بنا پر یہاں ایک یونیورسٹی قائم کی جائے جس میں مشرقی اور مغربی علوم اور سائینس کی تعلیم دی جائے۔

مغربی یونیورسٹیوں کے نمونے پر عمدہ صاف ستھری عمارت ہو، ڈسپلن کا خاص اہتمام ہو اور تجربہ کار قابل اساتذہ ہوں اور طلباء ہوسٹلوں میں رہیں تاکہ گھریلو ماحول سے دور اِن میں تعلیم اور تربیت پیدا ہوسکے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ جس قوم کے زیر سایہ ہندوستان آچکا ہے وہاں جاکر وہاں کے باشندوں کی تعلیم اور تعلیمی نظام اور معاشرت کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اسی نمونے پر چل کر ہندوستان میں بھی وہی سسٹم کی نشوونما کریں۔ اس بات کا اظہار انھوں نے اپنی اس درخواست میں کیا جو انھوں نے سکریٹری آف اسٹیٹ وزیر ہند کو اپنی ولایت کی روانگی سے قبل لکھی اور ولایت جانے کے لئے چٹھی چاہی۔

ان دنوں سرسید بنارس میں تھے اور ان کا سفر وہیں سے یکم اپریل ۱۸۶۹ء میں شروع ہوا۔ اس سے قبل انھوں نے ہندوستان کے لوگوں اور شہروں کی بابت کم لکھا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ انھیں بمبئی جاتے ہوئے مرکزی ہندوستان سے گزرنا پڑا۔ وہاں کے حالات، لوگوں کا رہن سہن، صنعت وحرفت کی معلومات حاصل کیں اور بمبئی پہونچ کر اپنا سفر انگلستان شروع کیا۔ راستے میں جتنے مقامات آئے اور جہاں جہاں بحری جہاز رُکا اسکے بارے میں تفصیلات لکھیں مصر، نہر سوئز،

www.taemeernews.com

وارسبل کے محلات دیکھ کر سرسید کو محسوس ہوا جیسے وہ بہشت میں ہیں۔ وہ شخص جس نے وہ محلات نہ دیکھے ہوں ان بیانات کو پڑھ کر سرشار ہو جاتا ہے۔

انگلستان پہونچ کر سرسید کو ماہر تعلیم، مصنف، انجینیر سب ہی سے ملاقات کا موقع ملا اور ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریہ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ولایت کی ترقی دیکھ کر سرسید بہت متاثر ہوئے اور خطوط سے اپنے دوستوں کو مطلع کرتے رہے۔

سرسید کا قیام ولایت میں ۱۷ ماہ رہا یہاں انھوں نے نظام تعلیم اور سماج کا گہرا مطالعہ کیا اور اس سے متاثر ہوئے۔ ہندوستان اور انگلستان کا موازنہ کیا اور دونوں کی معاشرت میں بڑا فرق پایا اور متعدد خطوط ہندوستان لکھے کہ دونوں ملکوں کی بود و باش میں کتنا فرق ہے۔

سرسید مسلمانوں میں مغربی تعلیم کا رجحان پیدا کرنا چاہتے تھے انھوں نے وہاں کی طرز معاشرت پر کافی سنجیدگی سے مطالعہ کیا اپنی قوم کی سماجی فلاح کے لئے انھوں نے تہذیب الاخلاق کی اشاعت کا پلان وہیں تیار کیا اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے لئے ایک یونیورسٹی کا خاکہ بھی وہیں تیار کیا۔ سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد جس میں مصنف نے جگہ جگہ غلط بیانی اور تعصب سے کام لیا تھا مکمل کرنے اور چھاپنے کے بعد ۱۲ر نومبر ۱۸۷۰ء کو ہندوستان روانہ ہوئے اور پہونچ کر اپنے پروگرام کی تکمیل میں لگ گئے۔ یہاں پہونچ کر انھوں نے تہذیب الاخلاق جاری کیا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں سماجی برائیوں کو دور کرنے کی کوششیں کی نیز مسلم یونیورسٹی کی ابتدا ایک اسکول سے کی جو مئی ۱۸۷۵ء میں شروع ہوا اور جس کی توسیع ۱۸۷۷ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے نام سے ہوئی اور جس نے ۱۹۲۰ء میں ایک یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لی۔

سرسید کے سفر انگلستان کی داستان دلچسپی سے خالی نہیں اسکا مطالعہ ہم کو نہ واقعات انگلستان سے روشناس کراتا ہے بلکہ ہندوستانیوں میں ایک نیا احساس ترقی پیدا کرتا ہے ان میں ایک نئی روح پھونکتا ہے اور ان میں آگے بڑھنے کا جوش و ولولہ پیدا کرتا ہے۔

مورخہ: ۲۳ مارچ ۲۰۰۹ء

پروفیسر شان محمد
ڈائریکٹر،
سرسید اکاڈمی،
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

www.taemeernews.com

فہرست مضامین

سفرنامہ مسافران لندن

مقدمہ

		صفحہ نمبر
۱	سفرنامہ کس طرح تیار ہوا اور اس وقت تک کیوں نہیں چھپا؟	۲۱
۲	اس سفر کی مشکلات	۲۱
۳	سفر کے مقاصد	۲۲
۴	سفر کی تقریب کس طرح پیدا ہوئی؟	۲۵
۵	سفر کے لیے سرسیدؒ کی قربانی	۲۵
۶	شرکائے سفر	۲۵
۷	سفر کی ابتدا	۲۶
۸	حالات سفر کا خلاصہ	
۹	یہ سفرنامہ ناتمام ہے	۲۹
۱۰	سفرنامہ کی تکمیل کی کوشش	۳۱
۱۱	سفرنامہ کی ترتیب	۳۳
۱۲	الفاظ جو سفرنامہ میں جدید رسم الخط کے مطابق لکھے گئے ہیں	۳۳
۱۳	سفر کی ضروری تاریخیں	۳۵
۱۴	سفر یورپ کا اثر سرسیدؒ کے دل پر	۳۶
۱۵	حرف آخر	۴۰

www.taemeernews.com

سفرنامہ مسافران لندن

آغاز سفر

		صفحہ نمبر
۱۶	بنارس سے روانگی	۴۱
۱۷	الہ آباد میں قیام	۴۱
۱۸	لیفٹیننٹ گورنر یو. پی سے ملاقات	۴۲
۱۹	ہوٹل میں جلسۂ احباب	۴۲
۲۰	مولوی مہدی علی کی احتیاط اور مسٹر گوڈال سے ملاقات	۴۳
۲۱	الہ آباد سے روانگی اور دوستوں کو الوداع	۴۳
۲۲	جبل پور پہنچنا	۴۴
۲۳	ناگ پور پہنچنا	۴۴
۲۴	الہ آباد سے جبل پور تک کا راستہ	۴۵
۲۵	جبل پور سے ناگ پور تک کا پر صعوبت سفر	۴۵
۲۶	ناگ پور سے بمبئی روانگی	۴۷
۲۷	بمبئی ریلوے کی حالت	۴۷
۲۸	اسٹیشنوں پر پانی کی سبیلوں کا انتظام اور اپنے اہل ملک پر افسوس	۴۹
۲۹	الہ آباد سے بمبئی تک اردو کا رواج	۵۱
۳۰	لطیفہ	۵۱
۳۱	اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ	۵۱
۳۲	بمبئی پہنچنا	۵۲
۳۳	ہوٹل کا انتظام	۵۲
۳۴	جہاز وغیرہ کے ٹکٹوں کی خرید	۵۳

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۳۵	دہلی کے ایک بزرگ سے ملاقات اور علمی گفتگو	۵۴
۳۶	مسجد میں ادائے نماز کی دلچسپ کیفیت	۵۵
۳۷	مسٹر سہراب جی سے ملاقات	۵۵
۳۸	روانگی ولایت کے متعلق بعض ضروری انتظام	۵۶
۳۹	پہلی مرتبہ سمندر کی سیر	۵۶
۴۰	چلنے کی تیاری	۵۸
۴۱	ایک میمن سے ملاقات	۵۸
۴۲	جہاز میں آنا	۵۹
	ذکر شہر بمبئی	۵۹
۴۳	بمبئی کی جامع مسجد	۶۰
۴۴	قلعہ	۶۰
۴۵	بمبئی کے میمن اور پارسی	۶۱
۴۶	خطوں پر ٹکٹیں اور مہریں لگانے والے	۶۲
۴۷	بمبئی کی اومنی بسیں جو گھوڑوں سے چلتی تھیں	۶۲
۴۸	پارسیوں کی ترقی	۶۳
۴۹	ذکر بروڈہ دخانی جہاز جس میں سرسید نے سفر کیا	۶۳
	بمبئی سے ولایت کو روانگی	۶۶
۵۰	عدن پہنچنا	۶۷
۵۱	جہاز کا عملہ	۶۷
۵۲	جہاز کے افسران	۶۸
۵۳	جہاز کے دوسرے ملازم	۶۸
۵۴	جہاز کے انگریز مسافر	۶۸

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۵۵	جہاز میں بعض لوگوں سے خصوصی ملاقاتیں	۶۹
۵۶	سرسید کی تحریر مس کارپینٹر کے متعلق	۷۰
۵۷	مسٹر لارنس سے دلچسپ مذہبی گفتگو	۷۲
۵۸	ایک پارسی کی صاف وشستہ اردو	۷۵
۵۹	اردو اور گجراتی کا فرق	۷۶
۶۰	جہاز میں کھانے کا انتظام	۶۹
۶۱	جہاز میں طبیعت کی حالت	۸۱
۶۲	جہاز میں عیسائیوں کی نماز	۸۲
۶۳	جہاز میں ایک حسرت ناک موت	۸۳
۶۴	جہازوں کی ایک دوسرے سے بات چیت	۸۴
۶۵	جہازوں کی آپس میں بات چیت کا طریق	۸۴
۶۶	جہاز میں عرض بلد اور طول بلد معلوم کرنے کا طریق	۸۵
۶۷	رفتار جہاز معلوم کرنے کا طریق	۸۶
۶۸	جہاز میں گھنٹہ بجانے کا طریق	۸۶
۶۹	جہاز کے کھیل	۸۷
۷۰	سمندر کے جانور	۸۸
۷۱	سمندر کا دلکش نظارہ	۸۹
۷۲	سرزمین عرب کا دکھائی دینا	۹۰
۷۳	عدن پہنچنا	۹۰
۷۴	تمام راستہ امن سے گذرا	۹۰
	کیفیت شہر عدن	۹۰
۷۵	عدن کے قدیم حوض	۹۰

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۷۶	عدن میں گرمی کی شدت	۹۱
۷۷	پانی کی گرانی	۹۲
۷۸	ایک جدید حوض	۹۲
۷۹	بازار کی سیر	۹۲
۸۰	عدن کی قومیں	۹۳
۸۱	عدن میں اردو	۹۳
۸۲	عدن کی مسجدیں	۹۳
۸۳	عدن کے مندر	۹۳
۸۴	عدن کی دوکانیں	۹۴
۸۵	عدن کی چھاؤنی	۹۴
۸۶	عدن کا قلعہ	۹۴
۸۷	عدن کی فوجی اہمیت	۹۵
۸۸	ٹرکش وال	۹۶
۸۹	میٹھا پانی بنانے کی مشین	۹۶
۹۰	عدن میں سمالی لڑکوں کی عجیب غوطہ زنی	۹۶
۹۱	عدن سے روانگی	۹۷
۹۲	آبنائے باب المندب سے جہاز کا گذرنا	۹۷
۹۳	جزیرہ پیرم	۹۸
۹۴	جزیرہ پر انگریزی قبضہ کی تاریخ	۹۸
۹۵	بحر قلزم میں جہاز کا چلنا	۹۹
۹۶	سمندر میں طوفان	۹۹
۹۷	تمام علوم وفنون اپنی زبان میں ہونے کا بشدت احساس	۱۰۱

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۹۸	جبل سینا	۱۰۱
۹۹	جزیرہ شروان	۱۰۲
۱۰۰	سویز پہنچنا	۱۰۲
۱۰۱	شہر سویز کے بازاروں کی سیر	۱۰۴
۱۰۲	عدن سے سویز تک کی مسافت	۱۰۵
۱۰۳	عدن سے سویز تک کے لائٹ ہاؤس	۱۰۵
۱۰۴	ریل کا سفر سویز سے اسکندریہ تک	۱۰۶
۱۰۵	شہر طنطنا سے ریل کا گزر	۱۰۷
۱۰۶	ریل کا شہر کنز الزیات پہنچنا	۱۰۷
۱۰۷	دریائے نیل کا پل	۱۰۸
۱۰۸	دمنہور سے گزرتے ہوئے اسکندریہ پہنچنا اور جہاز پونا سے ولایت کو روانگی	۱۰۸
۱۰۹	اسکندریہ کا شہر	۱۰۸
۱۱۰	ملک مصر کی زرخیزی	۱۰۹
۱۱۱	مصر کی اس وقت کی ریل	۱۱۰
۱۱۲	ریلوے کارکن سب مصری ہیں	۱۱۰
۱۱۳	تمام ریلوے آلات غیر ملکی ہیں	۱۱۱
۱۱۴	مصریوں اور ہندوستانیوں میں فرق	۱۱۱
۱۱۵	تمام علوم وفنون کی تعلیم اپنی ملکی زبان میں ہونی چاہئے	۱۱۱
۱۱۶	مصریوں میں صفائی کا فقدان	۱۱۱
۱۱۷	یورپین لوگوں کی صفائی کی تعریف	۱۱۲
۱۱۸	اسکندریہ سے مارسیلز کو روانگی	۱۱۲

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۱۱۹	لائق پائیلٹ	۱۱۲
۱۲۰	پونا جہاز کی کچھ کیفیت	۱۱۳
۱۲۱	جہاز میں رفقائے سفر	۱۱۳
۱۲۲	جہاز پونا میں غسل خانہ کا عمدہ انتظام	۱۱۴
۱۲۳	جہاز میں ڈاڈ صاحب کی نامناسب گفتگو	۱۱۴
۱۲۴	جہاز میں سابق ڈپٹی کمشنر دہلی سے ملاقات	۱۱۵
۱۲۵	نہر سویز کے انجنیر سے ملاقات	۱۱۶
۱۲۶	جہاز میں انجنیر نہر سویز کو ایڈریس اور اس کا نہایت قابل تعریف اور مخلصانہ جواب	۱۱۷
۱۲۷	انجنیر صاحب کے جواب پر سرسید کے خیالات	۱۱۸
۱۲۸	انگریزی ذہنیت ہندوستانیوں کے متعلق	۱۱۸
۱۲۹	ایک باہمت مسلمان آیا	۱۱۹
۱۳۰	اٹلی اور سسلی کے مقامات جو راستہ میں پڑے	۱۱۹
۱۳۱	گیری بالڈی کی جائے پیدائش کو نہ دیکھ سکنے کا افسوس	۱۲۰
۱۳۲	جزیرہ سارڈینیا کا آتش فشاں پہاڑ	۱۲۰
۱۳۳	اٹلی اور سسلی کے بعض خوشنما شہر	۱۲۱
۱۳۴	سسلی کا دارالحکومت مسینا	۱۲۱
۱۳۵	فرانسیسی شہر ٹولون میں پہنچنا اور فوجی مشق کا دلچسپ نظارہ	۱۲۱
۱۳۶	پرسکون سمندر	۱۲۲
۱۳۷	ویل مچھلیاں	۱۲۲
۱۳۸	پونا جہاز کے دو نئے کھیل	۱۲۳
۱۳۹	پونا جہاز کی مسافت	۱۲۴
۱۴۰	مارسیلز کی بندرگاہ	۱۲۴

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۱۴۱	بندرگاہ پر سامان کی تلاشی کا طریقہ	۱۲۴
۱۴۲	پینسلا اورینٹل کمپنی کا قابل تعریف انتظام	۱۲۵
۱۴۳	بندرگاہ سے ہوٹل تک	۱۲۷
۱۴۴	شہر مارسیلز	۱۲۷
۱۴۵	مارسیلز کے شراب خانے	۱۲۸
۱۴۶	مارسیلز ہوٹل کی کیفیت	۱۲۸
۱۴۷	ہوٹل میں ملازم کو بلانے کا عجیب انتظام	۱۲۹
۱۴۸	مارسیلز کی عمومی کیفیت	۱۳۰
۱۴۹	بازار کی پرلطف سیر	۱۳۰
۱۵۰	عجائب گھر اور چڑیا گھر	۱۳۰
۱۵۱	عظیم الشان گرجا	۱۳۱
۱۵۲	پہاڑ کے اوپر سے مارسیلز کا نظارہ	۱۳۲
۱۵۳	گاڑیوں کا پہاڑ پر چڑھنا	۱۳۲
۱۵۴	ناچ گھر	۱۳۲
۱۵۵	مارسیلز سے روانگی اور ہوٹل کا حسن انتظام	۱۳۳
۱۵۶	راستہ کی سرسبزی وشادابی	۱۳۳
۱۵۷	اسٹیشن لینز پر پہنچنا	۱۳۴
۱۵۸	پیرس میں داخلہ	۱۳۵
۱۵۹	پیرس کا ہوٹل	۱۳۵
۱۶۰	پیرس کی سیر	۱۳۵
۱۶۱	وارسیل جانا	۱۳۶
۱۶۲	وارسیل کا شاہی محل، اس دلکشی ورعنائی اور اس کے عجائبات	۱۳۸

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۱۶۳	بادشاہوں کے کمرے	۱۳۹
۱۶۴	محل میں مصوری کے شاہکار	۱۴۰
۱۶۵	ایک نہایت قابل اعتراض تصویر	۱۴۱
۱۶۶	ایک قابل تعریف تصویر	۱۴۲
۱۶۷	شاہی محل سے واپسی	۱۴۳
۱۶۸	پیرس کی مزید سیر اور بازاروں کی خوبصورتی وصفائی	۱۴۳
۱۶۹	پیرس کی پولیس	۱۴۴
۱۷۰	فوج	۱۴۵
۱۷۱	بازاروں کی مزید کیفیت	۱۴۵
۱۷۲	اندرون پیرس کی متفرق عمارتیں	۱۴۶
۱۷۳	شہر کے باہر کی دلکش عمارتیں	۱۴۶
۱۷۴	نہایت عالیشان اور بے حد خوشنما پارک	۱۴۷
۱۷۵	ایک دوکاندار لڑکی کا اخلاق	۱۴۹
۱۷۶	پیرس کے ایک درزی کی دوکان	۱۵۰
۱۷۷	پیرس سے روانگی	۱۵۰
۱۷۸	کیلے سے جہاز پر چڑھنا اور سخت متلی	۱۵۰
۱۷۹	لندن پہنچنا	۱۵۱
۱۸۰	پیرس سے ڈوور تک کا راستہ	۱۵۱
۱۸۱	چیرنگ کراس ہوٹل میں قیام	۱۵۲
۱۸۲	سفر لندن کا اختتام	۱۵۲

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
	ایک اطلاع نسبت سفر متعصب یا اہل تقویٰ وورع مسلمانوں اور ہندوستان کے ہندوؤں کے	۱۵۲
۱۸۳	برسٹل اور کلفٹن کی سیر	۱۵۷
۱۸۴	برسٹل کے قابل دید مقامات	۱۶۰
۱۸۵	لٹکواں آہنی پل کلفٹن کا	۱۶۰
۱۸۶	لنگر گاہ اسٹیمروں و جہازوں کا برسٹل میں	۱۶۳
۱۸۷	رصد خانہ کوہ سینٹ ونسینٹ کلفٹن میں	۱۶۴
۱۸۸	مکان سر ولیم میلز کا قریب کلفٹن کے	۱۶۵

ضمیمہ نمبر-۱

ابتدائی چھ ماہ کے حالات سفر

خط بنام سکریٹری سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ

۱۸۹	حالات سفر لکھ کر ہندوستان نہ بھیجنے کی وجہ	۱۶۸
۱۹۰	سرسید ولایت میں کن کن لوگوں سے ملے؟ کہاں کہاں گئے؟ اور کیا کیا دیکھا؟	۱۶۸
۱۹۱	تمام میل ملاقات اور سیر وتفریح کا نتیجہ	۱۶۹
۱۹۲	سرسید کے خیال میں تہذیب وشائستگی کے لحاظ سے انگریزوں اور ہندوستانیوں کا مقابلہ	۲۶۹
۱۹۳	ہندوستانی یورپین تہذیب کا خیال بھی نہیں کر سکتے	۱۷۰
۱۹۴	ساری خوبیاں یورپ میں جمع ہو گئیں ہیں	۱۷۱
۱۹۵	کچھ ذاتی حالات	۱۷۲
۱۹۶	لاجنگ کا طریقہ	۱۷۲

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۱۹۷	ان لوگوں کی کیفیت جن کے ہاں سرسید مقیم ہوئے	۱۷۲
۱۹۸	یورپین اور ہندوستانی خواتین کا مقابلہ	۱۷۴
۱۹۹	انگریز اور ہندوستانی مردوں کا موازنہ	۱۷۴
۲۰۰	انڈیا آفس کا البم	۱۷۵
۲۰۱	بنگالیوں اور پارسیوں کی تعلیم اور ہندو مسلمانوں کی جہالت	۱۷۶
۲۰۲	مصر اور ترکی میں تہذیب و شائستگی کی ترقی	۱۷۶
۲۰۳	مصری خواتین کی تعلیمی ترقی	۱۷۸
۲۰۴	لندن میں سرسید کے رہنے کا مکان	۱۷۸
۲۰۵	مکان کی لائق اور مستعد خادمائیں	۱۷۹
۲۰۶	انگلستان میں تعلیم کا عام رواج	۱۸۰
۲۰۷	انگلستان کی ترقی کا راز اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنا ہے	۱۸۱
۲۰۸	ہمالیہ کی چوٹی پر یہ الفاظ کھود دیے جائیں کہ ہندوستان اسی وقت ترقی کر سکتا ہے جب وہاں تعلیم اس کی اپنی زبان میں دی جائے	۱۸۱
۲۰۹	اپنی زبان میں تعلیم کے متعلق سرسید کا ہندوستانیوں کو پرزور مشورہ	۱۸۲
۲۱۰	کچھ سائینٹفک سوسائٹی کے متعلق	۱۸۲

ضمیمہ نمبر - ۲

سرسید کے سفر لندن کے حالات

نوشتہ مولانا الطاف حسن حالیؒ

۲۱۱	لندن کے عمائد سے ملنا	۱۸۳
۲۱۲	جلسہ سول انجنیرز سوسائٹی میں شریک ہونا	۱۸۳
۲۱۳	خطاب اور تمغہ ملنا	۱۸۴

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۲۱۴	ملکہ معظمہ کی لوی وغیرہ میں جانا	۱۸۶
۲۱۵	پرنس آف ویلز کی لوی میں جانا	۱۸۶
۲۱۶	آتھی نیم کلب کی ممبری	۱۸۷
۲۱۷	کیمرج یونیورسٹی میں جانا	۱۸۷
۲۱۸	انگلستان کی تعلیم وترقی پر غور کرنا	۱۸۸
۲۱۹	خطبات احمدیہ کا لکھنا اور چھپوانا	۱۸۹
۲۲۰	سر ولیم میور کا جواب لکھنے سے دوست کا منع کرنا	۱۹۰
۲۲۱	خطبات احمدیہ کے لئے میٹیریل جمع کرنا	۱۹۰
۲۲۲	خطبات کے لکھنے میں سرگرمی	۱۹۰
۲۲۳	انگلستان میں صرف یادداشتوں کا خلاصہ چھپا تھا	۱۹۱
۲۲۴	اسلام کی بعض اور خدمتیں	۱۹۱
۲۲۵	جان ڈیون پوٹ کی کتاب کا چھپوانا	۱۹۱
۲۲۶	گاڈفری ہنگنز کی کتاب کا ترجمہ کرنا	۱۹۲
۲۲۷	سرسید کے انگلستان جانے سے ملک اور قوم کو بے انتہا فائدہ ہوا	۱۹۲
۲۲۸	ولایت میں مسلمانوں کی خیرخواہی کے خیالات	۱۹۳
۲۲۹	دلسوزی کے آرٹیکل	۱۹۴
۲۳۰	مسلمانوں میں انگریزی تعلیم پھیلانے کی تدبیریں	۱۹۵
۲۳۱	ولایت میں ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر پمفلٹ لکھنا	۱۹۵
۲۳۲	کیمرج یونیورسٹی کو دیکھنا	۱۹۵
۲۳۳	اشتہار جاری کرنا	۱۹۶
۲۳۴	ولایت سے ہندوستان واپس آنا	۱۹۶

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر-۳

اقتباسات از خطوط سرسید بنام مولوی مہدی علی خاں بابت سفر لندن

		صفحہ نمبر
۲۳۵	الوداعی نظارہ	۱۹۷
۲۳۶	عدن پہنچنا	۱۹۸
۲۳۷	سائنٹیفک سوسائٹی کا فکر	۱۹۸
۲۳۸	سفرنامہ چھاپنے کا خیال	۱۹۸
۲۳۹	ہر شخص اپنے عقیدے کو قائم رکھتے ہوئے ولایت کا سفر کر سکتا ہے	۱۹۸
۲۴۰	سفرنامہ کی تدوین کی ہدایت	۱۹۹
۲۴۱	تعلیمی ترقی میں ہندوؤں کی اولیت	۱۹۹
۲۴۲	لندن کے اراکین سے ملاقاتیں	۱۹۹
۲۴۳	میور صاحب کی لائف آف محمد کے جواب کا خیال	۲۰۰
۲۴۴	کتب خانہ انڈیا آفس و برٹش میوزیم	۲۰۰
۲۴۵	لندن میں خطاب کا ملنا	۲۰۱
۲۴۶	مسٹر ڈیون پوٹ کی قلمی امداد کی پرزور تحریک	۲۰۱
۲۴۷	رسالہ اسباب بغاوت ہند کا انگریزی ترجمہ	۲۰۲
۲۴۸	گورنمنٹ ہند کے انتظام کے متعلق ایک کتاب شائع کرنے کا خیال	۲۰۳
۲۴۹	ولایت مین ملاقاتوں پر خرچ	۲۰۳
۲۵۰	ملاقاتیوں کی کثرت	۲۰۳
۲۵۱	ولایت میں اخراجات کی زیادتی	۲۰۴
۲۵۲	بادشاہوں کی تصویروں کا البم	۲۰۴
۲۵۳	مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کے اخراجات	۲۰۴

www.taemeernews.com

صفحہ نمبر

۲۵۴	مولوی مہدی علی کے لندن آنے کا خیال اور اس کے لیے اخراجات کا تخمینہ	۲۰۵
۲۵۵	گورنر جنرل کا سرسید سے ملنے آنا	۲۰۵
۲۵۶	خطبات احمدیہ کا پہلا نام اور اس کی تصنیف کی ابتدا	۲۰۵
۲۵۷	گورنمنٹ کے ہندوستانی افسروں کے متعلق ایک تحریک	۲۰۶
۲۵۸	مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کی طباعت کی تکمیل	۲۰۶
۲۵۹	مسلمان حکمرانوں کے متعلق انگریزوں کی غلط بیانیاں اور ان کی تصحیح کی ضرورت	۲۰۶
۲۶۰	اندلس اور صلیبی محاربات سے متعلق دو تاریخیں انگریزی میں لکھوانے کا خیال	۲۰۷
۲۶۱	ان دونوں کتابوں کے لیے چندہ کی تحریک	۲۰۷
۲۶۲	مسٹر ڈیون پوٹ کی تحقیق کہ کتب خانہ اسکندریہ مسلمانوں نے نہیں جلایا	۲۰۸
۲۶۳	خطبات احمدیہ کے ایک باب کی تیاری	۲۰۸
۲۶۴	حمایت اسلام میں جان ڈیون پوٹ کی کتاب کی طباعت	۲۰۸
۲۶۵	ولایت میں رہتے ہوئے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کے متعلق سرسید کا عقیدہ	۲۰۹
۲۶۶	پالک صاحب کے پاس جانا	۲۱۰
۲۶۷	بادشاہوں کی تصاویر جمع کرنا	۲۱۰
۲۶۸	لندن کے کتب خانے	۲۱۱
۲۶۹	میور صاحب کی کتاب کے جواب کے پہلے باب کا خلاصہ	۲۱۱
۲۷۰	اسٹار آف انڈیا کا ملنا	۲۱۲

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۲۷۱	میور صاحب کا جواب لکھنے کی تڑپ	۲۱۲
۲۷۲	جواب کے لیے کتب کی فراہمی	۲۱۲
۲۷۳	حامد کی تعلیم لندن میں	۲۱۳
۲۷۴	دریاؤں میں شرکت اور امراء و وزراء سے ملاقاتیں	۲۱۳
۲۷۵	ممبران پارلیمنٹ کے خیالات ہندوستانیوں کے متعلق	۲۱۳
۲۷۶	بل متعلق اقتدار گورنر جنرل ہند	۲۱۳
۲۷۷	مولوی مہدی علی کے سفر لندن کے متعلق سرسید کا مشورہ	۲۱۴
۲۷۸	یورپ کا سفر کن لوگوں کے لیے موزوں ہے؟	۲۱۴
۲۷۹	یورپ کی شان و شوکت اور تہذیب و اخلاق سے سرسید کی مرعوبیت	۲۱۴
۲۸۰	یورپ کی ترقی سے ہندوستانیوں کو سبق لینا چاہیے	۲۱۵
۲۸۱	دولت مند ہندوستانیوں کو یورپ آنے کا مشورہ	۲۱۵
۲۸۲	عیاش آدمی کے لیے یورپ بہشت ہے	۲۱۶
۲۸۳	اپنے ملک کی حالت پر سید کا رنج و الم	۲۱۶
۲۸۴	خطبات احمدیہ کی تالیف کے متعلق بعض حالات	۲۱۶
۲۸۵	کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں سرمایہ کی فراہمی کا سوال	۲۱۷
۲۸۶	اسلام کی تائید میں چند کتابوں کی خرید	۲۱۸
۲۸۷	خطبات احمدیہ کے متعلق ضروری حوالہ جات کا شکریہ	۲۱۹
۲۸۸	خطبات احمدیہ کی طباعت کے لیے سرسید کا احباب سے چندہ مانگنا	۲۱۹
۲۸۹	مولوی مہدی علی کو خطبات احمدیہ کے متعلق علمی اور مالی امداد کی تحریک	۲۱۹

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۲۹۰	کتاب کی طباعت کے متعلق اخراجات کا سرسری اندازہ	۲۲۰
۲۹۱	حالات سفر کے متعلق ایک طویل تحریر کا تلف ہوجانا	۲۲۰
۲۹۲	خطبات احمدیہ کے لکھنے میں مصروفیت اور کتاب کا کچھ مزید حال	۲۲۱
۲۹۳	سرسید چاہتے تھے کہ کتاب کے ختم ہونے تک اس کی شہرت نہ ہو	۲۲۱
۲۹۴	کتاب کی طباعت کے متعلق فراہمی سرمایہ کا فکر اور اس کے لیے اپنی باقی ماندہ کتابیں گھر کا سامان اور کھانے پینے کے برتن تک بیچ ڈالنے کی ہدایت	۲۲۲
۲۹۵	کتاب کے فروخت ہونے کی توقع	۲۲۲
۲۹۶	خطبات احمدیہ کی مزید تالیف	۲۲۳
۲۹۷	چندہ کے لیے خطوط بھیجنے کا نتیجہ	۲۲۳
۲۹۸	کتاب کے متعلق علمی و مالی امداد بھیجنے کی تاکید	۲۲۴
	خطبات احمدیہ کے مختلف نام	
۲۹۹	کتاب کے خطبوں کی تفصیل	۲۲۶
۳۰۰	کتاب کی لاگت کا تخمینہ	۲۲۶
۳۰۱	خطبات احمدیہ کا ختم ہونا اور اس کی طباعت کا روح فرسا اندازہ	۲۲۷
۳۰۲	کتاب کے لیے چندہ کی اپیل	۲۲۶
۳۰۳	خطبات احمدیہ کی وجہ سے خرچ کی تنگی اور تکلیف	۲۲۶
۳۰۴	کتاب کی قدر کی توقع اہل وطن کی طرف سے	۲۲۷
۳۰۵	مسلمانان ہند کی حالت پر افسوس	۲۲۷
۳۰۶	دیباچہ خطبات احمدیہ کی تکمیل	۲۲۸
۳۰۷	واپسی کی اطلاع اور مصر میں قیام کا ارادہ	۲۲۸
۳۰۸	خطبات احمدیہ کا دیباچہ	۲۲۸

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۳۰۹	کتاب کی لاگت کی ادائیگی کا صدمہ	۲۲۸
۳۱۰	لندن میں بیٹھے ہوئے مسلمانان ہندوستان کی بہودی و بہتری کے لیے ایک انجن بنانے کا مشورہ مولوی مہدی علی کو	۲۲۹
۳۱۱	مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مدرسہ کی تجویز	۲۳۰
۳۱۲	بڑے بڑے انگریزوں کا سرسید سے حسن سلوک	۲۳۱
۳۱۳	خطبات احمدیہ قسطنطنیہ کے ایک فاضل کی نظر میں	۲۳۱
۳۱۴	کتاب کے اخراجات اور ہمشیرہ حامد ومحمود کی وفات کا دوھرا صدمہ	۲۳۱
۳۱۵	ہمشیرہ حامد ومحمود کے انتقال کا صدمہ	۱۳۲
۳۱۶	کتاب کے اخراجات کی ادائیگی کے لیے سرسید کی پریشانی	۲۳۲
۳۱۷	خطبات احمدیہ کی مکمل تیاری	۲۳۳
۳۱۸	لندن میں رسالہ تہذیب الاخلاق کی ابتدائی تیاریاں	۲۳۳
۳۱۹	لندن سے روانگی کی اطلاع	۲۳۴
۳۲۰	واپسی کا پروگرام	۲۳۵
۳۲۱	کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں چھ سو روپیہ کی بروقت امداد	۲۳۵
۳۲۲	ہندوستان آنے کے لیے خرچ نہ تھا	۲۳۶
۳۲۳	سرسید کی طرف سے چندہ دھندگان کے نام شکریہ کے خطوط	۲۳۶
۳۲۴	یورپ میں خطبات احمدیہ کے کم فروخت ہونے کی وجہ	۲۳۶
۳۲۵	خطبات احمدیہ کے آمدوخرچ کی تفصیل	۲۳۶
۳۲۶	واپسی کے اخراجات کے لیے قرض کی ضرورت	۲۳۶
۳۲۷	ہندوستان سے مزید روپیہ کی طلبی	۲۳۷
۳۲۸	خطبات احمدیہ کی ہندوستان کو روانگی	۲۳۷
۳۲۹	سید محمود کے تعلیمی اخراجات	۲۳۷
۳۳۰	لندن سے سرسید کا آخری خط	۲۳۷

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر-۴

آتھی نیم کلب لندن کا حال نوشتہ سرسید

		صفحہ نمبر
۳۳۱	آتھی نیم کلب کی اہمیت	۲۳۸
۳۳۲	ممبری کے قواعد	۲۳۸
۳۳۳	ممبری کے امیدواروں کی کثرت	۲۳۹
۳۳۴	سرسید کا آنریری ممبر مقرر ہونا	۲۳۹
۳۳۵	ایڈورڈ طامسن کی لیاقت اور علمیت	۲۳۹
۳۳۶	کلب کی خوبیاں	۲۳۹
۳۳۷	کلب کا مکان	۲۴۰
۳۳۸	ممبروں کی ملاقاتی	۲۴۰
۳۳۹	کلب کا ریڈنگ روم	۲۴۰
۳۴۰	لکھنے پڑھنے کا کمرہ	۲۴۱
۳۴۱	کلب میں خطوط کی روانگی کا قاعدہ	۲۴۱
۳۴۲	ممبروں کی ڈاک	۲۴۱
۳۴۳	ڈائنگ ہال	۲۴۲
۳۴۴	سگریٹ پینے کا کمرہ	۲۴۲
۳۴۵	سگریٹ پینے کے لیے علیحدہ کمرہ کی وجہ	۲۴۲
۳۴۶	کھانے کا طریق	۲۴۲
۳۴۷	سرسید کلب کے ڈائنگ ہال میں	۲۴۳
۳۴۸	اوپر کی منزل	۲۴۳
۳۴۹	لائبریری	۲۴۳

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۳۵۰	لائبریری میں کامل یکسوئی	۲۴۴
۳۵۱	ایک فاضل انگریز سے ملاقات	۲۴۴
۳۵۲	پال مال گزٹ کا ذکر	۲۴۴
۳۵۳	ہندوستانی کلب میں کیا ہوتا ہے؟	۲۴۵
۳۵۴	علی گڑھ سائنٹیفک سوسائٹی کا ذکر	۲۴۵
۳۵۵	سوسائٹی کا باغ	۲۴۵
۳۵۶	ہم وطنوں کو نصیحت	۲۴۶
۳۵۷	قوم کی بہتری تعلیم پر منحصر ہے	۲۴۶

ضمیمہ نمبر-۵

شہر لندن کے تاریخی حالات (بیان کردہ سرسید) سوانح ملکہ وکٹوریہ

۳۵۸	پیدائش اور والد کا انتقال	۲۴۷
۳۵۹	تعلیم و تربیت	۲۴۸
۳۶۰	تخت نشینی	۲۴۹
۳۶۱	شادی	۲۴۹
۳۶۲	ملکہ وکٹوریہ کا عہد	۲۴۹
۳۶۳	انگلستان کی رعایا کو حقوق کی آزادی	۲۵۰
۳۶۴	اس ضمن میں ایک نصیحت آمیز واقعہ	۲۵۰
۳۶۵	آزادی حقوق کے متعلق ہند و انگلینڈ کی رعایا میں فرق	۲۵۱
۳۶۶	اس فرق کی وجہ	۲۵۱
۳۶۷	شہر لندن کی تاریخ اور اس کی موجودہ حالت	۲۵۲
۳۶۸	لندن میں آب رسانی کا انتظام	۲۵۲

www.taemeernews.com

		صفحہ نمبر
۳۶۹	شہر میں روشنی کا اہتمام	۲۵۳
۳۷۰	عمارت کی طرز	۲۵۳
۳۷۱	وبا اور آتش زدگی سے شہر کی تباہی	۲۵۳
۳۷۲	تباہی کی اصل وجہ اور اس کا انسداد	۲۵۳
۳۷۳	تباہی کا یادگاری مینار	۲۵۴
۳۷۴	لندن کی ایک حیرت انگیز تاریخی عمارت	۲۵۴
۳۷۵	لندن کے تاجر	۲۵۵
۳۷۶	لندن کے بدمعاش	۲۵۵
۳۷۷	اہل لندن کی راستبازی	۲۵۵
۳۷۸	مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم و تہذیب	۲۵۶
۳۷۹	انگریزوں نے جو کچھ لیا ہم سے لیا	۲۵۶
۳۸۰	قرض کی واپسی کا مطالبہ	۲۵۷
۳۸۱	اپنی قوم کی خدمت میں گذارش	۲۵۷
	ضمیمہ نمبر-۶	
۳۸۲	پروفیسر ڈٹاسی کا اردو خط سرسید کے نام	۲۵۸

www.taemeernews.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ

(از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)

سفرنامہ کس طرح تیار ہوا؟ اور اس وقت تک کیوں نہ چھپا؟

سرسیدؒ کا یہ سفرنامہ لندن ایک بیش بہا ادبی اور معلوماتی خزانہ ہے جو آج پہلی مرتبہ کتابی شکل میں شائع ہو کر ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس سفرنامہ کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ جب سرسیدؒ لندن گئے تو وہاں سے انھوں نے اپنے حالات سفر مضامین اور خطوط کی شکل میں لکھ کر ''اخبار سائینٹفک سوسائٹی علی گڑھ'' کو بھیجنے شروع کئے جو وہاں مسلسل چھپتے رہے۔ بعد میں انھوں نے انہی مضامین کو مرتب کر کے اپنے رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' میں چھاپا۔ یہ مسودہ سرسیدؒ نے لندن میں ۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء کو لکھ کر ختم کیا تھا اور اس کا نام ''سفرنامۂ مسافران لندن'' رکھا تھا۔ (کیونکہ یہ سفر پانچ اشخاص پر مشتمل تھا)

نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ سرسیدؒ کے کسی ناشر کو ان عجیب اور دلچسپ حالات کے کتابی شکل میں شائع کرنے کا خیال نہیں آیا۔ غالباً یہی وجہ ہوگی کہ اخبار میں چھپ کر یہ مضامین چھپے رہے اور کسی کی نظر نہ پڑے۔

اس سفر کی مشکلات:

اُن ایام میں اتنا طول طویل سفر اختیار کرنا بظاہر حالات سرسیدؒ کے لئے

www.taemeernews.com

نہایت مشکل تھا کیونکہ:

۱- سرسیدؒ کی تنخواہ اتنی نہ تھی کہ چار آدمیوں کے ساتھ ولایت کا سفر اختیار کر سکتے اور وہاں ایک مدت تک قیام کر سکتے۔

۲- ملازمت کی پابندیوں کے ساتھ وہ آسانی سے وطن کو نہ چھوڑ سکتے تھے۔

۳- تصنیف و تالیف کا جو ضروری سلسلہ انھوں نے شروع کر رکھا تھا۔ لندن جانے سے وہ بھی ٹوٹتا تھا۔

۴- اخبار سائینٹفک سوسائٹی علی گڑھ کی ادارت بھی اُن کے راستے میں روک تھی۔

۵- مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے جو مختلف کام وہ کر رہے تھے، وہ بھی اس سفر کی راہ میں حائل تھے۔

مگر ان سب موانعات کے باوجود جب انہوں نے دیکھا کہ میر الندن جانا مسلمانوں کی فلاح اور خدمت اسلام کے لئے ضروری ہے تو پھر کوئی بھی مشکل اور دقت ان کو اپنے عزم سے باز نہ رکھ سکی اور وہ نہایت اولوالعزمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہر روک کو دور کرتے ہوئے ولایت روانہ ہو گئے۔

سفر کے مقاصد:

وہ بلند مقاصد جن کے لئے اُس زمانے اور اُس ماحول میں سرسیدؒ کو اتنا لمبا سفر اختیار کرنا پڑا حسب ذیل تھے۔

(الف) مسلمان بچوں کو جدید تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے جس اعلیٰ پیمانے پر ایک اسلامی درسگاہ قائم کرنے کا سرسیدؒ کو خیال تھا، اس خیال کی عمدہ طور پر تکمیل اُس وقت تک نہ ہو سکتی تھی جب تک وہ خود ولایت جا کر وہاں کے طرز تعلیم اور اصول تدریس سے بذات خود واقفیت بہم نہ پہنچائیں۔

(ب) سرسیدؒ کا خیال تھا کہ چونکہ انگریز ہندوستان کے حاکم ہیں، اس لئے ان کی حکومت میں مسلمانوں کے لئے عزت سے رہنا اور اپنی تعلیم، معاشرت اور تہذیب

www.taemeernews.com

میں ترقی کرنا اُسی وقت ممکن ہے جب وہ حکمران قوم سے نفرت کے بجائے مودّت کا طریقہ اختیار کریں، اُن سے الگ رہنے کی پالیسی ترک کر کے موانست پیدا کریں، اُن سے بیگانہ رہنے کی بجائے باہم محبت سے رہیں، عام معاشرتی امور میں اُنکی جو اچھی باتیں ہیں اُن کی تقلید کریں، تاکہ انگریز بھی اُن کو معزز، شریف اور تعلیم یافتہ سمجھیں اور ان کو اچھی نظر سے دیکھیں۔

سرسید کے دل میں یہ بات میخ فولاد کی طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی موجودہ دنیوی حالت نہایت پست اور زبون ہے اور وہ صرف اسی وقت ترقی کر سکتے ہیں جب ان تمام امور میں یورپ کی تقلید کریں جن کو اختیار کر کے یورپ نے ترقی کی ہے۔

اہل یورپ کی تہذیب، اُن کے تمدن اور اُن کی معاشرت کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا اور اسے اپنے ملک میں رائج کرنا، اُس وقت تک ممکن نہ تھا، جب تک سرسیدؒ خود وہاں جا کر اہل فرنگ کے طور طریقے اور ان کی عادت وغیرہ سے واقف نہ ہوتے۔

سرسیدؒ کے اس مقصد کی وضاحت اس درخواست سے بخوبی ہو سکتی ہے جو انھوں نے سفر لندن کے وقت رخصت حاصل کرنے کے لئے گورنمنٹ میں بھیجی تھی اور جس میں وہ صاف طور پر لکھتے ہیں:-

> ''یہ بات بخوبی میرے ذہن نشین ہے کہ ہندوستان کی فلاح اور بہودی کو کامل ترقی دینے اور گورنمنٹ انگریزی کے مطالب کو جس کی ملازمت کا فخر مجھ کو حاصل ہے بخوبی استحکام و پائداری بخشنے کے واسطے اس کے سوا اور کسی امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اہل یورپ اور ہندوستان کے درمیان ربط و ضبط کو ترقی دی جائے۔ پس اس مقصد کی تکمیل کے واسطے ہندوستانیوں کو میری رائے میں یورپ کے سفر کی ترغیب دینی چاہئے تاکہ وہ مغربی ملکوں کی شائستگی کے عجیب و غریب نتیجوں اور اُس کی ترقی کو بچشم خود مشاہدہ کریں اور اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ انگلستان کے لوگ کیسے دولت مند طاقتور اور دانا ہیں اور اُن مفید اور عمدہ باتوں کو ہندوستان

www.taemeernews.com

کی بھلائی کے واسطے سیکھیں جو اس امر کے نتیجے ہیں کہ تجارت کے باب میں انگلستان کے باشندے کیسے مستعد ہیں اور کارخانوں اور کاشتکاری اور شفاخانوں اور خیرات اور اس کے شہروں کی صفائی اور اس کی دولت اور علم سے روز بروز زیادہ کام لیا جاتا ہے۔

پس اس خواہش سے میں یہ بات چاہتا ہوں کہ خود انگلستان جا کر اپنے ہم وطنوں کے لئے ایک نظیر قائم کروں۔ مجھ کو یقین ہے کہ صرف مجھ کو ہی اس سفر سے فائدہ نہ ہوگا بلکہ امید ہے کہ اپنے سفر کے نتیجوں سے اُن کو مطلع کر کے اُن کو بھی فائدہ پہنچا سکوں اور اس طرح پر جو عمدہ باتیں میں نے سیکھی ہوں اُن کو بھی سکھاؤں اور اُن کو بھی اپنی پیروی کی ترغیب دوں''۔

(حیات جاوید صفحہ ۲۰۲)

(ج) اُن ایام میں یو- پی کے لفٹننٹ گورنر سر ولیم میور نے یورپین مصنفین اور عیسائی پادریوں کی تقلید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح حیات اور حضور علیہ السلام کے کارناموں پر ایک تنقیدی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' کے نام سے چار جلدوں میں لکھی جس میں جگہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور بے عیب زندگی پر ناواجب اور نامناسب الفاظ میں اعتراضات کئے جنھیں دیکھ کر سرسیدؒ کی دینی غیرت اور مذہبی حمیت سخت جوش میں آئی اور انھوں نے بختہ ارادہ کرلیا کہ اس کتاب کا مکمل، مدلل اور تسلی بخش تحقیقی جواب دیا جائے مگر مشکل یہ تھی کہ اس کا جواب دینے کے لئے جن مستند کتابوں کی ضرورت تھی وہ ہندوستان میں ناپید تھیں اور صرف یورپ میں دستیاب ہوسکتی تھی یا انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں محفوظ تھیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے انگلینڈ کا سفر کیا جائے اور وہاں بیٹھ کر اُن کتابوں سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد سر ولیم میور کی کتاب کا جواب تیار کیا جائے۔

www.taemeernews.com

سفر کی تقریب کس طرح پیدا ہوئی؟

اس سفر کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ اتفاق سے اُن ایام میں انگریزی حکومت نے ہندوستان کے ہونہار اور ہوشیار طلباء کو انگلستان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے چھ چھ ہزار روپے کے ۹ وظیفے دینے منظور کئے۔ اس کے علاوہ ہر طالب علم کے لئے تین ہزار روپیہ اخراجات آمد و رفت بھی منظور کئے چنانچہ ہر صوبے کی گورنمنٹ نے اپنے ہاں کے لائق طلباء کو اس سرکاری عطیے سے فائدہ اٹھانے کے لئے انتخاب کیا۔ اس سلسلے میں یو۔پی کی گورنمنٹ نے سرسیدؒ کے فرزند سید محمود کو اس وظیفے کے لئے موزوں سمجھا اور اُن کو اس کی اطلاع دے دی۔

اس خلاف توقع امداد سے سرسیدؒ کے ارادے کو زبردست تقویت پہنچی اور یہی سرکاری عطیہ اس بات کا باعث بن گیا کہ وہ سید محمود کے ساتھ خود بھی عازم ولایت ہوں اور لندن پہنچ کر اپنی پرانی آرزو پوری کریں۔

سفر کے لئے سرسیدؒ کی قربانی:

مگر دقت یہ تھی کہ یہ روپیہ جو گورنمنٹ نے بطور وظیفہ دیا تھا خود سید محمود کی تعلیم کے لئے بھی کافی نہ تھا۔ سرسیدؒ کی پوری کس طرح پڑتی؟ اس مشکل کا حل انھوں نے یہ سوچا کہ سخت ایثار سے کام لیتے ہوئے اپنے نایاب اور قیمتی کتب خانے کو کوڑیوں کے مول بیچ ڈالا، اپنے آبائی اور جدّی مکان کو رہن رکھ دیا، اپنی تنخواہ وصول کی اور سب کچھ لے کر سفر پر روانہ ہو گئے۔

شرکائے سفر:

یہ سفر حسب ذیل پانچ افراد پر مشتمل تھا یعنی خود سرسیدؒ اُن کے دونوں لڑکے سید حامد اور سید محمود مرزا خداداد بیگ اور اُن کا ایک قدیمی خدمتگار جسے چھجو کہتے تھے۔

www.taemeernews.com

سفر کی ابتدا:

سفر ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ مطابق یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو یو۔پی کے شہر بنارس سے شروع ہوا جہاں اس وقت سرسیدؒ اسمال کاز کورٹ کے جج تھے۔

حالات سفر کا خلاصہ:

اس سفر کے حالات کا نہایت عمدہ اور جامع خلاصہ شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنی بے نظیر کتاب ''حیات جاوید'' میں اس طرح بیان کیا ہے:

''سرسیدؒ نے اپنے سفرنامے میں ہر ایک دلچسپ حال جو اثنائے راہ میں ان کو پیش آیا ہے قلم بند کیا ہے اور سفر کی ضروریات جو ہر مسافر کو پیش آتی ہیں مفصل بیان کی ہیں اور وقتاً فوقتاً جو خیالات اپنے خاص مقصد یعنی وطن کی بھلائی کے اُن کے دل میں گذرے ہیں، اُن کو ہر موقع پر ظاہر کیا ہے، جابجا ایشیا اور یورپ کی سوشل (معاشرتی) اور مورل (اخلاقی) حالتوں کا مقابلہ کیا ہے، یورپ کے عجائبات ایسے طور پر بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والوں کو یورپ کی سیر کی ترغیب ہو۔

جس دھن میں سرسیدؒ نے یہ سفر کیا تھا، اس کا ثبوت اس سفرنامے میں نہایت وضاحت کے ساتھ ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سفرنامہ لکھنے والا وطن اور قوم کی خیر خواہی اور ہمدردی میں شورا بور ہے۔ بمبئی میں پہنچ کر کہیں وہ میمن مسلمانوں کے اخلاق، نام ونمود پر مرنے، جھوٹی شیخی کرنے، مفید تعلیم پر متوجہ نہ ہونے اور گھروں پر مدرس نوکر رکھنے پر افسوس کرتا ہے اور پارسیوں کی عمدہ حالت سے اُن کا مقابلہ کرتا ہے۔ کہیں پارسیوں کی عمدہ حالت سے اُن کا مقابلہ کرتا ہے۔ کہیں پارسیوں کے صاف اردو بولنے پر حیران ہوتا ہے اور اُن لوگوں پر تعجب کرتا ہے جو اردو کو ہندوستان کی قومی زبان نہیں مانتے۔ کہیں گجراتی زبان کی کچھ عبارت نقل کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس میں بھی فارسی اور عربی الفاظ ملے ہوئے ہے اور پھر سوال کرتا ہے کہ الہ آباد ایسوسی ایشن کون کون سی زبان سے عربی الفاظ نکال کر قدیم بھاشا جاری کرے گی؟ مصر کی

www.taemeernews.com

ریل کی تعریف کر کے افسوس کرتا ہے کہ ریل کا تمام سامان فرانس اور انگلستان کا بنا ہوا ہے، مصریوں کی کوئی چیز بنائی ہوئی نہیں۔ مسٹر ڈینس فٹز پیٹرک سے جہاز میں ملتا ہے اور پنجاب کی طرز حکومت کے ذکر میں اس کو ایک ڈسپاٹک (مطابق العنان) گورنمنٹ کا نمونہ بتاتا ہے اور دلی کو قانونی اضلاع میں سے نکال کر پنجاب میں داخل کرنے کو غدر کی سزاؤں میں سے ایک سزا قرار دیتا ہے۔ فرانس کے نامور انجنیر ایم۔ وی۔ لسپس سے (جس نے نہر سویز نکالی ہے) جہاز میں ملنے پر بے انتہا خوشی اور فخر ظاہر کرتا ہے اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ جب انگریزوں نے اُس کو ایڈریس دیتے وقت کہا کہ ''اس نہر کا نام نہر لسپس رکھنا زیبا ہے'' تو ایم۔ وی۔ لسپس نے جواب دیا کہ ''میرا فخر اس میں ہے کہ اس کا نام نہر فرانس رکھا جائے'' وہاں اُس کی وطن پرستی پر ہزار ہزار آفرین کرتا ہے اور اپنی قوم پر نفرین کہ اُن کا کام سوائے حسد، بغض، تشخص اور جھوٹی شیخی کرنے کے کچھ نہیں اور اس لئے وہ بدبختی اور ذلت میں گرفتار ہیں۔ اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ جس آبنائے پر محب وطن ''گیری بالڈی'' کا گھر ہے، وہاں سے جہاز رات کو گذرا اور اس پھونس کے جھونپڑے کی جو شہنشاہوں کے محلوں سے زیادہ ادب اور تعظیم کے قابل ہے زیارت میسر نہ آئی۔ پیرس کی عمارتوں کی خوبی کا ذکر کرتے وقت روضہ تاج گنج اور قطب کی لاٹ کو یاد کرتا اور اُس پر فخر کرتا ہے۔ وارسیل کے شہنشاہی محل میں حوض اور نہریں اور فوارے اور درختوں کی موزونیت دیکھ کر قلعۂ دہلی کی نہر مار پیچ اور مہتاب باغ کا حوض جس کے کناروں سے کبھی تین سو ساٹھ فوارے چھوٹتے تھے اور ساون بھادوں کی کیفیت یاد کرتا ہے۔ وارسیل میں تصویروں کا عالم دیکھ کر حیران ہوتا ہے مگر الجزائر کے محاربات کی تصویروں میں ایک مرقع دیکھ کر اُس کے دل پر چوٹ لگتی ہے جس کی وجہ سے وہ فرانس اور اس کی بہادری و سویلزیشن (تہذیب) کو قابل نفرین سمجھتا ہے۔ اس نے ایک تصویر دیکھی ہے کہ سید عبدالقادر الجزائی کی عورتیں گرفتار ہیں، فرانسیسی سپاہیوں نے ان کے اونٹ بٹھا کر کجاوہ کو گرا دیا ہے اور عورتیں اس میں سے نکل پڑی ہیں اور اُن کے بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا ہے۔

www.taemeernews.com

سپاہی سنگینیں اٹھائے ہوئے اوران کی نوکیں عورتوں کی طرف کئے ہوئے کہ گویا اب ماریں گے اردگرد کھڑے ہیں۔ اس تصویر کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ایک غیرت مند مسلمان کے لئے ان عورتوں کا ایسی بیکسی کی حالت میں دیکھنا آنکھوں سے خون ٹپکانے کے لئے کافی ہے اور کہتا ہے کہ ''اس تصویر کو فرنچ سپاہ کی بہادری کی یادگار سمجھنا اور عورت کا کپڑا تصویر میں بدن پر سے ہٹا ہوا بنانا فرانس کے لئے قابل شرم ہے اور اس کی شائستگی کو دھبا لگاتا ہے''۔ پھر کہتا ہے کہ ''اس تصویر سے امام عبدالقادر کی حقارت نہیں ہوتی بل کہ اس کی ویسی ہی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے جیسی الجزائر کی بادشاہت کے زمانے میں تھی۔ وہ بیس برس تک تن تنہا فرانس جیسی سلطنت سے نہایت بہادری اور سچائی سے بغیر دغا اور فریب کے لڑتا رہا اور شکست کے بعد جن شرطوں پر صلح کی ان کو اخیر عمر نباہ دیا''۔ پھر ایک دوسرے موقع کی تصویر دیکھتا ہے جس میں نپولین امام عبدالقادر کو قید سے چھوڑ رہا ہے اور اس کی ماں سے جو باہر پھرنے کا پورا پردہ دار لباس پہنے کھڑی ہے مصافحہ کر رہا ہے۔ اس تصویر کو دیکھ کر نپولین کی فیاضی، دانائی اور ہمت کی تعریف کرتا ہے۔

اس کے بعد وہ لندن پہنچتا ہے اور اپنے سفرنامے کے خاتمے پر ہندوستان کے تمام سنی، شیعہ اور ہندوؤں کو آگاہ کرتا ہے کہ سب ہندوستانی اپنے اپنے مذہب کی پابندی کے ساتھ یہ سفر طے کر سکتے ہیں۔ پھر اپنے جان پہچان انگریزوں کی ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد کلفٹن کے لٹکواں پل کے بننے کی تاریخ بیان کرتا ہے جو مدت سے نا تمام پڑا تھا اور جس کو سول انجنیر زانسٹی ٹیوٹ کے ممبروں نے ایک ممبر کی بدنامی کے خیال سے باہم اتفاق کر کے اپنی فیاضی سے بنا دیا۔

پھر اپنے ہم وطنوں کی طرف مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اے میرے ہموطنو! بتاؤ، انسان یہ لوگ ہیں یا ہم؟ جو حیوانوں کی طرح اپنی خودغرضیوں میں مبتلا ہیں اور اپنے ہر ایک کام کا بندوبست گورنمنٹ سے چاہتے ہیں کہ ہمارے لڑکوں کو بھی وہی پڑھائے اور ہماری مذہبی تعلیم کا بھی وہی انتظام کرے''

www.taemeernews.com

پھر ایک رصد گاہ کا ذکر لکھ کر کہ ایک عورت اس کا تمام کام انجام دیتی ہے، اپنے ملک کے مدعیان علم وفلسفہ ومنطق کو شرمندہ کرتا ہے۔

یہ سفرنامہ ناتمام ہے:

یہ سفر نامہ جس کا خلاصہ مولانا حالی کے الفاظ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا نہایت پرلطف اور بہت دلچسپ طریقے پر سرسیدؒ نے لکھنا شروع کیا تھا مگر قصہ یہ ہوا کہ جب سرسیدؒ نے اپنے سفر کے یہ حالات مع اپنی سخت تنقید کے لکھ کر اخبار سائینٹفک سوسائٹی علی گڑھ کو بھیجنے شروع کئے اور اس میں بالاقساط چھپنے لگے تو فوراً یہاں کے ''راسخ العقیدہ'' مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی اور ایک طوفان عظیم سرسیدؒ کے ''ملحدانہ'' خیالات کی نسبت تمام ہندوستان میں برپا ہوگیا۔ علمائے کرام کا پرانہ حربہ میان سے باہر نکل آیا اور تکفیر کے فتوے کثرت کے ساتھ اخباروں میں چھپنے لگے اور یہ ''یقینی خبر'' سارے ہندوستان میں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل گئی کہ ''سرسیدؒ ولایت جاکر ''کرسٹان'' بن گئے۔ اور اب اپنے ''گمراہ کن مضامین'' کے ذریعے ہندوستان کے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی کرسٹان بنانا چاہتے ہیں۔

یہ پروپیگنڈہ اس زور شور کے ساتھ کیا گیا کہ ہندوستان کے ہر حامی اور جاہل شخص تک بھی یہ اطلاع پہنچ گئی کہ سید احمد خاں عیسائی ہوگئے۔ اس ضمن میں مولانا حالی نے ایک نہایت دلچسپ لطیفہ ''حیات جاوید'' میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''جس زمانے میں سرسیدؒ کو ولایت میں سی-ایس-آئی کا خطاب ملا، اس کے کچھ دن بعد راجہ جے کشن داس کو بھی یہی خطاب ہندوستان میں بمقام علی گڑھ ملا تھا اور اس کے تمام مراسم سائینٹفک سوسائٹی کے بڑے ہال میں عمل میں آئے تھے۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد راجہ صاحب کے تمام دوست ان کو مبارکباد دینے لگے۔ سوسائٹی کا ایک (ناخواندہ) ملازم ہر ایک کی زبان سے ''سی-ایس-آئی'' کا لفظ سنتا تھا اور نہایت تعجب کرتا تھا۔ چنانچہ باہر آکر دوسرے نوکروں سے کہنے لگا ''ارے یارو!

www.taemeernews.com

عجب تماشا ہے۔ سید احمد خاںؒ تو خیر لندن گئے تھے۔ وہاں جا کر عیسائی ہوئے۔ کسی نے جانا کسی نے نہ جانا۔ مگر ان راجہ صاحب کو کیا ہوا کہ ہندوستان ہی میں بھرے جلسہ کے اندر عیسائی بن گئے؟'' (لوگوں کی زبان سے جو بار بار سی۔ ایس۔ آئی کا لفظ سنتا تھا تو وہ اس کو 'عیسائی' سمجھا،

اکبرالہ ابادی نے بھی اس موقع پر یہ پھبتی کہی۔ ؎

فضل خدا سے عزت پائی آج ہوئے ہم سی۔ ایس آئی
شیخ نہ سمجھے لفظ انگریزی بولے ہوئے ہیں ہم عیسائی

سرسیدؒ نے جو کچھ لکھا تھا مسلمانوں کی بھلائی اور بہبودی کے لئے لکھا تھا اور اپنی دانست میں ان کو نیک مشورے دئے تھے۔ انھیں کیا خبر تھی کہ وہ بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ رہے ہیں۔ اس مخالفت سے وہ بھڑک اُٹھے اور چونکہ ابھی ان کے کان ایسی مخالف صداؤں سے کچھ زیادہ آشنا نہ ہوئے تھے اس لئے انھیں بڑا غصہ آیا اور انھوں نے نہایت ناراض ہو کر یہ سفر نامہ لکھنا بند کر دیا۔ مولانا حالی تحریر فرماتے ہیں'' سرسیدؒ کا ارادہ تھا کہ انگلستان اور ہندوستان کی حالت میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے اس کو اپنے سفرنامے میں مفصل بیان کر کے اہل وطن کو خبردار کریں مگر اہل وطن نے اسے برداشت نہ کیا۔ وہ اپنی پستی کی دردانگیز داستاں نہ سن سکے۔ اس لئے جو سلسلہ سرسیدؒ نے اپنے سفر کے حالات کا لکھنا شروع کیا تھا وہ منقطع ہو گیا۔ بایں ہمہ وقتاً فوقتاً اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہیں ہوئے اور جب کبھی موقع ملا انھوں نے کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان میں ڈال دی۔ چنانچہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو انھوں نے ایک لمبی تحریر اخبار سائنٹفک سوسائٹی میں چھپنے کو بھیجی جس میں چھ مہینے کے حالات سفر مختصر طور پر بیان کئے تھے اور یورپ کی ترقی اور اپنے ملک کے ادبار اور تنزل کی مثالیں پیش کر کے اہل وطن کو غیرت دلائی تھی۔ سرسیدؒ کی یہ تحریر ۱۹ نومبر ۱۸۶۹ء کے اخبار سائنٹفک سوسائٹی میں چھپی۔ جب اس تحریر کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کہ لوگ زیادہ برافروختہ ہوں اور زیادہ زور شور کے ساتھ برا بھلا کہیں، کچھ

www.taemeernews.com

حاصل نہ ہوا تو ۲۲ مارچ ۱۸۷۰ء کو ایک دوسری تحریر بعنوان ''عذر از طرف گنہ گار سید احمد'' ہندوستان میں بھیجی۔ پھر ایک اور تحریر بعنوان ''عرضداشت سید احمد بخدمت اہل وطن'' اخبار میں چھپنے کے لئے روانہ کی ان تمام تحریروں کے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں سرسید کو اہل وطن کی بھلائی کا کس قدر خیال تھا۔

اگر چہ ان تحریروں سے قوم و ملک کے کان پر جوں نہیں چلی مگر درحقیقت یہ سب تمہیدیں تھیں ان کارروائیوں کی جو آخر کار ہندوستان میں پہنچ کر سرسیدؒ کے ہاتھ سے ظہور میں آنے والی تھیں''۔ (حیات جاوید صفحہ ۲۱۲)

سفرنامے کی تکمیل کی کوشش:

اگر چہ سرسیدؒ نے اپنے سفرنامے کو ہندوستان کے مسلمانوں کے اعتراضات سے ناراض ہو کر بیچ میں چھوڑ دیا تھا مگر میں نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سفر کے زیادہ سے زیادہ حالات مہیا ہو جائیں اور اس طرف سفرنامے کی بہت حد تک تکمیل ہو جائے۔ اس سلسلے میں سرسیدؒ کی ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء والی طویل تحریر جس کا حوالہ مولانا حالی نے دیا ہے، عزیزی محمد صالح تبسم کاشمیری طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور کی نشان دہی سے مجھے مل گئی جو میں ان کے نہایت شکریہ کے ساتھ اس سفرنامے کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر رہا ہوں۔ اپنے مخلص دوست سردار مسیح صاحب ایم۔ اے انچارج شعبہ علوم مشرقی پنجاب پبلک لائبریری لاہور کی مہربانی کا بھی نہایت شکر گذار ہوں جنھوں نے یہ نایاب اور ناپید تحریر لائبریری میں سے نکالکر مجھے اس کی نقل کرنے کا موقع دیا ورنہ سفرنامے کی تکمیل میں بڑی کمی رہ جاتی۔

اس قیمتی تحریر کے علاوہ جس میں سرسیدؒ نے اپنے چھ ماہ کے قیام لندن کے حالات بڑی خوبی سے بیان کئے ہیں، میں نے ان تمام خطوط کے ضروری اقتباسات بھی شریک اشاعت کر دئے ہیں جو سرسیدؒ نے اپنے نہایت ہی گہرے دوست مولوی سید مہدی علی (نواب محسن الملک) کو لندن سے وقتاً فوقتاً لکھے اور جن میں وہاں کے

www.taemeernews.com

حالات نہایت پر لطف اور دلچسپ پیرائے میں تحریر کئے ہیں۔

نیز مولانا حالی نے سرسیدؒ کے اس سفر کے جو حالات مختلف ذرائع سے بہم پہنچا کر لکھے اور جو کام سرسیدؒ نے وہاں کئے یا وہاں جن جن نمایاں افراد سے وہ ملے یا جن جن اعلیٰ تقریبات میں وہ وہاں شامل ہوئے۔ ان کی تفصیلات کو میں نے ''حیات جاوید'' کے مختلف مقامات سے اخذ و انتخاب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

لندن کی مشہور انجمن انتھینیم کلب کا حال سرسیدؒ نے ماہ رجب ۱۲۹۷ھ کے تہذیب الاخلاق میں لکھا تھا۔ یہ پرچہ خوش قسمتی سے مجھے یونیورسٹی لائبریری لاہور میں مل گیا جہاں سے نقل کر کے سفرنامے کے ساتھ شائع کر رہا ہوں کیونکہ یہ مضمون بھی سفرنامے کا ایک حصہ ہے۔

لندن سے واپس آنے کے بعد ۱۸۷۴ء میں سرسیدؒ نے لندن کے تاریخی حالات کے متعلق گورکھ پور میں ایک تقریر کی تھی جو ان کے سفرنامے کا نہایت ضروری جزو تھی۔ لہذا اسے بھی بطور ضمیمہ شامل کر رہا ہوں۔

اس کے بعد کا ضمیمہ وہ ہے جس میں انگلستان کی ملکہ کی مختصر سوانح اور شہر لندن کے تاریخی حالات خود سرسیدؒ کی زبانی بیان کئے گئے اور جو سفرنامہ کی تکمیل کے لئے بہت ضروری تھے۔

آخری ضمیمہ وہ تاریخی خط ہے جو فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر گارساں دتاسی نے سرسیدؒ کو اس وقت لکھا جب وہ لندن میں مقیم تھے۔ یہ خط اردو میں تھا اور اب بطور یادگار شائع کیا جاتا ہے۔

اس طرح یہ مجموعہ سرسیدؒ کے سفر لندن کا ایک حد تک مکمل سفر نامہ بن گیا ہے۔ امید ہے قارئین کرام میری اس جدوجہد کو جو میں نے سرسیدؒ کے حالات سفر کو مختلف مقامات سے فراہم کر کے یکجا کرنے میں کی، نظر استحسان سے دیکھیں گے۔

اس موقع پر مجھے اپنے محترم دوست مولوی عبداللہ صاحب قریشی بی۔اے کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے جن کی عنایت سے مجھے سرسیدؒ کا اصل سفرنامہ دستیاب ہوا۔

www.taemeernews.com

سفرنامے کی ترتیب:

مقدمہ اور مندرجہ بالا ضمیموں کے شامل کرنے کے علاوہ میں نے اصل سفر نامے کی عبارت کو موجودہ رسم الخط کے مطابق بنا دیا ہے تا کہ سفر نامے آسانی کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جا سکے۔ نیز سارے سفر نامہ کو مناسب عنوانات اور بغلی سرخیوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ طویل اور مسلسل عبارت کو پڑھتے ہوئے طبیعت اکتائے نہیں۔ جہاں جہاں ضرورت ہوئی ہے خطوط وحدانی میں بعض الفاظ کی تشریح یا بعض فقرات کا مطلب واضح کر دیا ہے، جہاں مناسب سمجھا ہے وہاں مختصر حواشی بھی لکھ دئے ہیں، فہرست مضامین بھی بنا کر شروع میں لگا دی گئی ہے، غرض سفر نامے کو زمانے حال کے مطابق بہتر سے بہتر شکل میں مرتب کر کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے یہ کوشش مقبول ہو۔

الفاظ جو سفر نامے میں جدید رسم الخط کے مطابق لکھے گئے ہیں:

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ میں نے سفر نامے کی تدوین و ترتیب کے وقت سرسیدؒ کے اپنے الفاظ و محاورات اور ان کی عبارت کو بالکل نہیں بدلا بلکہ صرف ان الفاظ کو زمانہ حال کے رسم الخط کے مطابق لکھا ہے جو سرسیدؒ نے کہیں ملا کر اور کہیں الگ الگ اس زمانے کے رسم الخط کے مطابق لکھے تھے۔ آج کل چونکہ اس قسم کے الفاظ کو آسانی سے پڑھنا مشکل ہوتا اس لئے قارئین کرام، کی سہولت کے لئے میں نے ان کو اس رسم الخط میں تبدیل کر دیا ہے جو اس وقت رائج ہے۔ اس خفیف تبدیلی سے مطلب میں تو قطعاً فرق نہیں پڑا، صرف پڑھنے میں آسانی ہوگئی۔ سفر نامے میں اس قسم کے جو الفاظ سرسیدؒ نے لکھے ہیں، ان کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے، پہلے سرسیدؒ کا اپنا تحریر کردہ لفظ لکھا ہے اور اس کے بالمقابل اس لفظ کی جو ہیئت موجودہ رسم الخط میں ہے، وہ لکھ دی ہے:

www.taemeernews.com

چھڑک نے	چھڑکنے	جب کہ	جبکہ
ہمنے	ہم نے	گانوں	گاؤں
ہی	ہے	طی	طے
ہمسے	ہم سے	کنوے	کوئیں
پہونچینگے	پہنچیں گے	غرض کہ	غرضکہ
کرکر	کرکے	نکرینگے	نہ کریں گے
اسپر	اس پر	مجھسے	مجھ سے
پہونچایا	پہنچایا	پانوں	پاؤں
پمنپ	پمپ	سوئیس	سوئز
فیٹ	فٹ	پینسل	پنسل
انپر	ان پر	گڈنیب	گڈنائٹ
جنسے	جن سے	تی	تے
نہو	نہ ہو	جاتا جاتا	جاتا رہتا
ہمکو	ہم کو	آنکر	آن کر
انہیں	انہی	سمجھینگے	سمجھیں گے
ٹنول نے	ٹنولنے	پلیٹ	پائیلٹ
جیسیکہ	جیسے کہ	مزیکا	مزے کا
مینے	میں نے	ہل کا	ہلکا
پہونچی	پہنچی	مارسیلس	مارسیلز
انسے	ان سے	کی	کے
خورم	خرم	کانسٹیٹیوشنل	کانسٹی ٹیوشنل
تمنے	تم نے	لنبی	لمبی
جوکہ	چونکہ	چنکر	چن کر

www.taemeernews.com

لگیگی	لگے گی	لنمپ	لمپ
لیگیا	لے گیا	بچمیں	بیچ میں
جسطرف	جس طرف	تھی ایٹر	تھیٹر
کسیقدر	کسی قدر	لوہیکا	لوہے کا
گیاس	گیس	ڈھولکنے	ڈھلکنے
بینچیں	بنچیں	کاریگریاں	کاری گریاں
سانوں	ساون	کے	کی
میونیسپل	میونسپل	لٹکر ہاہی	لٹک رہا ہے
جو	کہ	طرحپر	طرح پر
چڑہ	چڑھ	لیلیا	لےلیا
جوں ہی	جوہی	اوگاہوا	آ گاہوا
تھینکیو	تھینک یو	پوچھینگے	پوچھیں گے
سنینگے	سنیں گے	نوہ	نو(۹)
مانینگے	مانیں گے	الماریمیں	الماری مین

سفر کی ضروری تاریخیں:

سرسیدؒ کا یہ سفر یورپ ایک سال چھ ماہ اور دو یوم میں ختم ہوا۔ ذیل میں اس سفر کی ضروری تاریخیں ''سفرنامہ'' اور ''حیات جاوید'' سے لے کر یہاں درج کی جاتی ہیں۔

یکم اپریل ۱۸۶۹ء	بنارس سے روانگی
۲ اپریل ۱۸۶۹ء	الہ آباد میں قیام
۱۳ اپریل ۱۸۶۹ء	جبل پور پہنچنا
۱۶ اپریل ۱۸۶۹ء	ناگپور پہنچنا
۱۸ اپریل ۱۸۶۹ء	بمبئی پہنچنا

www.taemeernews.com

۱۰ اپریل ۱۸۶۹ء	بمبئی سے روانگی
۱۶ اپریل ۱۸۶۹ء	عدن پہنچنا
۲۳ اپریل ۱۸۶۹ء	سوئز پہنچنا
۲۴ اپریل ۱۸۶۹ء	سکندریہ پہنچنا
۲۴ اپریل ۱۸۶۹ء	سکندریہ سے روانگی
۲۹ اپریل ۱۸۶۹ء	مارسیلز (فرانس) پہنچنا
یکم مئی ۱۸۶۹ء	مارسیلز سے روانگی
۲ مئی ۱۸۶۹ء	پیرس پہنچنا
۴ مئی ۱۸۶۹ء	لندن پہنچنا

۶ اگست ۱۸۶۹ء کو سرسیدؒ کو لندن میں سی-ایس-آئی کا خطاب ملا

۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء ملکہ وکٹوریہ قیصرہ انگلستان کی ملاقات سرسیدؒ سے

۴ ستمبر ۱۸۷۰ء	لندن سے روانگی
۲ اکتوبر ۱۸۷۰ء	واپس ممبئی پہنچنا

سفر یورپ کا اثر سرسیدؒ کے دل پر:

جن مقاصد کے لئے سرسیدؒ نے یہ سفر اختیار کیا تھا اور جن واقعات و حالات سے دوران سفر میں ان کو سابقہ پڑا، ان میں سے ہر واقعہ سرسیدؒ کے لئے مستقبل اذیت و تکالیف کا باعث بن گیا۔ جب وہ کسی خوشی کی محفل میں شریک ہوئے تو معاً ان کے سامنے ہندوستان کے مسلمانوں کی بدحالی کی تصویر کھینچ گئی اور وہ آہ بھر کر خاموش ہو گئے۔ جب کوئی رنج و غم کا موقع ان کے سامنے آیا، تو فوراً ان کو اپنی قوم کی نکبت و فلاکت یاد آئی اور وہ سخت پژمردہ اور مضمحل ہو گئے۔ مصری ریل کے غیر ملکی کل پرزے دیکھ کر ان کی روح تڑپ اٹھی اور وہ فریاد کئے بغیر نہ رہے لیکن مصریوں کو ان کل پرزوں سے بخوبی کام لیتے دیکھ کر وہ اپنے اہل ملک کی بے علمی پر خون کے آنسوں بہانے سے

www.taemeernews.com

نہ رک سکے جو اس وقت اتنی بھی لیاقت نہیں رکھتے تھے۔ انگریزوں کو علوم وفنون میں ترقی کرتے دیکھ کر ہندوستانیوں کے متعلق وہ فوراً کہنے لگے کہ وہ قوم کبھی ترقی کی منزل پر قدم نہیں رکھ سکتی جیسے علوم وفنون اس کی اپنی زبان میں نہ پڑھائے جائیں۔ جب ایک پارسی کو فصیح و بلیغ اردو میں گفتگو کرتے دیکھا تو ان کا دل خوشی سے کنول کی طرح کھل گیا اور جب گجراتی زبان میں بہت سے اردو الفاظ ملے ہوئے انہوں نے سنے تو اردو کی عالمگیری پر بڑے فخر کا اظہار کیا۔ جب عدن میں وہاں کے لوگوں کو اردو بولتے ہوئے دیکھا تو بے انتہا مسرت کا اظہار کیا اور بڑی شوخی سے لکھا ''واہ ری ہماری قسمت! یہاں کے بازاروں کے لوگ اور سمالی قوم کے افراد بھی کسی قدر اردو بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کوئی ضروری کام بند نہیں رہ سکتا، سب اردو میں انجام ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ کہ عدن تک تو اردو زبان کی شہنشاہی قائم ہے''۔ جب کسی انگریز کی زبان سے ہندوستانیوں کی برائی سنی تو نہایت برا مانا اور اسے اپنے اہل وطن کی توہین سمجھا۔ جب یورپ کے شہروں کی صفائی ستھرائی کا حال لکھا تو ساتھ ہی اپنے ملک کی عدم صفائی پر ان کو رونا بھی آیا۔ جب پیرس اور انگلینڈ کے جگمگاتے ہوٹلوں کا نظارہ کیا تو اپنے ملک کا ان سے موازنہ کر کے بہت روئے۔ جب کسی انگریز کو تعصب میں ڈوبا ہوا دیکھا تو اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ جب یورپ کے شرفاء اور معززین کے اخلاق اور شرافت کی تعریف کی تو ساتھ ہی اس بات پر افسوس بھی کیا کہ ہندوستانیوں کے اخلاق ایسے نہیں۔

لندن کے قریب کلفٹن کے عجیب معلق پلکی سیر کو گئے تو بے حد متاثر ہوئے اور بڑے درد سے لکھا ''اس پل کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور علم وفن کی قوت کا دل پر نہایت اثر ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس قوم کی عزت اور قدر ومنزلت اور عظمت و شوکت دل میں بیٹھتی ہے جس نے ایسے ایسے عمدہ اور عجیب وغریب کام دنیا میں کئے ہیں اور جب یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کام جس کا انجام دینا شاید ایک بادشاہ کی قوت سے بھی خارج تھا، صرف رعایا کی ہمت اور سخاوت اور علم وہنر سے انجام پایا ہے تو اس قوم

www.taemeernews.com

کی اور بھی زیادہ قدر ومنزلت دل میں نقش پذیر ہوتی ہے اور جب یہ خیال آتا ہے کہ یہ پل نہ کسی بادشاہ کا قلعہ ہے، نہ کسی امیر کا محل، نہ کسی کے باپ دادا کا مقبرہ، نہ کسی راجہ بابو کی چھتری بل کہ صرف رفاہ عام کے لئے بنایا گیا ہے تو کیا کچھ اثر دیکھنے والے کے دل پر ہوتا ہوگا خصوصاً اس بد بخت ہندوستانی پر جو اپنے ملک کی بہبودگی کا جوش رکھتا ہو اور اس کے عوض اپنے ہموطنوں کی سختی سہتا ہو اور اپنے ہموطنوں کو خودغرضی اور نفس پروری اور حسد وتعصب کے دریا میں ڈوبا ہوا یقین کرتا ہو''۔ اس پل کی تعمیر کی کیفیت بیان کرنے اور اس کے بنانے والے اولوالعزم وباہمت انجینیروں کے ایثار وقربانی کی تعریف کرنے کے بعد اپنے ہموطنوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ ''اب میں اپنے ہم وطنوں سے نہایت دست بستہ اور ادب سے پوچھتا ہوں کہ یہ لوگ آدمی ہیں یا ہم؟ جو صرف حیوانوں کی طرف اپنی خودغرضی میں مبتلا ہیں اور پھر ''صاحب ہمت'' ایسے ہیں کہ ہر کام میں کہتے ہیں کہ گورنمنٹ بندوبست کردے۔ لڑکیوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے، لڑکوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے۔ ان کو ان کا مذہب سکھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے افسوس، صد افسوس، ہزار افسوس۔ حقیقت میں ڈوب مرنے کے جگہ ہے۔ ہم اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کسی تربیت یافتہ ملک کے لوگوں کو اپنا منہ دکھا سکیں''۔ یورپین قوموں کے عروج واقبال کو دیکھ کر ہندوستانیوں کا زوال وتنزل ان کو یاد آ گیا اور وہ نہایت رنجیدہ ہو کر چپ ہو گئے۔ کسی کے منہ سے ہندوستانیوں کی تعریف سنی تو خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ کسی انگریز نے حمایت اسلام میں کوئی معمولی سی کتاب لکھی تو اپنے خرچ سے اسے چھپوایا اور اس کی خوب اشاعت کی۔ کسی مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کئے تو دل جل کر کوئلہ ہو گیا۔ اور نہایت دلیری کے ساتھ اس کا جواب دیا۔ صنعت و حرفت میں اہل یورپ کی ترقی دیکھ کر حیران رہ گئے مگر ساتھ ہی آرزو کی کہ کاش! ہمارے اہل وطن بھی ایسے ہی ہوشیار، لائق اور قابل ہوتے۔ غرض ہر واقعہ سے سبق سیکھا، ہر سانحہ سے عبرت پکڑی، ہر بات سے نصیحت حاصل کی اور ہر امر سے

www.taemeernews.com

درس لیا۔ اپنے بھائیوں کے سب وشتم پر دل کو بیشک ملال ہوا لیکن باوجود اس کے ان کو ان کی بھلائی اور بہتری کی باتیں بتانے سے باز نہیں آئے۔ اپنی قوم کی پستی، جہالت، تعصب، بغض، عداوت، جھوٹی شیخی اور فضول فخر وغرور پر بیشک بیحد رنج والم کا اظہار کیا مگر ان کی فلاح و بہبود میں ہمیشہ حتی الوسع کوشش اور سعی کی۔ لوگ عیش وعشرت، تبدیل آب وہوا اور سیر وتفریح کے لئے یورپ جاتے ہیں اور وہاں جا کر نہ معلوم کیا کیا کرتے ہیں مگر سرسیدؒ قوم کا غم لے کر وہاں گئے اور قوم کا غم لے کر واپس آئے۔ ان کو ہر میلے تماشے میں، ہر تفریح گاہ اور ہر پارک میں، ہر ہوٹل اور ہر بازار میں چلتے پھرتے قوم یاد آتی رہی اور وہ اس کے غم میں سوگوار رہے۔ وہ اس سارے سفر میں کسی بدعنوانی، کسی بد اخلاقی اور کسی عیاشی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ فرانس سے گذرتے ہوئے، انگلستان میں رہتے ہوئے، اعلیٰ سوسائٹی میں وقت بسر کرتے ہوئے۔ معزز انگریزوں سے ملتے ہوئے کبھی کسی حالت میں شراب کے پاس نہیں بھٹکے، کسی نے پیش کی تو صاف انکار کر دیا۔ نہایت پاک بازانہ زندگی انہوں نے انگلینڈ میں گزاری اور اسی پاک صاف حالت میں وَاپس آ گئے۔ اس سفر میں انھوں نے قوم کے سامنے اپنے اعلیٰ اخلاق اور اپنے بہترین کریکٹر کا ایسا عمدہ نمونہ پیش کیا کہ شاید ہی کسی نے پیش کیا ہو۔ قوم کا درد جب بہت ہی بری طرح دل میں اٹھا تو یہ دلدوز فقرات لکھ کر اپنے سفرنامے کو ختم کر دیا۔ ''یہ بات دیکھ کر کہ ہمارے ملک کے متمول اور دولتمند لوگ کیسی بری طرح اور بداخلاقی میں اور خراب عادتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہاں کے لوگ کیسی خوبی سے اپنی زندگی کو صرف کرتے ہیں، دل جل کر کباب ہو گیا۔ اب میں زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا کیونکہ مجھ کو کانپور کی مہیب آواز کا بڑا اندیشہ ہے (کانپور سے ایک اخبار ''شعلہ طور'' سرسیدؒ کی مخالفت میں نکلا کرتا تھا) اور مجھ کو اپنے ملک کے نہایت لائق اور عالی طبیعت اور تربیت یافتہ وشائستہ لوگوں کا جو اپنا نظیر کسی کو نہیں سمجھتے، برا مان جانے کا اندیشہ ہے۔ فاعتبرو یا اولی الابصار''۔

www.taemeernews.com

حرف آخر:

محترمی جناب سید امتیاز علی تاج 'ستارۂ امتیاز' ڈائرکٹر مجلس ترقی ادب کو جو عقیدت و محبت سرسیدؒ کے قابل قدر کارناموں اور ان کی تالیفات و تصنیفات سے ہے، دراصل وہی اس امر کا باعث ہوئی کہ سرسیدؒ کا یہ ناپید سفرنامہ منظر عام پر آسکا ورنہ سفرنامہ اور اس کے متعلق متعدد قیمتی تحریریں پرانے اخباروں کے فائلوں اور قدیم رسالوں کے جلدوں کے پوشیدہ ذخیروں میں دبی پڑی رہتیں اور کبھی کتابی شکل میں جمع اور مرتب ہوکر شائع نہ ہوسکتیں۔ لہٰذا تاج صاحب تمام اہل علم اصحاب کے شکریے کے مستحق ہیں جن کی ذاتی دلچسپی کی بدولت یہ نایاب تحریریں زیور طبع سے آراستہ ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے عہد میں مجلس ترقی 'ادب کو پیش ابیش علمی اور ادبی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تمہید کو ختم کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف بھی مجھے کرنا چاہئے کہ اگر برخوردار محمد احمد مولوی فاضل اس کام میں میری مدد نہ کرتے اور نہایت محنت سے سفر نامہ اور اس کی متعلقہ تحریروں کی نقلیں کرکے میرے بار کو ہلکا نہ کرتے تو شاید یہ سفرنامہ کبھی شائع نہ ہوسکتا کیونکہ کسی تحریر کو نقل کرنے سے زیادہ مشکل کام میرے لئے اور کوئی نہیں۔ میں نے اپنی طویل عمر میں ہزار ہا اوراق، تالیف و تصنیف کئے مگر عجیب بات ہے کہ اگر دو صفحے بھی نقل کرنے پڑ جائیں تو میری روح گھبرانے لگتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ناقابل برداشت مصیبت مجھ پر آپڑی خدا کا شکر ہے کہ برخوردار محمد احمد نے ان تحریروں کو نقل کرکے اس ''ناقابل برداشت مصیبت'' کو میرے سر سے ٹال دیا۔ فالحمد اللہ علیٰ ذالک۔

خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی
رام گلی نمبر ۳، لاہور

۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء

☆☆☆

www.taemeernews.com

مسافران لندن

یعنی

سفرنامۂ سید احمد خاںؒ بابت سفر لندن

ہمارے ایک دوست نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ ہم اپنے سفر لندن کا حال جہاں تک کہ ہم نے لکھا ہے ''تہذیب الاخلاق'' میں چھاپ دیں تا کہ وہ بھی بطور ایک سفرنامہ کے ''تہذیب الاخلاق'' کے ساتھ یک جا ہو جاوے۔

سید احمد

آغاز سفر

بنارس سے روانگی:

یورپ کا سفر اختیار کرنے سے چند روز پیشتر ہمارا ادھر جانا اور عزیز و اقربا، دوست، آشنا سے ملنا کچھ سفر میں داخل نہ تھا'۔ پہلی اپریل ۱۸۶۹ء روز پنج شنبہ کو ہم بنارس سے چلے۔

الہ آباد میں قیام:

دوسری تاریخ الہ آباد میں قیام کیا۔ ہمارے دوست مسٹر والٹر اسمتھ صاحب نے ریلوے اسٹیشن بنارس سے بچشم نم رخصت کرتے وقت محمد محمود کو جو سونے کی نہایت عمدہ ایک گھڑی بطور یادگار وقت رخصت دی تھی وہ ہمارے پاس میز پر رکھی ہوئی تھی اور محمودان کی محبت اور مہربانیوں کا ذکر کر رہا تھا اور ہم سب اس میں شریک تھے۔

اگر چہ ہمارے محبّ دلی سید ظہور حسین صاحب بنارس میں ہم سے ملنے آئے تھے اور ہم سب کو رخصت کر چکے تھے مگر عین اس وقت پر جب کہ مسٹر اسمتھ

www.taemeernews.com

صاحب کی محبت اور نشانی رخصت کا ذکر ہو رہا تھا ان کا آدمی پہنچا اور چاندی کی نہایت عمدہ ایک گھڑی مَلیب کی دوکان کی میرے لئے بطور نشان محبت کے لایا۔ تذکار محبت دو بالا ہو گئے اور ہر ایک شخص نے ایسے دل سے جو محبوں کی محبت کی یاد سے مشتعل تھا اور چشم نم کے اس پر پانی چھڑکنے سے محبت کا جوش اور بھی دھواں دھار ہو رہا تھا ان کو اور تمام دوستوں کو یاد کیا۔

لفٹنٹ گورنر یوپی سے ملاقات:

چار بجے میں جناب معلّی القاب انریبل سر ولیم میور صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر (ا۔ یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے لائف آف محمد لکھی ہے جس کا جواب دینے کے لئے سرسیدؒ نے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا۔ سرسیدؒ کے دینی غیرت کے جذبے کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے ایسے متعصب مصنف سے ملنے خود گئے اسماعیل) سے رخصت ہو کر اپنی فرودگاہ میں آیا۔ اتنے میں شب دیجور فرقت آ پہنچی اور دوستوں کو الوداع کہنے کا گھنٹہ دم بدم ہونے لگا۔ اس وقت یہ شعر ہمارے حسب حال تھا۔

غنیمت جان اس مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

ہوٹل میں جلسۂ احباب:

ہم نے گریٹ ایسٹرن ہوٹل کے اسی کمرے میں جس میں ٹھہرے ہوئے تھے کھانا مانگا۔ ہوٹل کے خدمت گاروں نے فی الفور میز کو آراستہ کیا۔ میں نے اور حامد ومحمود اور ہمارے شفیق رفیق سفر مرزا خدا داد بیگ اور میرے دلی محب مخدوم مولوی مہدی علی صاحب اور میرے پیارے مولوی زین العابدین صاحب نے ایک ساتھ میز پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔

www.taemeernews.com

مولوی مہدی علی کی احتیاط:

پکی ہوئی مرغی کی نسبت مولوی مہدی علی صاحب نے دریافت کیا کہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے یانہیں؟ معلوم ہوا کہ مسلمان کی ذبح کی ہوئی ہے۔

مسٹر گوڈال سے ملاقات:

تھوڑی دیر بعد میں اور حامد ومحمود مسٹر گوڈال صاحب اور مسز گوڈال صاحبہ سے رخصت ہونے گئے۔ وہاں ایک پیالہ چائے کا جونہایت چاہ سے بنائی گئی تھی پیا۔ ان دونوں نے ایک دل سوز محبت سے ہم کو رخصت کیا پھر ہم ریل کے اسٹیشن پر پہنچے اور جبل پور ٹرین میں اپنی جگہ لی۔

الہ آباد سے روانگی اور دوستوں کو الوداع:

ایسے وقت میں حال کا متغیر ہونا اور دل کا مستقل نہ رہنا جبلت انسانی کا لازمہ ہے جس کو قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی بلکہ حیوان کی بھی خلقت میں رکھا ہے۔ چنانچہ ہم نے اور ہمارے دونوں دوستوں نے حکیم مطلق کی اس حکمت کی اطاعت کی اور نگاہوں ہی نگاہوں میں اثر برق محبت ایک دوسرے کے دلوں سے پار ہوگیا۔ وللہ درّ من قال

از سینہ بسینہ جلوہ گلفش
وز دیدہ بدیدہ شاہ راہش

میں نے مولوی زین العابدین کے کان میں ایک بات کہی جس سے ان کا دل زیادہ متغیر ہوگیا اور مجھ کو یقین ہے کہ ایسے وقت کے اس کلمۂ خیر کو وہ ضرور یاد رکھیں گے۔ پھر ہم نے ان دونوں سے ہاتھ ملائے اور ایک نے دوسرے کو دعائے خیر دی اور کلمات مسنونہ وقت رخصت ادا کئے اور خدا حافظ کہہ کر رخصت کیا۔ ادھر وہ دونوں دوست بچشم گریاں پھرے اور دھر ہم بسینہ بریاں روانہ جبل پور ہوئے۔

www.taemeernews.com

جبل پور پہنچنا:

تیسری اپریل ۱۸۶۹ء کو ہم سب مسافر جبل پور میں پہنچے اور پامر ہوٹل کے دو کمرے لے کر آرام کیا۔ پامر صاحب کو بہت با اخلاق پایا۔ وہ ہمارے کمرے میں ہم سے ملنے کو آئے۔ ہم نے جبل پور سے ناگپور تک ڈاک کے بندوبست کی ان سے فرمائش کی۔

ہمارے انتظام سفر یورپ کی پہلی غلطی ہم کو یہ معلوم ہوئی کہ ہم نے پہلے سے جبل پور میں پہنچنے کی تاریخ مقرر نہیں کی تھی اور اسی سبب سے قبل پہنچنے جبل پور کے ڈاک کا کچھ بندوبست نہ کیا تھا۔ (۱- یہاں ڈاک سے مراد سواری کا انتظام ہے۔ اس زمانے مے جبل پور سے ناگ پور تک ریل نہیں تھی۔ اونٹ گاڑیوں یا بیل گاڑیوں میں سفر ہوتا تھا اور ان گاڑیوں کو شکرم کہتے تھے۔ اسماعیل)۔ ہم سمجھتے تھے کہ جب پہنچیں گے اس وقت یا پھر دو پہر بعد یا دوسرے دن مل جائے گی مگر یہ خیال بالکل غلط نکلا اور ہم کو گھوڑوں کی شکرم کی ڈاک جو مطلوب تھی نہ ملی۔ ہورڈ برادر نے جواب دیا کہ ستر ہویں تاریخ تک گھوڑے ڈاک کے خالی نہیں۔ جارڈین صاحب نے پاس سے بھی اسی قسم کا جواب ملا۔ اب تو ہم گھبرائے اور یقین ہوا کہ ہم نویں تاریخ تک بھی بمبئی نہیں پہنچ سکتے اور نہ کسی طرح دسویں تاریخ کا جہاز ہم کو مل سکتا ہے۔ مسٹر پامر صاحب کی صلاح سے ہورڈ برادر کے کارخانے میں سے بیلوں کی دو شکرمیں کرایہ کیں اور تیسری رات آٹھ بجے رات کے روانہ ہوئے۔ رستے میں کہیں توقف نہیں کیا۔

ناگ پور پہنچنا:

تین دن اور تین رات برابر چلے اور ایک سخت مشقت اٹھا کر چھٹی اپریل ۱۸۶۹ء کو شام کے وقت ناگپور میں پہنچے اور ریل کے اسٹیشن کے پاس (جو ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے) گئے۔ وہاں دیکھا کہ تمام کمرے انگریزوں اور میموں اور بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ایک چھوٹا سا کمرہ کونے کا اور گودام کے مکانوں میں ایک کمرہ

www.taemeernews.com

جس کو مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے درست کر لیا تھا خالی ہیں۔ ہم نے انہی کو غنیمت سمجھا اور دونوں کمروں میں اترے اور بیلوں کی شکرم کی مصیبت کا سفر ختم ہوا۔

الہ آباد سے جبل پور تک کا راستہ:

میں کبھی الہ آباد سے جنوب کی طرف نہیں گیا تھا۔ جب کہ ہم نے الہ آباد آدھی رات کے بعد چھوڑا اور صبح کو آنکھ کھلی تو ایک نئی قسم کا ملک اور نئی طرح کی سرزمین دکھائی دی۔ تمام زمین کالی پتھریلی تھی۔ جا بجا پہاڑوں کے ٹیبے (ٹیلے) اور کہیں کہیں قطاریں نظر پڑنے لگیں۔ کھپریل کے چھوٹے چھوٹے گھر کہیں پانچ کہیں سات کہیں دس بارہ کھلے میدان میں دکھائی دئے جو یہاں کے گاؤں تھے۔ صرف مہیر ایک اچھی بستی نظر پڑی، مکان بھی اچھے تھے، راجہ کے رہنے کا مکان خوبصورت دکھائی دیتا تھا، پتھر کی شہر پناہ بھی بہت خوبصورت معلوم ہوتی تھی، سب سے اونچے پہاڑ کے ٹیلے کی چوٹی پر مہیر دیوی کا مندر تھا جس کے نام سے یہ بستی کہلاتی ہے یا بستی کے نام سے وہ دیوی پکاری جاتی ہے۔

جبل پور سے ناگپور تک کا پر صعوبت سفر:

جبل پور سے ناگپور تک بڑی تکلیف سے راستہ طے ہوا۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ بیلوں کی شکرم سواری کو تھی جو ہائے ہائے ہانکو ہانکو کرنے پر بھی بڑھیا کے چرخے سے بھی آہستہ چلی تھی۔ کھانے کی راستے میں بہت تکلیف تھی اور پانی کی اس سے بھی زیادہ بسبب خشک سالی کے تمام کنوئیں خشک ہو گئے تھے۔ بعضوں میں تو مطلق پانی نہ تھا اور بعضوں میں اس قدر رستا تھا کہ دس بیس منٹ میں ایک لوٹا بھر سکیں اور بعضوں میں پینے کے لائق پانی مل سکتا تھا۔ اکثر جگہ خشک کنوئیں کھود کر اور گہرے کئے جاتے تھے۔ غرضکہ پانی کی بہت قلت تھی۔ علاوہ اس کے دن کی دھوپ اور گرمی اور ہوا بند ہونے پر جس کی حبس اور ہوا چلنے پر گرم ہوا کی دقت اور لو کی کیفیت اور بھی

www.taemeernews.com

زیادہ تکلیف دیتی تھی۔

جبل پور سے ناگپور تک رستہ طے کرنے میں اول ہمیں جبل پور کے نیچے نربدا دریا ملا۔ ایک نہایت اتار اور ڈھلوان گھاٹی کو طے کر کے قعر زمین میں پہنچے تب پانی کی صورت دکھائی دی۔ ساٹھ ستر فیٹ سے زیادہ عرض نہ تھا اور پانی صرف گھٹنوں گھٹنوں۔ اس پر چند کشتیوں کا پل، جن کا طول ہمارے ملک کی کشتیوں کے عرض سے بھی کم تھا بندھا ہوا تھا۔ اس پل پر سے اترے اور جس قدر ڈھلاؤ اترے تھے اسی قدر چڑھائی چڑھے۔ دو بیلوں اور دو بھینسوں نے شکرم کو کھینچ کر اوپر پہنچایا۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ دریا برسات میں اونچے کڑاڑے تک بھر جاتا ہے اور بڑا قہر دریا ہوتا ہے۔

پانچ پانچ میل کے فاصلے پر بیلوں کی چوکی تھی جہاں شکرم کے بیل بدلے جاتے تھے۔ جبل پور سے دھومان کی چوکی آٹھویں چوکی تھی۔ قریب ایک بجے کے وہاں پہنچے۔ اس جگہ ایک ڈاک بنگلہ ہے۔ وہاں بھی بہت سے انگریز اور میم اور بچے اترے ہوئے تھے۔ ہم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور بازار سے دودھ منگا کر پیا۔ نہایت عمدہ اور شیریں اور گاڑھا دودھ تھا۔ خانساماں سے ایک مرغی مول لی اور چھیجو نے اس کا قورما پکایا اور خانساماں نے اپنے گھر سے پراٹھے پکوائے۔ وہ سب لے کر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور شکرم میں بیٹھے ہوئے کھاتے چلے۔

جبل پور سے ناگپور تک آنے میں تین ضلعے راہ میں پڑے: سیونی، دیولا پار، کامپتی۔ سڑک جو جبل پور سے ناگپور تک ہے اگرچہ بخوبی بنی ہوئی ہے۔ کنکر کوٹا ہوا ہے، جا بجا ندی نالوں کے پل بنے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ ملک اور سرزمین ایسی ہے کہ وہاں عمدہ، سیدھی، ہموار سڑک ہونی غیر ممکن ہے۔ پہاڑوں اور نالوں اور ندیوں اور بیھڑوں میں ہو کر سڑک جاتی ہے اور اس سبب سے خراب اور تکلیف دہ ہے۔ کسی جگہ ایک میل بھی سڑک ایسی نہیں ہے جس میں گزوں اور بانسوں کی چڑھائی اترائی نہ ہو اور پہاڑوں اور غاروں کے کنارے پر نہایت پیچدار اور چکردار سڑک ہے۔ ڈاک کی شکرم اور کاٹ میل کا بے تکلف دوڑائے جانا نہیں ہو سکتا اور اسی اونچائی اور نیچائی اور

www.taemeernews.com

کج و پیچ کے سبب شکرم میں اور کاٹ میلمیں گھوڑوں کی جوڑی جوتی ہے اور کہیں کہیں چڑھائی پر دو دو اور چار چار بیل یا بھینسے کھینچتے ہیں۔

تینوں ضلعوں کے صدر مقاموں سے ہماری شکرم گذری مگر کچھ رونق نہ تھی اور نہ کچھ بڑی آبادی تھی، الا صدر مقام ضلع کامپتی کافی الجملہ خوبصورت اور بارونق تھا۔ کامپتی مشہور دریا ہے۔ اس کے ایک کنارے پر کامپتی کی بستی ہے اور دوسرے کنارے پر چھاؤنی اور انگریزوں کے بنگلے و کوٹھیاں۔ دریائے کامپتی ان دنوں میں خشک تھا، ٹخنے ٹخنے پانی ہوگا؛ بلیاں گاڑ کر تختوں کا پل بنا دیا تھا اور دریا کی سطح میں لکڑی والوں نے دکانیں لگا رکھی تھیں۔ اس چھاؤنی میں ایک گورنمنٹ باغ نظر پڑا جو فی الجملہ خوبصورت اور آراستہ تھا۔ دو چھوٹے چھوٹے خوبصورت ٹیبے پہاڑ کے اس میں تھے، بڑے پڑاوے کے برابر اونچے اور نصف برج کی مانند گول۔ اس پر چڑھنے کے لئے چکر دار سڑک بطور روش کے بنائی ہے اور ان کی چوٹی پر چھوٹا سا خوبصورت چمن لگا کر کرسیاں اور کوچیں بیٹھنے اور سیر کرنے ہوا کھانے کو ڈال رکھی ہیں۔ مگر افسوس کہ پانی کے نہ ہونے سے سارا باغ پژمردہ اور سست تھا۔

ناگپور سے بمبئی روانگی:

ناگپور سے ساتویں تاریخ آٹھ بجے دن کے ریل پر سوال ہوئے اور آٹھویں تاریخ قریب دوپہر کے بمبئی پہنچے۔

بمبئی ریلوے کی حالت:

گاڑیاں درجہ اول و دوم و سوم و چہارم یہاں جاری ہیں مگر ہم ایکسپرس ٹرین میں سوار ہوئے جس میں تین درجے تک کی گاڑیاں تھیں، صرف چوتھا درجہ نہ تھا۔ چوتھا درجہ بالکل تیسرے درجے کی مانند ہے؛ صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں بیٹھے کے لئے تپائیاں نہیں ہیں اور مسافر چوتھے درجے میں بہ نسبت تیسرے درجے کے زیادہ بٹھائے جاتے ہیں۔ فرسٹ کلاس ہمارے ملک (یوپی) کے فرسٹ کلاس سے کچھ تھوڑا

www.taemeernews.com

سا مختلف ہے؛ گاڑیوں کی صورت میں بھی کچھ فرق ہے، آنے جانے کا بیچ میں دروازہ ہے۔ ہمارے ملک کی گاڑیوں کی نسبت ان میں خوبی تو یہ ہے کہ ہر گاڑی میں ایک چھوٹا سا کمرہ جائے ضرور کا اور منہ دھونے کا بنا ہوا ہے اور برابر پمپ سے پانی آتا ہے۔ اور نقص یہ ہے کہ پلنگ سونے بیٹھنے کے عرض میں کسی قدر پتلے ہیں مگر نہ اس قدر کہ اس سے کچھ تکلیف ہو۔

ریل کا کارخانہ اور ریل کے اسٹیشن ہماری طرف کے کارخانوں سے نہایت کم ہیں اور ہر جگہ غریبی اور روپے کی تنگی پائی جاتی ہے۔ بعض بعض مقام پر ایسے اسٹیشن ہیں جیسے ہماری طرف کے چوکیداروں کے مکان اور عمدہ اسٹیشنوں میں صرف کھپریل کا بنگلہ ہے جس میں چند فٹ مربع کا ایک کمرہ اور اس کی بغلوں میں دو ایک چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔

ہم نے جب اول اول ریلوے کی یہ حالت دیکھی تو ہمارے دل میں ریلوے کی ایک حقارت بیٹھی مگر جوں آگے بڑھنے لگے اسی قدر قدر و منزلت ریلوے کی اور نہایت لیاقت اور قابلیت انجینیر وں کی دل میں سماتی گئی اور بمبئی پہنچنے تک ایسی عزت اور قدر و منزلت بمبئی ریلوے کمپنی کی ہمارے دل میں بیٹھی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ یہ ساری سڑک بمبئی تک پہاڑوں میں گذری ہے۔ ریل کی سڑک میں بیسیوں فٹ کا ڈھلاؤ اور اونچان نیچان ہے۔ ایک مقام پر بہت دور تک ساٹھ فٹ طول میں ایک فٹ کے حساب سے ڈھلاؤ تھا۔ ان تمام ڈھالوں میں ٹرین دوڑتی ہے اور تمام چڑھاؤں میں بے تکلف چڑھتی ہے۔ علاوہ اس کے بیسیوں جگہ گول چکر کھا کر پہاڑ پر چڑھتی ہے اور بیسیوں جگہ سانپ کی طرح لہراتی ہوئی چلی ہے۔ پہاڑوں کا کاٹنا اور پہاڑوں میں نقبوں (سرنگوں) کا لگانا اور غاروں کو بند کرنا اور کہیں ان پر پل باندھنا، ایسے ایسے مشکل کام بمبئی ریلوے کمپنی کو پیش آئے ہیں جو بیان نہیں ہو سکتے۔ پہاڑوں میں متعدد جگہ نقب (سرنگ) ہے مگر دو جگہ نہایت لمبی ہے؛ شاید قریب دو دو میل کی لمبی ہو۔ تمام نقبوں میں دوہری سڑک ہے اور بے تکلف ایک گاڑی آتی ہے اور ایک جاتی

www.taemeernews.com

ہے۔ جب نقب میں ٹرین داخل ہوتی ہے جیسے چوہا اپنے بل میں تو اس قدر اندھیرا ہوجاتا ہے کہ آدمی کو آدمی اور ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ ان نقبوں میں جس قدر کام ہوا ہے دن کو چراغ جلا جلا کر ہوا ہے۔ ان کاموں کو دیکھنے سے ایسا خیال گذرتا ہے کہ انسان کے یہ کام نہیں ہیں اور قیاس میں نہیں آسکتا کہ کسی قدر روپیہ بمبئی کمپنی کا ان کاموں میں خرچ ہوا ہوگا۔ اس پر پانی کی مصیبت اور زیادہ ہے؛ نہ پانی پینے کو میسر تھا نہ عمارت کے کام کو، سینکڑوں نل اور پمپ لگا کر خدا معلوم کہاں کہاں سے اور کتنی دور سے پانی لائے ہیں۔ حقیقت میں بمبئی ریلوے کمپنی کو صرف پانی بہم پہنچانے میں جو مشکل پیش آئی ہوگی ایسٹ انڈیا ریلوے کو کسی کام میں اس قدر مشکل نہ پڑی ہوگی۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بمبئی ریلوے کی نہایت قدر و منزلت ہمارے دل میں بیٹھی اور فی الحقیقت ریلوے کی ہنرمندی یا عجائبات جس کو دیکھنے ہوں، وہ بمبئی ریلوے کو دیکھے۔

یہ بات تو ہر کوئی خیال کرسکتا ہے کہ جب ریل چڑھائی پر چڑھتی ہوگی تو آگے پیچھے دو انجن زور دینے کو لگائے ہوئے ہونگے مگر اس بات کا سمجھنا شاید مشکل ہو کہ جب ڈھال پر ٹرین لڑھکتی ہے اور خصوصاً اس بڑے ڈھال پر جو ساٹھ فٹ طول میں ایک فٹ کا ڈھال ہے اور وہ سڑک سیدھی بھی نہیں بل کہ منحنی ہے تو کون ٹرین کو تھامتا ہوگا مگر نہایت عمدہ ترکیب ڈھال پر سے ٹرین کے اتارنے کی دیکھی۔ ہر ایک گاڑی میں وہ کل لگی ہوئی ہے جس کے پیچ پھرانے سے پہیہ پھرنے سے بند ہوجاتا ہے۔ اس کل کے ذریعہ سب گاڑیوں کے دو دو پہیے بند کردیتے ہیں اور ایک اور قسم کا انجن لگاتے ہیں جو پیچھے زور دئے رہتا ہے اور تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا ہے اور اتنے بڑے بڑے ڈھالوں پر سے نہایت آہستہ آہستہ ٹرین ڈھلکتی ہوئی اترتی آتی ہے۔

اسٹیشنوں پر پانی کی سبیلوں کا انتظام اور اپنے اہل ملک کی حالت پر افسوس:

جب ہم بلگام کے اسٹیشن پر پہنچے تو ہم نے تین برہمنوں کو (جن میں سے

www.taemeernews.com

ایک معزز معلوم ہوتا تھا اور پوشاک بھی معقول پہنے ہوئے تھا) دیکھا کہ لوگوں کو نہایت تمیز و صفائی سے پانی پلا رہے ہیں اور پانی بھی نہایت عمدہ صاف میٹھا بہت ٹھنڈا باسی ہے۔ وہ معزز برہمن پکارتا ہے کہ ریل والو! بہت ٹھنڈا میٹھا پانی ہے؛ پینے والوں پانی پیو، بہت ٹھنڈا پانی ہے۔ برتن بھی ان برہمنوں کے جن سے وہ پانی دیتے تھے نہایت ہی اچھے اور صاف خوبصورت تھے۔ اگرچہ شاید یہ انتظام بالتخصیص ہندوؤں کے آرام کے واسطے ہو مگر وہ سب کو پانی دیتے تھے اور تمام مسافروں کو نہایت آرام تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہم متعجب ہوئے۔ جب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ جیون رام جادو اسیٹھ ساکن کامپتی نے اس اسٹیشن پر دھرم کے لئے پو (سبیل) بٹھائی ہے اور پانی پلانے کا بندوبست کیا تا کہ مسافروں کو اور بالتخصیص ہندوؤں کو تکلیف نہ ہو اور اسی سبب سے ایسا عمدہ سامان اور ایسا اچھا باسی ٹھنڈا پانی ہے۔ یہ بات مجھے نہایت پسند آئی اور دل میں بیٹھ گئی اور جب زیادہ تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ ہر اسٹیشن پر جو کسی قصبہ یا شہر کے متصل ہے کسی خاص مہاجن نے ورنہ اس شہر یا قصبہ کے دوکان داروں نے آپس میں چندہ کر کے پو بٹھا رکھی ہے اور پانی پلانے کا بندوبست کر رکھا ہے۔ چنانچہ ہر ایک اسٹیشن پر ہم کو چندے کی بٹھائی ہوئی پوملی، الا ویسی خوبی اور خوش اسلوبی اور پانی کی احتیاط دوسری جگہ نہ تھی۔ اس وقت مجھے اپنے ملک پر افسوس آیا۔ کیا ہمارے غریب شہر علی گڑھ اور ہاتھرس کے لوگ ایسے نہیں ہیں جو اپنے اپنے شہر کے اسٹیشنوں پر ایسا عمدہ بندوبست کریں؟ اور کیا آگرہ کے متمول ٹونڈلہ کے اسٹیشن پر اور بنارس کے دولت مند مغل سرائے کے اسٹیشن پر ایسا بندوبست نہیں کر سکتے؟ افسوس ہے کہ وہ لوگ صرف اپنا ہی برف کا پانی پی لینا دنیا کی تمام نعمت سمجھتے ہیں۔ زندگی اور مال و دولت اپنے آرام کو نہیں ہے بلکہ اوروں کو آرام پہنچانے کے لئے ہے۔

اس طرف کی ریل پر پارسی اور ناگر اور دکھنی لوگ ایسی کثرت سے نوکر ہیں جیسے کہ ہماری طرف بنگالی ہیں اور یہی حال تمام سرکاری دفتروں کا ہے۔

www.taemeernews.com

الہ آباد سے بمبئی تک اردو کا رواج:

بندہ نے الہ آباد سے بمبئی تک کیا گاؤں میں اور کیا جوکیات میں اور کیا ریل پر اور کیا گورنمنٹ کے اہل کاروں اور ہر ایک محکمے کے چپراسیوں اور ہر ایک جگہ کے قلیوں سے اردو میں گفتگو کی۔ سب لوگ ہر جگہ بخوبی سمجھتے تھے اور اردو ہی میں جواب دیتے تھے۔ بعض بعض لفظوں کے مکرر سمجھانے کی اور زیادہ تر آسان طور پر بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ کچھ شبہ نہیں کہ تمام ہندوستان میں اردو زبان اسی طرح سمجھی اور بولی جاتی ہے جیسے تمام یورپ میں فرنچ بل کہ اس سے بھی زیادہ مروج ہے؛ مگر میں نے ہر چند تلاش کیا وہ قدیم بھاشا جس کا رواج الہ آباد ایسوسی ایشن چاہتی ہے کہاں ہے لیکن وہ مجھ کو کہیں نہیں ملی۔

لطیفہ:

ایک اسٹیشن سے مجھے تار میں خبر بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ میں نے پرچۂ پیام انگریزی میں لکھا ہوا تار گھر میں دیا اور ایک ناگر نے جو خبر بھیجتا تھا لے لیا اور حساب کر کے تین روپے طلب کئے جو درحقیقت صحیح محصول اس کا تھا۔ چنانچہ میں نے تین روپے دے دئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ناگر میرے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں تمہارا ایک روپے کا فائدہ کردوں تو آٹھ آنے مجھے دے دوگے؟ میں نے کہا کہ کیوں کر؟ اس نے کہا کہ دو لفظ اس خبر میں بلا نقصان مضمون کم ہو سکتے ہیں اور ان کی کمی سے صرف دو روپے محصول رہ جاوے گا، اس میں کمپنی کی کچھ چوری نہیں؛ میں نے اپنی عقل سے تمہارا ایک روپہ بچایا، اس کے عوض میں آٹھ آنے چاہتا ہوں ''نصف لی ونصف لکم''۔ اس کی اس بات نے مجھے عجیب مزا دیا اور میں نے دو لفظ کاٹ دئے۔ روپیہ پھیر لیا اور آٹھ آنے اس کی دانائی اور اپنی حماقت کے نذر کئے۔

اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ:

جبل پور سے بمبئی تک تمام جنگل و پہاڑ نہایت بے رونق تھے بجز انبہ کے

www.taemeernews.com

درختوں کے اور کسی درخت میں ایک پتا بھی نہ تھا؛ صرف سوکھی سنٹیاں (شاخیں) دکھائی دیتی تھیں، گھاس بھی خشک ہوگئی تھی۔ سامنے جنگل و پہاڑ نہایت بھیانک اور وحشت خیز معلوم ہوتے تھے مگر لوگ کہتے ہیں کہ برسات میں اور اچھے موسم میں بہت خوش نما اور سرسبز ہوتے ہیں۔

بمبئی پہنچنا:

تمام مسافر فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے جو بمبئی جاتے ہیں وہ ایک اسٹیشن درے یعنی بائی کلا اسٹیشن پر اترتے ہیں کہ یہاں سے ہوٹلیں اور شہر قریب پڑتا ہے، اس لئے ہم نے بھی بائی کلا اسٹیشن تک کا ٹکٹ لیا تھا اور وہیں اترے۔ جوں ہی ہم اسٹیشن میں داخل ہوئے ہم نے اپنے مہربان دوست مسٹر نوروجی پارسی کو اور اپنے شفیق مرزا محمد علی بیگ کو اسٹیشن پر کھڑا پایا۔ وہ ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ادھر ہم ان کو دیکھ کر خوش ہوئے ادھر وہ ہم کو دیکھ کر خوش ہوئے؛ مگر جب ہم گاڑی پر سے اترے اور دیکھا کہ مرزا محمد علی بیگ بسبب ناموافقت آب و ہوائے ناگپور و بمبئی بہت دبلے و ضعیف ہوگئے ہیں اور ان کا دل بھی بشاش بشاش نہیں ہے بلکہ نہایت افسردہ و پژمردہ ہے تو ہم کو نہایت رنج اور افسوس ہوا۔ مسٹر نوروجی نے ہم پر بڑی مہربانی کی: فی الفور اسباب ہمارا اپنے ایک آدمی کی سپردگی میں کیا اور چھکڑے پر لدوا کر ہوٹل کو روانہ کیا اور دو گھوڑوں کی پالکی گاڑی ہمارے لئے موجود تھی اور وہ خود ہمارے ساتھ ہوئے اور پالن جی کے ہوٹل میں پہنچا دیا۔

ہوٹل کا انتظام:

پالن جی ہوٹل نہایت عمدہ و معزز اور بہت بڑا ہوٹل ہے: فرش فروش سے آراستہ ہے، سونے کے لئے عمدہ عمدہ پلنگ اور پردے دار مسہریاں لگی ہوئی ہیں، ہر کمرے میں اور ہر جگہ گیس کی روشنی ہوتی ہے، جائے ضرور اور غسل خانہ سب ولایت انگلستان کے نمونہ پر بنا ہوا ہے، ہر ایک جگہ پمپ اور نل کے ذریعے سے دو منزلہ و سہ منزلہ مکانوں میں بھی از خود پانی پہنچتا ہے، خدمتی حاضر باش اور غریب فرماں بردار اور

www.taemeernews.com

اپنے کاموں میں ہوشیار ہیں مگر سب کے سب ہندوستانی عیسائی ہیں۔محمد محمود نے ان سے کہا کہ ہمارے لئے بغیر ذبح کی ہوئی مرغی مت پکانا۔انھوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ مرغی وکبوتر کو ذبح کر کے پکاتے ہیں اور باقی گوشت مسلمان قصاب لاتا ہے، ہر وقت ہوٹل میں متعدد قسم کا عمدہ کھانا تیار رہتا ہے۔بہت سے انگریز بھی ٹھہرے ہوئے تھے مگر ہم نے دو کمرے اس ہوٹل میں لئے، چار پلنگ ان میں آراستہ ہوئے۔ہم وہاں نہائے دھوئے کپڑے بدلے اور میں اور حامد اور مرزا خداداد بیگ دو گھوڑوں کی گاڑی میں سوار ہو کر شہر و بازار کو روانہ ہوئے۔

جہاز وغیرہ کے ٹکٹوں کی خرید:

اول ہم گنیش داس کشنا جی کی دوکان پر گئے اور ان کے گماشتے کو ہنڈویاں دے کر روپیہ چاہا۔مالک کوٹھی وہاں نہ تھے گماشتے نے نوٹ اور ہنڈویاں ایک برہمن کے سپرد کر کے ہمارے ساتھ کیا کہ سیٹھ جی کے پاس لے جاؤ جو قلعہ کی کوٹھی میں گئے ہیں؛ چنانچہ ہم وہاں گئے۔سیٹھ جی بہت خاطر تواضع اور اخلاق سے پیش آئے اور ہنڈویوں پر بھر پائے لکھوا کر نوٹ ہمارے حوالے کئے اور ایک آدمی دیا کہ کوہم کو پی اینڈ او کمپنی جہاز کا دفتر بتلا دے۔ہم نے ان کا شکر ادا کیا اور کمپنی کے دفتر میں آئے۔ وہاں کے منیجر صاحب نے چند خطوط و چٹھیات وغیرہ کاغذات جو احباب نے ہمارے نام ان کے پتے سے بھیجے تھے سب حوالہ کئے۔ہم نے نوٹ کرایۂ جہاز کے ان کو دئے اور چٹھی رسید کرایۂ جہاز اور ٹکٹ ہائے ریل عملداری مصر جو سویز سے اسکندریہ تک پڑے گی ان سے لے لئے۔

مصر کی ریل کے ٹکٹ انگریزی میں چھپے ہوئے بطور بیاض کے منیجر صاحب کے پاس موجود تھے، صرف نام کا خانہ خالی تھا اور اس پر ڈائریکٹر ریلوے مصر کی مہر عربی زبان و عربی خط میں ثبت تھی۔ہم نے ہر چند کوشش کی کہ اس مہر کو پڑھیں مگر ہم سے نہیں پڑھی گئی۔غالباً اس میں یہ الفاظ ہیں۔

www.taemeernews.com

عمومی المرور و السکه

منیجر صاحب نے ان پر ہمارا نام لکھ کر ہم کو دے دیا اور نصف ثمنی بیاض میں لگا رکھا۔ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ سفید رنگ کا اور سیکنڈ کلاس کا جو چھجو کے لئے لیا ہے سرخ رنگ کا ہے ہمارے پاس الہ آباد کے نوٹ تھے ہم نے وہ دینے چاہے منیجر صاحب نے کہا کہ اول ان کو ٹریزری سے بدلوالو؛ وہاں بغیر بٹے کے بدل جاوینگے تب بمبئی میں خرچ کرنا۔

دہلی کے ایک بزرگ سے ملاقات اور علمی گفتگو:

شام کے وقت میں اور محمود اور مرزا خداداد بیگ پھر سوار ہوئے اور بھنڈی بازار میں مرزا محمد علی بیگ صاحب سے ملنے کو گئے۔ ان سے ملاقات ہوئی اور ہم سب ایک کتب فروش کی دکان پر بیٹھ گئے اور بازار کی اور لوگوں کے آنے جانے کی سیر دیکھا کئے۔ وہاں میر اشرف علی ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ہمارا وطن اور یہ کہ ہم کہاں جاتے ہیں پوچھا۔ جب کہ انھوں نے جانا کہ ہم دہلی کے رہنے والے ہیں تو انھوں نے دہلی کے لوگوں کا حال پوچھا اور سید الاخبار کا جو ایک زمانے میں ہمارے ہاں سے باہتمام سید عبدالغفور پدر حافظ عبدالرزاق مہتمم اخبار سائنٹفک سوسائٹی نکلتا تھا ذکر کیا اور کہا کہ سید احمد ایک ایسے شخص دہلی میں تھے جنہوں نے 'رسالۂ تسہیل فی اعمال جر الثقیل' اور 'رسالہ نتائج الافکار فی اعمال الفرجار' اور 'آثار الصنادید' لکھی اور جو دا لدولہ ان کا خطاب تھا؛ اب وہ کس طرح ہیں اور کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ فضل الٰہی سے بہت خوش وخرم ہیں اور آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ وہ دفعۃً کھڑے ہو گئے اور نہایت خوشی اور شوق سے مصافحہ کیا اور بغل گیر ہوئے اور دیر تک کچھ ریاضی کی اور کچھ مسائل فقہ کی اور تقلید وغیرہ کی باتیں کرتے رہے۔

www.taemeernews.com

مسجد میں ادائے نماز کی دلچسپ کیفیت:

اسی دکان کے قریب ایک مسجد ہے جو نواب کی مسجد کہلاتی ہے، اس میں مغرب کی نماز کی اذان ہوئی۔ ہم لوگ نماز کو اٹھے اور محمود بھی نماز کے لئے ہمارے ساتھ ہوا۔ چلتے وقت مجھ کو خیال ہوا کہ ہماری قطع اور وضع لباس دیکھ کر ضرور لوگ متعجب ہوں گے مگر وہاں دیکھا کہ بہت سے آدمی ہماری سی سرخ ترکی ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اتنا تو لوگوں نے دیکھا کہ کوئی شخص نماز کو آیا مگر اس کے سوا اور کچھ خیال بھی کسی نے نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوا کہ اکثر ترک ان مسجدوں میں نماز کو آجاتے ہیں اور ان کی وضع اور لباس بالکل ہمارا سا ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کو کچھ تعجب نہیں ہوا۔

مسجد کا امام شافعی مذہب تھا۔ نمازی جو قریب سوا سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ہوں گے نصف سے زائد شافعی مذہب تھے (شاید ان میں کوئی غیر مقلد بھی ہو)، امام کے پیچھے الحمد پڑھتے تھے اور پکار پکار کر آمین کہتے تھے۔ میری بھی خوب بن آئی اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ نہایت دلی صدق سے پکار پکار کر آمین کہی، حتیٰ اِهتز المسجد۔ تعجب یہ ہے کہ محمود نے بھی جو اب تک حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھتا ہے پکار پکار کر آمین کہی۔ مسجد سے نکلنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیوں پکار کر آمین کہی؟ اس نے کہا کہ بہت سے مسلمان کہہ رہے تھے، میرے دل نے بھی چاہا، میں نے بھی پکار کر آمین کہی۔ (ا-سرسیدؒ مشرب کے لحاظ سے شافعی تھے اسماعیل)۔

میں نے کہا بارك الله وجزاك الله ورزقك الله تقليد النبى الكريم و نجاك الله من التزام تقليد غير ه فانه شرك فى صفة النبوة التى ختمها الله تعلى على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم۔

مسٹر سہراب جی سے ملاقات:

نویں اپریل کو ہمارے دوست مسٹر سہراب جی نے بمبئی کے نہایت عمدہ انبہ ہم کو بھیجے اور نو بجے خود بھی ملاقات کو آئے اور ہم چاروں آدمی ان کے ساتھ ان کی

www.taemeernews.com

کوٹھی واقع قلعہ میں گئے۔ سہراب جی بمبئی کے پارسیوں میں نہایت مشہور اور دولت مند آدمی ہیں اور ان کی بہت بڑی کوٹھی تجارت کی ہے اور بہت بڑا آفس اور بہت بڑا کارخانہ ان کا ہے۔ وہ خود بھی ۱۸۶۲ء میں واسطے انجام بعض امور متعلق تجارت کے لندن میں گئے تھے۔ گجراتی ان کی اصل زبان ہے اور انگریزی خوب جانتے ہیں اور اردو بھی بہت خاصی بولتے ہیں۔ نہایت با اخلاق اور مسافر نواز ہیں۔ ہمارے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ جبکہ ۱۸۶۸ء میں سہراب جی نوروز جی ہندوستان کی سیر کو آئے تھے تو بنارس میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ چونکہ آج ہم کو بہت کام تھے اور متعدد محکموں میں جانا تھا، تھوڑی دیر بعد ہم ان سے رخصت ہوئے۔ انھوں نے نہایت مہربانی سے اپنا جمعدار جو نہایت عمدہ سیاہ بانات کی سنہری لیس دار وردی پہنے ہوئے تھا اور تمام مقاموں اور محکموں سے واقف تھا ہمارے ساتھ کیا۔

روانگی ولایت کے متعلق بعض ضروری انتظام:

اول ہم ٹریزری میں گئے اور الہ آباد نوٹوں کو بمبئی نوٹوں سے بدلوایا۔ مبادلے کے افسر نے پوچھا کہ تم جہاز کے مسافر ہو؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے نوٹ لے لئے اور ایک پرچہ لکھ کر دوسری جگہ بھیج دیا اور بمبئی نوٹ آ گئے۔

پھر ہم نے سو ساورن خرید کئے۔ چار آنے فی ساورن مبادلہ دینا پڑا اور اس طرح پر سو ساورن ہمارے پاس آ گئے۔ ان دنوں میں اورینٹل بنک میں ساتھ آنے فی ساورن مبادلے کا بھاؤ تھا۔

وہاں سے اٹھ کر ہم اکاؤنٹنٹ کے دفتر میں گئے اور سارٹیفکیٹ تنخواہ کا جو ولایت میں انڈیا آفس سے تنخواہ ملنے کا تھا بدلوایا اور دس دن کی تنخواہ کا بل بتعداد ایک سو بتیس روپے کئی آنے کا لیا اور پھر ٹریزری میں آن کر اس کا روپے وصول کیا۔

پہلی مرتبہ سمندر کی سیر:

ان سب کاموں سے فراغت ہو کر سب کی صلاح ہوئی کہ بڑودہ دخانی

www.taemeernews.com

جہاز کو جس پر ہم سوار ہوں گے دیکھنے چلو۔ چنانچہ ہم سب میز یگان بندر پر آئے جہاں بڑودہ دخانی جہاز لنگر ڈالے ہوئے ہم نے دیکھا کہ کنارے سے تخمیناً دو میل فاصلے پر وہ جہاز کھڑا ہے۔ ہم نے ایک چھوٹی سی کشتی جسے یہاں کے لوگ بوٹ کہتے ہیں آمد و رفت کے لئے دو روپے پر کرایہ کی۔ اس میں سوار ہوئے اور پہلی مرتبہ سمندر میں قدم رکھا، چلو میں ذرا سا پانی لے کر چکھا۔ نعوذ بالله منها۔ منہ پر رکھا نہیں جاتا بالکل ایسا مزا ہے جیسے کہ پانی میں نہایت کھاری اور شور نمک گھول دیا ہو۔ سبحانه و تعالی شانه۔

جاتے وقت ہوا موافق تھی اور ملایم بھی تھی۔ اس پر بھی وہ بادام کے آدھے چھلکے برابر کشتی ایسی کروٹیں لیتی تھی کہ کبھی یہ کنارہ اور کبھی وہ کنارہ پانی کے برابر ہو جاتا تھا۔ ملاح نے اسی کشتی میں بادبان چھوڑا اور موافق ہوا کے دھارے پر چھوڑ فی الفور بڑودے تک پہنچا دیا۔ ہم سیڑھی پر سے بڑودے پر چڑھے اور اندر جا کر سیر کی۔ جہاز کو اور جہاز کے کمروں کو مثل بادشاہی محل کے آراستہ پایا۔ عمدہ عمدہ میزیں اور کرسیاں اور جا بجا شیشے کی جڑی ہوئی لالٹینیں اور چھوٹے چھوٹے آراستہ کمرے ضروری سامان سے سجے ہوئے تیار تھے۔ تھوڑی دیر ہم نے وہاں کی سیر کی اور پھر اپنے اسی بادام کے آدھے چھلکے پر سوار ہو کر شہر میں آنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت ہوا تند ہو گئی تھی اور آتے وقت مخالف بھی تھی اور اس ظالم ملاح نے منع کرتے کرتے بادبان کشتی کا کھینچا اور بولا کہ تھوڑا چکر دے کر ابھی پہونچاتا ہوں، کھینے میں بڑی محنت ہو گی اور بہت دیر لگے گی غرضکہ کشتی اور سمندر کی جانب چلی اور وہ بادبان کو محرف کر کے کشتی کو قریب تین چار میل کے اوپر چڑھا کر لے گیا۔ ہوا کے صدمے سے کشتی لوٹ پوٹ ہو ہو جاتی تھی اور لہروں کے مارے اونچی اٹھتی تھی اور نیچے گرتی تھی۔ ہم لوگ جامنوں کی طرح ہلتے تھے؛ کبھی اس کنارے سے ٹکراتے تھے، کبھی اس کنارے جھک جاتے تھے۔ اگرچہ ہم میں سے کوئی خوف زدہ نہ تھا، آپس میں ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے اور جب کشتی ٹیڑھی ہوتی تھی تو ہنس ہنس کر کوئی اوا و کہتا تھا، کوئی بسم اللہ کہتا کوئی اللہ اکبر کہتا تھا اور

www.taemeernews.com

ملاح کہتا تھا تم ڈرو مت اگر کشتی کا ایک سرا پانی کے اندر چلا جائے اور پھر نکلے اور بیٹھ جاوے یا کشتی لہر پھر جاوے تو بھی کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ آخر کہاں لئے جاتا ہے؟ وہ یہی کہتا تھا کہ تھوڑی دور اور چلو۔ غرض کہ کئی میل اوپر لے جا کر اس نے کشتی کو سیدھا گھاٹ کی طرف چھوڑا اور بہت جلد گھاٹ پر آ لگایا۔ قریب چھ سات میل کے چکر دیا ہوگا۔ آج کے سوا کبھی تمام عمر نہ ہم نے اتنا چوڑا اور اس قدر عمیق پانی دیکھا تھا، نہ اتنی چھوٹی کشتی میں بیٹھے تھے، نہ ایسی سخت ہوا اور اتنی بڑی موجوں میں پڑے تھے۔

چلنے کی تیاری:

دسویں اپریل ۱۸۶۹ء کو قریب نو بجے کے مسٹر سہراب جی ہم سے ملنے آئے اور رخصت کر گئے اس لئے کہ ان کو ایک مقدمے کی جیوری میں جانا تھا۔ ہم نے اسباب مع چھجو کے اسٹیمر کے گودام میں بھیجا اور ہم چاروں آدمی سوار ہو کر ایک سوداگر کی دکان میں گئے اور وہاں کچھ دوائیں ضروری خریدیں۔ پھر گودام پر جا کے دیکھا کہ سب اسباب گودام میں داخل ہو گیا۔ چھجو کو ایک مکان میں بٹھا آئے اور ہم پھر قلعہ و بازار کی طرف چلے۔

ایک میمن سے ملاقات:

راستے میں رحمت اللہ سلیمان میمن سوداگر کی دوکان پر ٹھہرے۔ اس نے بڑی خاطر کی اور چار پانچ بوتل لیمنڈ پانی پلایا۔ میں نے اس کو بہت ترغیب دی کہ میمنوں نے جو متفرق چھوٹے چھوٹے نامعقول صرف نام کے لئے مدرسے بنا رکھے ہیں ان کو موقوف کریں اور سب میمن مل کر ایک بڑا نہایت عمدہ عربی کا کالج بنا دیں اور جوان اور لڑکے طالب علم اس میں بھرتی کریں اور انتظام سے قواعد مدرسہ جاری کریں تو البتہ فائدہ کی بات ہے اور یہ بوڑھے طوطے جن کا نام طالب علم رکھا ہے اور کوئی بھیک مانگتا ہے اور کوئی کسی کے گھر پڑھاتا ہے ایسے لوگوں کو روٹی دینا اور مدرسے کا نام

www.taemeernews.com

کرنا صرف روپے پیسے کا ضائع کرنا اور علم کو برباد کرنا بلکہ سمندر میں ڈبونا ہے جس میں ذرا بھی ثواب نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ آپس میں نہایت نا اتفاقی ہے اور ایک دوسرے کی حقارت اور اپنی شیخی اور نمود چاہتا ہے، اس طرح کا اتفاق ہونا مشکل ہے۔ میں نے کہا تم سچ کہتے ہو، جب کسی قوم پر خدا کی غضبی ہوتی ہے اور ذلت اور ادبار آتا ہے تو ایسی ہی مت ہو جاتی ہے مگر پھر بھی تم اس کا چرچا کرنا اور کہنا کہ ایک شخص ہندوستان سے آیا تھا اور وہ ایسی ایسی باتیں کرتا تھا۔

جہاز میں آنا:

تھوڑی دیر بعد ہم وہاں سے اٹھے اور بہت سے سوداگروں کی دوکانوں پر گئے، کچھ ضروری چیزیں خریدکیں۔ دو بجے کے قریب پھر میزیگان بندر پر آئے، چھجو کو ساتھ لیا۔ اس وقت ایک چھوٹا اگن بوٹ مسافروں کو جہاز تک لے جانے کو موجود تھا، ہم سب اس پر سوار ہوئے۔ تین بجے اس نے لنگر اٹھایا اور بڑ و دہ دخانی جہاز میں ہم سب کو جا اتارا۔

ذکر شہر بمبئی:

بمبئی نہایت عمدہ اور نفیس شہر ہے۔ نہایت بڑی تجارت گاہ ہے۔ کوئی بات بھی اس شہر میں ہندوستانی شہر کی نہیں ہے۔ بالکل ایک انگریزی شہر معلوم ہوتا ہے تصویروں میں جو انگریزی شہروں اور بازاروں کے نقشے دیکھتے ہیں ہو بہو اس وضع اور اسی قطع کا شہر ہے۔ صفائی بھی اچھی ہے، الّا کلکتے میں جس طرف انگریز رہتے ہیں اس کی بہ نسبت کسی قدر صفائی میں کم ہے مگر خاص کلکتہ شہر جیسا ناپاک ہے ویسا کوئی محلّہ بمبئی کا میلا و ناپاک نہیں معلوم ہوتا۔ تمام شہر میں اور تمام مکانوں میں گیس کی روشنی ہے مگر کلکتہ کی روشنی گیس کی یہاں سے زیادہ عمدہ ہے۔ ہر مکان میں تالاب کا میٹھا پانی نل اور پمپ کے ذریعے سے پہنچتا ہے۔ یہ ایک بڑی عمدگی اس شہر کو ہوگئی ہے ورنہ پانی کی بڑی مصیبت تھی اور ہمیشہ پانی کا قحط رہتا تھا۔ دو تین جگہ بازاروں میں بہت خوبصورت اور بہت بڑے بڑے عجیب عجیب تصویروں دار لوہے کے ستون گڑے

www.taemeernews.com

ہوتے ہیں۔ ان میں بڑی بڑی تین تین اور کسی میں چار چار لالٹینیں لگی ہوئی ہیں جو تمام رات گیس کی روشنی سے روشن رہتی ہیں۔ عمارتیں سرکاری اور ہوٹلیں اور ٹاؤن ہال اور رئیسوں کے اور پارسیوں کے مکانات نہایت عمدہ عمدہ اور بڑے بڑے عالیشان ہیں اور چند اور بہت بڑی عالیشان عمارتیں بن رہی ہیں۔ مسجدیں یہاں کی نہایت صاف اور فرش سے اور شیشہ آلات سے اراستہ ہیں۔ اکثر میں گیس کی روشنی ہے۔

بمبئی کی جامع مسجد:

جامع مسجد عجیب قطع کی ہے: صحن مطلق نہیں ہے، ساری پٹی ہوئی ہے، اس میں پتھر کے ستون ہیں، اس میں چوبی ستون ہیں۔ اس مسجد کو تالاب پر بنایا ہے، ساری مسجد کے نیچے پانی ہے۔ تھوڑا سا تالاب کو کھلا رکھا ہے اور سیڑھیاں بنادی ہیں، گویا مسجد کا حوض ہے۔ اس میں لوگ وضو کرتے ہیں اور ایک جگہ اوٹ کردی ہے وہاں نہاتے ہیں۔ غرضکہ حوض کے اوپر چھتا پاٹ کر مسجد کا درجہ بنایا ہے اور پھر اس کے اوپر ایک اور درجہ گویا دو طبقہ مسجد ہے۔ جمعہ کے دن اوپر اور نیچے دونوں طبقوں میں نمازی بھرے ہوتے ہیں۔ البتہ پہلے درجے کی چھت صرف اس مقام سے جہاں امام کھڑا رہتا ہے کھلی ہوئی ہے تاکہ اوپر کے طبقے والے امام کو دیکھ سکیں یا آواز سن سکیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسی دو ہری مسجد یعنی دو درجے کی اور کسی جگہ بھی ہے یا نہیں۔ سب سے اوپر کی چھت کھپریل کی ہے۔

قلعہ:

قلعہ جو کہلاتا ہے وہ کسی زمانے میں قلعہ تھا اور فصیل بھی قلعے کی تھی مگر اب کچھ بھی نہیں۔ صرف ایک جگہ دس پندرہ گز دیوار فصیل قلعے کی باقی رہ گئی ہے؛ سرکار نے سب توڑ کر مسمار کر کے آبادی میں ملا دیا اور اب اس زمین پر جہاں قلعہ تھا تمام سرکاری کچہریاں اور سوداگروں کی کوٹھیاں ہیں مگر وہ ٹکڑا اب تک قلعے کے نام سے مشہور ہے۔ پس قلعے کو ایک محلہ بمبئی کا تصور کرنا چاہئے۔

www.taemeernews.com

بمبئی کے میمن اور پارسی:

اس شہر میں غالباً تمام ملکوں کے لوگ موجودہ ہوں گے مگر میمن اور پارسی یہاں کے بڑے امیر آدمی ہیں اور سوداگروں میں سیٹھ کا لقب نہایت معتبر و معزز گنا جاتا ہے۔ بڑے بڑے پارسی بھی اپنے نام کے ساتھ سیٹھ کا لفظ لگاتے ہیں مثلاً سہراب جی فریم جی سیٹھ، باپ کا نام بھی پارسیوں میں مثل دکھنیوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

میمنوں نے بجز اس کے کہ اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور عربی عمامے باندھتے ہیں اور بگھیوں میں چڑھتے ہیں اور اپنے نام اور اپنی شیخی کے پیچھے مرتے ہیں اور کچھ قومی ترقی نہیں کی۔ مسجد بنانے کا بڑا شوق ہے۔ بہت سے میمن ہیں جن کے ہاں تھوڑا تھوڑا لنگر خانہ جاری ہے، ان کی نام آوری کے لئے برائے نام ایک مدرسہ ہے؛ ایک ملا اس میں پڑھانے کو نوکر ہے، پیر نابالغ برائے نام طالب علم ہیں، لنگر خانہ سے روٹی پاتے ہیں، دن کو ایک آدھ برائے نام سبق پڑھا پھر کسی میمن کے لڑکے کو پڑھانے چلے گئے، کوئی شخص کسی اور طرح سے خیرات مانگنے کا پیشہ کرنے چلا گیا۔ مجھ کو یہ حال دریافت ہونے سے نہایت افسوس ہوا اور میں نے کہا دیکھو قوم کا جو ادبار ہے تو باوجودے کہ روپیہ خرچ ہوتا ہے مگر کس بری طرح خرچ ہوتا ہے جس سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا، البتہ صرف چند روزہ ایک نام ہے کہ فلاں میمن کا مدرسہ ہے؛ علاوہ اس کے دو کٹ ملا خوشامدیوں نے تعریف کر دی اور کہا کہ آپ نے تو جنت میں ایک موتی کا محل بنالیا؛ لعنۃ اللہ علی الکاذبین وہ لوگ مر گئے جو موتی کا گھر بناتے تھے، ایسی باتوں سے تو پھوٹی کھپریل کا بھی گھر نہیں بنتا۔

پارسیوں نے البتہ قومی ترقی خوب کی ہے۔ اپنے لباس کی وضع عمدہ طور پر تراش کے درست کر لی ہے۔ تمام پارسی کیا بڑا اور کیا چھوٹا سب ایک وضع کی پوشاک پہنتے ہیں۔ نہانا اور پوشاک بدلنی اور صفائی سے رہنا بالکل اختیار کیا ہے۔ اولوالعزیز میں بھی ان میں ہے۔ تجارت اور نوکری کو دور دور جاتے ہیں اور شائستگی اور تربیت میں

www.taemeernews.com

روز بروز ترقی کرتے ہیں۔لڑکیوں کی تربیت کی طرف متوجہ ہیں اور چونکہ ان کے ہاں پردہ نہیں ہے اس لئے معتبر اور لائق اطمینان اسکول بنانے ہیں۔ وہاں میں لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ ہر ایک پارسی انگریزی پڑھا ہوا ہے اور بایں ہمہ اپنے مذہب کو قائم رکھے ہوئے ہیں اور نہایت پابند اپنے اصول مذہب کے ہیں میں نے سنا ہے کہ بعض پارسی اپنی لڑکیوں کو انگریزی بھی پڑھاتے ہیں۔کوئی اسکول ہے؛ وہاں اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس برس کی عمر کی لڑکیاں انگریزی پڑھنے کو جمع ہوتی ہیں اور بخوبی پڑھ گئی ہیں، انگریزی بولتی ہیں اور چٹھی لکھتی ہیں مگر میں نہیں سمجھا کہ اپنی زبان چھوڑ کر پارسیوں کو لڑکیوں کے انگریزی پڑھانے لکھانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔

خطوں پر ٹکٹ اور مہریں لگانے والے:

بمبئی میں ایک نئی بات یہ ہے کہ ہر ایک مقام پر ان بازاروں کے جہاں کوٹھیاں کارخانے تجارت بہت ہیں لوگ خطوط پر لگانے کے لئے ٹکٹ اور لالٹینیں اور لاکھ کی بتی اور پانی کے پیالے اور کانٹا اور ایک مہر جس پر کچھ نشان کھدا ہوا ہے لئے بیٹھے ہیں۔سینکڑوں آدمی خط اور چٹھیاں لاتے ہیں وہ ان کو تول کر ٹکٹ لگا دیتے ہیں اور صرف ٹکٹ کی قیمت لے لیتے ہیں اور جو چٹھیات رجسٹری ہو کر جانے والی ہیں یا پلندے جو آتے ہیں ان پر لاکھ کی مہریں بھی کر دیتے ہیں اور اس کی اجرت مناسب لے لیتے ہیں۔ میرے سامنے آدھ گھنٹے کے عرصے میں قریب بیس پچیس آدمی کے آئے ہوں گے مگر وہ دن ولایت کی ڈاک جانے کا تھا،اس سبب کثرت سے چٹھیاں آتی تھیں۔

بمبئی کی اومنی بسیں جو گھوڑوں سے چلتی تھیں:

ایک اور نئی بات بمبئی میں یہ دیکھی کہ بڑے بازاروں میں انگلستان کے طریقے پر اومنی بس گاڑیاں دو گھوڑوں کی اور تین گھوڑوں کی کھڑی رہتی ہیں اور پھرتی ہیں جس کو کہیں جانا ہوتا ہے خفیف کرایہ دیا اور اس میں بیٹھ گیا۔

www.taemeernews.com

اومنی بس ایک بڑی گاڑی ہے جس کے اندر دوطرفہ اور اس کی چھت پر بھی دوطرفہ بیٹھنے کی جگہ ہے، اوپر اور اندر قریب چوبیس آدمیوں کے بیٹھ سکتے ہیں اور جس گلی یا مکان میں جس کو اترنا ہوتا ہے اتر لیتا ہے اور چڑھنے والے ہر جگہ سے سوار ہو جاتے ہیں۔ فی الحقیقت بڑے آرام کی چیز ہے۔

پارسیوں کی ترقی:

غرضکہ بمبئی میں مجھ کو پارسی بہت پسند آئے۔ انھوں نے نہایت عمدہ طرح سے قومی ترقی شروع کی ہے اور جس طرز پر کہ بنگالیوں نے قومی ترقی شروع کی ہے، میری دانست میں پارسیوں کا طرز اس سے نہایت عمدہ اور قابل تعریف ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان ہر جگہ سب سے پیچھے ہیں۔ وتعز من تشاء و تذل من تشاء۔

ذکر بڑودہ دخانی جہاز جس میں سرسیدؒ نے سفر کیا:

بڑودہ اسٹیمر نہایت عمدہ جہاز ہے، لندن میں بنا ہے۔ ۱۸۶۳ء میں بننا شروع ہوا، ۱۸۶۴ء میں تیار ہو کر سمندر میں ڈالا گیا۔ تین سو ٹو فٹ لمبا اور اڑتیس فٹ چوڑا اور چھبیس فٹ گہرا ہے۔ باون ہزار چار سو چوالیس من بوجھ اٹھاتا ہے۔ بیچو بیچ میں چار سو گھوڑوں کے زور کا انجن لگا ہوا ہے۔ ایک بڑا کمرہ طولانی بیچو بیچ میں ہے مگر انجن اور زینہ ہونے کے سبب دو حصے ہو گیا ہے۔ ان کمروں میں کھانے کی میزیں لگی ہیں اور کھانے کے بعد بیٹھنے اور کھیلنے اور باتیں کرنے کی جگہ ہے اور اس کے دونوں طرف برابر برابر چھوٹے چھوٹے کمرے فرسٹ کلاس کے مسافروں کے لئے بنے ہوئے ہیں۔

کسی کمرے میں ایک، کسی میں دو، کسی میں تین، کسی میں چار پلنگ ہیں، جو کمرہ ہم کو ملا تھا اس میں چار پلنگ تھے دو نیچے اور دو ان دو کے اوپر پلنگوں کی قطع بالکل ایسی ہے جیسے ہمارے ملک کے فرسٹ کلاس ریلوے گاڑیوں کے پلنگ ہیں اور اسی طرح اوپر تلے ہیں؛ صرف اتنا فرق ہے کہ ریلوے گاڑیوں میں چمڑے کے گدے ہیں اور جہاز میں ان پلنگوں پر گدے اور تکیے اور چادر مثل پلنگ کے بچھائی جاتی ہے۔ ایک

www.taemeernews.com

دروازہ آمد و رفت کا ہے اور ایک چھوٹی سی کھڑکی سمندر کی طرف ہوا کے آنے کو ہے اور اس میں سے سمندر کی سیر بھی بخوبی ہو سکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ شدت ہوا یا طوفان کے وقت یہ کھڑکی بند کر دی جاتی ہے تا کہ کمرے میں پانی نہ آوے اور جس تختے سے بند ہوتی ہے اس میں چھ انچ کے قطر کا نہایت موٹا اور مضبوط ایک آئینہ قدرے روشنی انے کے لئے لگا ہوا ہے اور ایسی حالت میں کمرے میں نہایت گرمی اور حبس ہوتا ہے۔ کمرے جو کیبن کہلاتے ہیں درحقیقت چھوٹے ہیں مگر جہاز میں اتنا ہونا بھی بہت غنیمت ہے۔ جو کمرہ ہم کو ملا اس میں چار پلنگ نمبر ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲ کے تھے، عرض اس کمرہ کا چھ فٹ اور طول اس کا دس فٹ ہے، دیواروں میں دو چینی کے برتن منہ دھونے کو لگے ہوئے ہیں۔ اتفاقیہ اس کمرے میں ایک ستون آ گیا ہے جس کے سبب جگہ اور بھی تنگ ہو گئی ہے۔

متعدد حمام جہاز میں ہیں۔ حمام کے کمرے کا عرض ساڑھے چار فٹ اور طول آٹھ فٹ ہے اور اندر نہایت عمدہ ایک حوض سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ طول حوض کا ساڑھے پانچ فٹ اور عرض دو فٹ اور عمق دو فٹ ہے۔ باقی جگہ کمرے کی خالی ہے۔ اس کی تہہ پر کاٹ کی جالی اوپر جالی کے نیچے لوہے کی چادر لگی ہوئی ہے۔ جو پانی جالی پر گرتا ہے فی الفور بہ جاتا ہے۔ حوض کے اوپر ایک نل پیتل کا لگا ہوا ہے اور اس کی پیندی میں ایک بدرو پانی نکلنے کی ہے۔ حمام میں پمپ کے ذریعے سے سمندر کا پانی آتا ہے۔ جب کوئی نہانے کو جاتا ہے تو اس مقام پر جہاں جالی لگی ہوئی ہے ٹھہر کر ہاتھ پاؤں میں یا بدن میں جو کچھ میلا لگا ہو سب دھو سکتا ہے، بعد اس کے جب حوض کی بدرو بند کر کے پانی آنے کے نل کا پیچ پھرا دیا اور فی الفور سمندر کا پانی حوض میں بھر گیا جو مقدار میں قلتین سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ یہ کرتے ہیں کہ اس حوض میں اتر جاتے ہیں اور بیٹھ کر اور لیٹ کر خوب مل مل کر نہاتے ہیں۔ جو خوب نہا چکے بدرو کھول دی، فی الفور حوض کا پانی نکل گیا۔ پھر حوض میں کھڑے ہو گئے؛ سر کے اوپر ایک چھلنی لگی ہوئی ہے اور دیوار میں ایک پیچ ہے، جہاں اس پیچ کو پھرایا اور چھلنی میں سے مینہ برسنا شروع ہوا اور نہایت زور سے موسلا دھار مینہ برستا ہے۔ اس کے نیچے کھڑے ہو کر پھر خوب نہا

www.taemeernews.com

لیے اور اس کا بیچ بند کر دیا۔ حوض کے باہر نکل کر بدن پونچھ کر کپڑے پہن لئے۔

جائے ضرور بھی متعدد ہیں۔ جب جائے ضرور کا کواڑ بند کر لیا جاتا ہے تو اندر سے ڈھائی فٹ عرض میں اور پانچ فٹ طول میں رہ جاتا ہے۔ وہاں مثل کموڈ کے ایک چیز بنی ہوئی ہے مگر ایک عمدہ بات یہ ہے کہ اسی کے پاس ایک برنجی حلقہ لگا ہوا ہے۔ بعد رفع حاجت اس حلقے کو اٹھایا اور کموڈ کے ظرف چینی میں پانی آیا اور سب میلے کو بہا لے گیا اور وہ ظرف چینی بالکل صاف ہو گیا۔ طہارت کرنے کے لئے عموماً بجز کاغذ کے وہاں اور کوئی چیز نہیں ہے الّا اگر کوئی شخص اپنے ساتھ لوٹے میں پانی لے جاوے اور بہت موٹا آدمی بھی نہ ہو تو اس میں بخوبی پانی سے طہارت کر سکتا ہے؛ صرف سلیقہ اور احتیاط چاہئے کہ پانی پھیلنے نہ پاوے کموڈ تر نہ ہو جاوے تا کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

جہاز کی نصف چھت پیچھے کی فرسٹ کلاس مسافروں کے لئے ہے اور حقیقت میں بھی جگہ جگہ جہاز کی بہشت ہے؛ نہایت پر فضا ہوادار، اس کے اوپر نمگیرا تنا ہوا ہے، جس طرف سورج ہوتا ہے اس طرف کے پردے تن جاتے ہیں اور دوسری طرف کے اٹھ جاتے ہیں، رات کو سب طرف کے پردے اٹھے رہتے ہیں، سمندر کی سیر اور چاندنی کا پھیلاؤ اور ٹھنڈی ہوا بڑا لطف دکھاتی ہے حقیقت میں جس قدر روپیہ فرسٹ کلاس کا دیا جاتا ہے وہ صرف اسی جگہ کی قیمت ہے۔ بنچیں اور کرسیاں یہاں بچھی رہتی ہیں اور تمام مسافر فرسٹ کلاس کے اور تمام میمیں اور بچے سارا دن اسی جگہ بیٹھے رہتے ہیں اور میمیں نو بجے رات تک بیٹھی رہتی ہیں، پھر اپنے کمروں میں سونے جاتی ہیں اور مرد اکثر رات کو بھی یہیں سوتے ہیں۔

ایک غلطی بسبب ناتجربہ کاری کے ہم سے یہ ہوئی کہ ہم نے کوئی آرام چوکی اپنے ساتھ نہیں لی، اکثر مسافر اپنے ساتھ لائے اور بہت آرام پایا۔ اکثروں کے پاس اس قسم کی آرام چوکی تھی جو بیچوں پر ٹوٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہے اور جب بچھاؤ تو پھیل جاتی ہے۔ ہم نے دو تین صاحبوں کو دیکھا کہ اسی قسم کی نئی کرسیاں بمبئی سے خرید کر اور اپنے ساتھ لے کر جہاز میں چڑھے۔ اس وقت ہم حیران ہوئے کہ کرسیاں

www.taemeernews.com

اپنے ساتھ کیوں لئے جاتے ہیں مگر جب رات ہوئی اور ان کرسیوں کو چھت پر بچھا کر وہ بیٹھے اور سوئے اس وقت ہم کو ان کی قدر ہوئی مگر ہم کو کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔ بہت سے صاحب تھے جن کے پاس کرسیاں نہ تھیں، خود جہاز کی چھت پر کرسیاں اور بنچیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں اور تمام چھت بیٹھنے اور لیٹنے اور سونے کا قابل ہوتی ہے مگر اس قسم کی کرسی کا لانا زیادہ تر آرام کا باعث ہوتا ہے۔

نصف چھت آگے والی، جہاز کا دوزخ ہے، تمام خلاصی اور قلی اور دو باورچی خانے اور مرغیاں، بھیڑیں، گائے، سور سب اسی طرف ہوتے ہیں اور ڈک پیسنجر بھی اسی طرف رہتے ہیں۔ سیکنڈ کلاس پیسنجر کی اسی طرف جگہ ہے مگر کسی قدر امتیاز کے ساتھ میری دانست میں سوائے فرسٹ کلاس کے اور کسی طرح پر جہاز میں سفر کرنا بلاشبہ تکلیف کا باعث ہے۔

چھت کے اوپر بجز کپتان اور ایک افسر کے اور کسی کا کمرہ نہیں ہے۔ جہاز کے کمروں میں اس طرح کی لالٹینیں جڑی ہوئی ہیں کہ ایک رخ مسافروں کے کمرے میں اور ایک رخ بڑے کمرے کی طرف ہے۔ دس بجے تک برابر روشنی رہتی ہے، پھر یہ لالٹینیں گل ہو جاتی ہیں اور دو ایک بڑی لالٹینیں تمام رات جلتی رہتی ہیں اور جائے ضروری میں ساری رات روشنی رہتی ہے۔

بمبئی سے ولایت کو روانگی:

بہت سے انگریز اپنے دوستوں کو جہاز میں پہنچانے آئے تھے۔ ہمارے جہاز میں سوار ہونے کے دو گھنٹے بعد ہنری ایس کنگ اینڈ کو کے ایجنٹ جہاز میں ہمارے پاس آئے اور مسٹر والٹر اسلیتھ صاحب کی چھٹی جس میں اور کاغذات ضروری ہمارے نام کے ملفوف تھے پہنچائی اور ہم نے دونوں صاحبوں کا بہت شکر کیا۔

قریب چھ بجے شام کے دسویں اپریل ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور ہم نے نہایت صدق دل سے آیت بسم اللہ مجریھا ومرسھا ان ربی لغفور رحیم پڑھی اور روانہ ہوئے۔

www.taemeernews.com

عدن پہنچنا:

دن رات چلتے چلتے سترہویں اپریل ۱۸۶۹ روز شنبہ کو ساڑھے سات بجے عدن پہنچے۔ جہاز نے لنگر کیا اور ہم نے عدن دیکھنے کی تیاری کی۔

نقشہ مندرجہ ذیل سے واضح ہوگا کہ ہم کس راہ سے سمندر میں ہو کر عدن تک آئے اور ہر روز کسی قدر جہاز چلا مگر واضح رہے کہ حساب رفتار جہاز کا بارہ بجے دن سے دوسرے دن کے بارہ بجے تک لگایا جاتا ہے:

تاریخ و یوم	عرض مقام وقت دوپہر		طول مقام وقت دوپہر		رفتار بحساب میلوں کے
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۱۱- یک شنبہ.....	۱۸	۴۰	۶۹	۳۰	۱۹۵
۱۲- دوشنبہ.....	۱۷	۲۰	۶۵	۵	۲۶۹
۱۳- سہ شنبہ.....	۱۶	۱۸	۶۰	۴۵	۲۵۶
۱۴- چہارشنبہ.....	۱۵	۲۴	۵۶	۳۵	۲۴۷
۱۵- پنج شنبہ.....	۱۴	۲۵	۵۲	۱۴	۲۶۰
۱۶- جمعہ.....	۱۳	۳۰	۴۸	۳	۲۵۰
۱۷- شنبہ.....	۱۳	☆	۴۵	☆	۲۰۰

مقام عدن

میزان ۱۶۷۷

جہاز کا عملہ:

اب ہم کچھ حالات اور واقعات جہاز لکھ کر عدن کا اور اس سے آگے جو سفر ہوگا اس کا ذکر لکھیں گے۔

اس جہاز میں کل عملہ جو جہاز سے متعلق ہے ۷۹ اشخص حسب تفصیل ذیل ہیں۔

کمانڈر:۱- افسران:۵- سرجن:۱- پرسر:۱- کلرک:۱- انجینیر :۶- یورپین کرو:۲۰- یورپین اسٹورڈ:۱۸- نیٹو اسٹورڈ:۱۲- لسکرز وغیرہ:۵۷-

www.taemeernews.com

ہندوستانی آگ جلانے والے: ۳۵- ہندوستانی کول ٹریمو :۲۲ -

میزان:۱۷۹

جہاز کے افسران:

افسران کے نام یہ ہیں:

W.T. Baumont, 1st Officer-N.W. Haselwood, commander

این-ڈبلیو-ہیسل وڈ، کمانڈر-ڈبلیو-ٹی-بومنٹ،افسراول-

G.P. Gulcket, Purser C.E. Walker, Surgeon

سی-ای-واکر، سرجن سی-پی گلکٹ-پرسر

James Grahm 1st Engineer

جیمس گراہم-فرسٹ انجنیر

جہاز کے دوسرے ملازم:

ہندوستانیوں میں متعدد قوم کے لوگ ہیں، اکثر چینی ہیں اور اکثر مسلمان ہیں۔مسلمانوں میں حبشی، برعرب اور مسقط کے رہنے والے عربی بولتے ہیں، میں نے ان سے عربی میں باتیں کیں۔ ہماری گفتگوتو وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں مگران کی زبان کے بعض بعض الفاظ سمجھ میں نہیں آتے۔علاوہ ان کے کوکنی مسلمان ہیں اور دوایک آدمی ہندوستان کا بھی ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ وہ حبشی اور چینی اردو بھی بقدرضرورت کے سمجھتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ بعض دفعہ آپس میں بھی دو چار باتیں اردو میں کرتے ہیں،خصوصاً کوکنی اور ہندوستانیوں سے،اورکوکنی تو خاصی اردو بولتے ہیں۔

جہاز کے انگریز مسافر:

اس جہاز میں فرسٹ کلاس مسافروں کے سواسو کے قریب پلنگ ہیں مگراس دفعہ مسافرکم ہیں؛صرف اڑسٹھ مسافرفرسٹ کلاس کے اور تیرہ سیکنڈ کلاس کے اور چھ

www.taemeernews.com

ڈک پینجر ہیں۔

تمام انگریز اور میمیں جو جہاز میں ہیں کسی سے بھی ہماری سابق کی واقفیت نہیں۔ ہماری طرف کا کوئی انگریز جہاز میں نہیں ہے اور اس سبب سے میں نہیں جان سکتا کہ جب یہ صاحب لوگ ہندوستان میں تھے تو ان کا مزاج اور اخلاق کیسا تھا مگر جہاز میں سب کا مزاج نہایت اچھا اور با اخلاق ہے۔ اکثر انگریز نہایت اخلاق و مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ صبح کو اگر ہم کو خیال نہیں ہوتا تو خود پہلے گڈ مارننگ کہتے ہیں ہر موقع پر تھیک یو کہتے ہیں۔ یا تو یہ صاحب ہندوستان میں بھی ایسے ہی خوش مزاج ہوں گے یا آب وہوا کے اختلاف کا سبب ہوگا اس لئے کہ سمندر کی ہوا نہایت صحت بخش ہے۔ ان صاحبوں میں سے جن صاحبوں نے ہم پر زیادہ مہربانی کی اور زیادہ اخلاق سے پیش آئے ان کا ذکر کرتے ہیں۔

جہاز میں بعض لوگوں سے خصوصی ملاقاتیں:

(۱) سب سے اول جن سے ہم سے ملاقات ہوئی وہ میجر جنرل بینبکٹن صاحب ہیں، کمانڈر شمالی حصہ مدراس- یہ صاحب مدراس سے آئے ہیں اور ۱۸۵۸ء میں بنارس میں بھی چند روز رہے تھے، ان کی رجمنٹیں وہاں آئی تھیں۔

یہ صاحب نہایت با اخلاق اور حد سے زیادہ خوش مزاج ہیں، بوڑھے اور کسی قدر فربہ اور خوب صورت وجیہہ آدمی ہیں۔ اول اول ہم سے اورینٹل بنک کے دروازے پر ملے اور خود ابتدا ملاقات کی اور بہت اخلاق کی باتیں کرتے رہے اور اس بات سے کہ ہم اور وہ ایک جہاز میں سفر کریں گے نہایت خوش ہوئے۔ میں نے کہا کہ مارسیلز سے کیلے تک جانے میں کسی قدر تکلیف ہوگی اس لئے کہ ہم میں سے کوئی فرانسیسی زبان نہیں جانتا۔ بولے کہ نہیں، مجھ سے جو تمہاری مدد ہو سکے گی کردوں گا اور اگر چہ میں فرانسیسی زبان نہیں جانتا مگر میری میم صاحبہ خوب جانتی ہیں، وہ بخوبی تم کو مدد دیں گی۔ میں نے ان کا بہت شکر کیا۔ اس وقت سے برابر جہاز میں نہایت خوبی و

www.taemeernews.com

اخلاق سے ملتے ہیں، روز صبح کو گڈ مارننگ ہوتی ہے اور مزاج پرسی کے بعد اکثر باتیں ہوتی ہیں۔

(۲) مس کارپینٹر صاحبہ جو نہایت نامی اور گرامی لیڈی ہیں اور جنھوں نے کلکتے و بمبئی میں ہندوستانی عورتوں کی تعلیم کے لئے بہت کوشش کی ہے وہ بھی اسی جہاز میں تھیں، ان سے بھی میری ملاقات ہوئی۔ بہت اخلاق و تپاک سے ملیں اور نسبت تعلیم عورات اور نیز بہ نسبت عام تعلیم کے بہت سی باتیں ہوئیں۔ وہ اردو مطلق نہیں جانتیں اور میں انگریزی بخوبی نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے مترجم کی حاجت ہوتی تھی۔ کبھی مرزا خداداد بیگ اور کبھی محمد محمود مترجم ہوتے تھے اور آپس میں بات چیت ہوتی تھی۔

مس صاحبہ برسٹل کی رہنے والی ڈاکٹر کارپینٹر کی بیٹی ہیں۔ وہاں بھی ان کو غریب لوگوں کی لڑکیوں کی تعلیم کا بہت شوق تھا اور ان پر محنت کرتی تھیں۔ راجہ رام موہن رائے بانی برہم مت سے بھی ان کی ملاقات تھی۔ وہ مس صاحبہ کے باپ سے ملنے برسٹل میں گئے ہوئے تھے اور اسی کے گھر میں رہتے تھے، وہیں بیمار ہوئے اور وہیں مرے۔ مس صاحبہ نے ان کی اور اور لوگوں کی زبانی ہندوستان کی عورتوں کی جہالت اور بری حالت کا حال سن کر ہندوستان میں آنے کا اور یہاں کی عورتوں کی ترقی حالت میں کوشش کرنے کا ارادہ کیا اور ہندوستان میں تشریف لے آئیں۔

ان کے پاس ایک کتاب ہے جس میں ہندوستانی لوگوں کی رائیں اور چٹھیاں ان کے کاروبار کی نسبت مندرج ہیں۔ وہ کتاب انھوں نے مجھے بھی دی اور میں نے بھی اردو زبان میں اس کتاب پر اپنی رائے لکھ دی۔ چنانچہ بجنسہ اس کی یہ نقل ہے:-

سرسیدؒ کی تحریر مس کارپینٹر کے متعلق:

''مجھ کو بڑودہ دخانی جہاز میں جب کہ میں لندن کو جاتا تھا مس کارپینٹر صاحبہ سے ملاقات حاصل ہونے کے عزت اور بے انتہا مسرت حاصل ہوئی۔ جب

www.taemeernews.com

سے میں نے ان کا نام اور ان کی کوششوں کا حال نسبت تعلیم ہندوستانی عورات کے سنا تھا، میں بہت مشتاق ان کی ملاقات کا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ بطور نعمت غیر مترقبہ ان کی ملاقات ہوگئی۔

ان کی عالی ہمتی اور بلند نظری اور تہذیب، اخلاق اور نیک نیتی کا ثبوت خود وہی مضمون ہے جو انھوں نے اختیار کیا ہے یعنی اس گروہ کی (جس کو خدا تعالیٰ نے مرد کے لئے بطور دوسرے ہاتھ کے بنایا ہے اور جس کو نیک کاموں کے بخوبی انجام ہونے کے لئے مرد کا مددگار کیا ہے) تعلیم و تربیت میں کوشش کرنا۔ درحقیقت یہ مضمون اور اس پر ان کی کوشش نہایت قدر کے لائق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نیک کام پر کوشش ہونی (گو وہ کسی طرح پر ہو) نہایت اچھی ہے کیونکہ اگر وہ کوشش درست بنیاد پر قائم ہوئی ہے تو وہ خود کامیاب ہوگی اور اگر اس میں کچھ غلطی ہے تو اس سے امید ہے کہ اوروں کو اس نیک کام پر کوشش کرنے کی تحریک ہوگی جس سے توقع ہے کہ کوئی نہ کوئی کوشش بغیر کسی غلطی کے شروع ہوگی اور ٹھیک ٹھیک نیک نتیجے تک پہنچے گی۔

نیک کام میں کوشش کرنے والوں کی کوششیں کبھی کبھی اس لئے کہ وہ ان لوگوں کی عادات و رسم و رواج کے مخالف طریقے پر جس کی بھلائی کے لئے کوشش کی جاتی ہے، قائم کی گئی ہیں۔ برباد ہوگئی ہیں۔ حقیقت میں ایسا کرنا گویا نیچر کا مقابلہ کرنا ہے اور خود اس نیکی کی رکاوٹ کا آلہ بننا ہے۔ خدا نے یوشع کے لئے سورج کا تھم جانا کہا حالانکہ شاید وہ غلط تھا کیونکہ اگر وہ واقع بھی ہوا ہو تو شاید زمین کا تھم جانا سچ ہوتا مگر خدا نے نیک بات پھیلانے میں بالکل عام سمجھ کی جو اس زمانے میں تھی، رعایت کی۔ پس اگر اب ہم کسی نیک بات کے پھیلانے میں عام رواج کی رعایت نہ کریں گے تو خود خدا کی اس حکمت کو توڑیں گے اور خود اپنے لئے نقصان کا سبب ہوں گے۔

بہر حال میں خدا سے چاہتا ہوں کہ مس کارپینٹر صاحبہ کی کوششیں کامیاب ہوں اور ہندوستان میں کیا مرد اور کیا عورت سچائی اور علم کی روشنی سے جو دونوں اصل میں ایک ہیں روشن ضمیری حاصل کریں۔

www.taemeernews.com

مسٹر لارنس سے دلچسپ مذہبی گفتگو:

(۳) لفٹیننٹ جے۔ی لارنس صاحب مدراس کے علاقہ کے جو بالفعل پیائش کے کام پر متعین ہیں وہ بھی اس جہاز میں تھے۔ایک رات کو وہ نہایت مہربانی سے میرے پاس آ کر بیٹھے اور پوچھا کہ ''تم لندن جاتے ہو؟'' میں نے کہا ''ہاں''۔ پھر کہنے لگے کہ ''میں مدراس سے آتا ہوں، میں مشنری نہیں ہوں میرا کام توپ مارنے کا ہے مگر میں نے مدراس کے علاقے میں جو لوگوں سے پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں تین مذہب سچے ہیں: ہندو، عیسائی، مسلمان۔کیا یہ بات تمہارے نزدیک بھی سچ ہے؟'' یہ سوال کرتے ہی خود ہی جواب دیا کہ ''میرے نزدیک تو صحیح نہیں کیونکہ صحیح مذہب صرف ایک ہی ہوگا''۔ میں نے کہا کہ ''ہاں۔متعدد مذہب جو مختلف اصول پر مبنی ہوں گے سب صحیح نہیں ہو سکتے بل کہ سب مذہبوں میں صرف ایک ہی مذہب صحیح ہوگا یا مختلف اصولوں میں ایک ہی اصول مذہب صحیح ہوں گے''۔اس پر بولے کہ ''میرے نزدیک عیسائی مذہب بالکل سچا و صحیح ہے''۔ میں نے کہا کہ ''ہر شخص اپنے مذہب کو ایسا ہی سمجھتا ہے''۔ کہنے لگے کہ ''اوروں کی سمجھ ٹھیک نہیں ہے''۔ میں نے کہا کہ ''آپ کے خیال کے صحیح ہونے اور اوروں کی سمجھ کے غلط ہونے کی کیا دلیل ہے؟'' کہنے لگے کہ ''دیکھو۔عیسائی قوم نے کیا کچھ کیا۔انگریزوں نے تمام دنیا کی قوموں سے زیادہ خدا کی مہربانی حاصل کی ہے۔علم اور ہنر جیسا کہ ہمارے پاس ہے دوسری قوم کے پاس نہیں۔ہم ہی کو خدا نے حکمت عطا کی ہے۔دیکھو اس دخانی جہاز کو کہ کیا حکمت سے بنا ہے اور کس حکمت سے چلتا ہے۔ریل گاڑی کی حکمت اور طاقت تم نے بخوبی دیکھی ہوگی۔تار برقی کی کرامت تم جانتے ہو۔فوج کی اور جنگ کی بادشاہی قوت تمام دنیا میں ہماری سی کسی میں نہیں۔اگر اور کوئی مذہب سچا ہوتا تو خدا اس پر بھی اس طرح مہربان ہوتا''۔ میں نے کہا کہ ''یہ سب باتیں دنیا کے کاموں سے متعلق ہیں، ان سے اور مذہب کے سچے یا جھوٹے ہونے سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنے نیک بندے ایوب کو اور اپنے پیارے جیسس کرائسٹ یعنی

www.taemeernews.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ذرا بھی جگہ نہ دی۔ نیک بندوں کے لیے دنیا نہیں ہے بل کہ دوسری زندگی کی نعمت ہے''۔

یہ سن کر تھوڑی دیر چپ رہے؛ میں سمجھا کہ اب بات ختم ہوئی اس لیے کہ میں آپس کی صحبت اور ملاقات میں مذہبی گفتگو کو نہایت ناپسند کرتا ہوں بل کہ برخلاف اخلاق کے سمجھتا ہوں مگر افسوس کہ ان کا ارادہ اس کے ختم کا نہ تھا۔ وہ بولے کہ ''میں تم سے ایک بات جو نہایت سچ ہے اور دینی کام کی ہے اور جس پر مجھ کو بخوبی یقین ہے اور میرے دل کو بالکل تسلّی ہے، کہتا ہوں کہ بہشت کا ملنا صرف جیسس کرائسٹ پر بھروسہ رکھنے پر منحصر ہے اور کوئی راہ نہیں''۔ میں نے کہا ''صاحب میں کہہ چکا ہوں کہ ہر کوئی اپنے مذہب پر ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہے''۔ بولے کہ ''کیا تم بھی محمدؐ پر ایسا ہی بھروسہ رکھتے ہو جیسا کہ میں دل سے جیسس کرائسٹ پر رکھتا ہوں''۔ چونکہ ان کا یہ سوال ہمارے اعتقاد مذہبی کے کسی قدر برخلاف تھا کیونکہ ہم کسی شخص پر بھروسہ نہیں رکھتے بل کہ خدائے واحد پر بھروسہ رکھتے ہیں، اس لیے اس کا جواب دینے میں میں نے تھوڑا سا تامل کیا اور اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ ہر گاہ خدائے واحد پر بھروسہ ہم کو بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا ہے تو مجازاً ہم کو کہنا کہ ہم محمدؐ پر بھروسہ رکھتے ہیں، کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہ سوچ کر میں نے جواب دیا کہ ''ہاں''۔ اس پر وہ بولے کہ ''نہیں! تم کو دلی بھروسہ اور کامل بھروسہ نہیں ہے اس لیے کہ خود تمہاری بات اور جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کو اس بات پر پورا بھروسہ اور مضبوطی نہیں ہے''۔ میں نے کہا کہ ''آپ کے سوال میں کسی قدر غلطی تھی۔ سنیے کہ مجھ کو اس بات پر کہ بہشت اور نجات حاصل ہونے کے لیے بجز اس کے کہ ایک خدا پر دل سے اعتقاد رکھنا اور اسی ایک کو پوجنا جس طرح کہ ہمارے سچے پیغمبر محمدؐ نے بتایا، اور کوئی رستہ نہیں اور میں اس بات پر ایسا یقین رکھتا ہوں جیسا کہ اس روشن ستارے کو جو ہماری آنکھ کے سامنے ہے، دیکھ رہا ہوں''۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو رہے، تھوڑی دیر چپ بیٹھے رہے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔ اگرچہ مذہبی گفتگو ان کی مجھے پسند نہ تھی مگر باایں ہمہ

www.taemeernews.com

میری رائے ان کی نسبت یہ تھی کہ یہ شخص اپنے مذہب میں نہایت متوجہ معلوم ہوتا ہے؛ ضرور نہایت منکسر اور با اخلاق اور بموجب اصول اپنے مذہب کے غیروں سے محبت کرنے والا ہوگا۔ مگر افسوس کہ پھر میری یہ رائے قائم نہیں رہی اس لیے کہ اس کے بعد جب تک کہ وہ جہاز میں رہے نہ کبھی میرے پاس آئے، نہ کبھی مجھ سے کوئی بات کی نہ صاحب سلامت کی: اگر کبھی اتفاقیہ پیش قدمی کر کے میں گڈ مارننگ کہتا تو ہاتھ سے سلام لیتے۔ کئی دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ میں ان سے کہوں کہ اگر آپ میری کسی بات سے ناراض ہو گئے ہیں تو معاف کیجیے مگر چونکہ ان سے زیادہ واقفیت نہ تھی اور نہ ان کے مزاج کا حال معلوم تھا اس لیے میں نے تامل کیا۔

(۴) میجر ڈاڈ صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ناگپور بھی ہمارے جہاز میں تھے۔ انھوں نے مجھ سے صاحب سلامت کی اور بات چیت کی اور بہت اخلاق سے ملے۔ ان سے بہت زیادہ ملاپ ہو گیا؛ دبلے، چھریرے، بلند قد، ریش دراز اور نہایت با اخلاق اور نرم سخن آہستہ گو ہیں۔ اب تک ان کی خصلتیں اور بات چیت مجھ کو نہایت پسند ہے اور میں یقینی جانتا ہوں کہ بہمہ صفت موصوف اور بہمہ خوبی آراستہ ہیں۔ گھنٹوں میرے پاس بیٹھتے ہیں اور بات چیت کرتے ہیں۔ ولایت کا اور میرے ولایت جانے کے سبب کا اور ورنیکلر یونیورسٹی کا اور سررشتہ تعلیم میں جو جو نقصان ہیں ان کا اور لڑکیوں کی تعلیم اور ان کے اسکولوں کا اور ان کی تعلیم کے لائق کتابوں کا مختلف وقتوں میں ذکر ہوتا رہا۔ انھوں نے کہا کہ میری رائے میں بہت ضرور ہے کہ جب ہندوستانی نوکر ولایت جانا چاہیں ان کو گورنمنٹ پوری تنخواہ پر رخصت دے۔

میں میجر ڈاڈ صاحب کا درحقیقت نہایت ممنون ہوں کہ انھوں نے بہت سی باتیں جہاز میں مجھ کو بتلائیں اور جو نئی چیز ظاہر ہوتی تھی فی الفور میرے پاس آتے تھے اور دکھاتے تھے اور اس کا حال بتاتے تھے؛ میں ان کی اس مہربانی کا ہمیشہ شکرگزار رہوں گا۔

اگرچہ بعض وجوہات سے مجھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے مذہب میں نہایت پختہ یا متعصب ہیں؛ مگر متعصب ہونے کا خیال میرے دل میں مطلق نہیں ہوا کیونکہ

www.taemeernews.com

میں ان کو نہایت مہذب اور با اخلاق آدمی خیال کرتا ہوں اور ہر ایک کے اپنے مذہب میں پختہ ہونے کو نہایت عمدہ جانتا ہوں مگر تعصب کو نہایت برا اور ایک بڑا نقص اخلاق انسانی میں اور نیچر یعنی حکمت الٰہی کے برخلاف سمجھتا ہوں۔ تو ایسے اچھے آدمی میں جیسے کہ میجر ڈاڈ صاحب ہیں، میں ایسا نقص کیونکہ خیال کر سکتا تھا؟ مگر ایک دن اتفاقیہ یہ ذکر آیا کہ فلاں شخص باوصف بڑی لیاقت کے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن اس لیے نہیں ہوا کہ شاید وہ لامذہب ہے اور کسی مذہب کے سچے ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ میں نے کہا ''میری رائے میں ضرور ہے کہ ہندوستان میں ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ایسے ہی ہوں جو لامذہب ہوں''۔ کہنے لگے ''کیوں؟'' میں نے کہا کہ ''جب ہندوستان میں مختلف قوم اور مختلف مذہب کے لوگ بستے ہیں تو مذہبی آدمی کا افسر تعلیم ہونا اکثر دفعہ بے تعصب عام تعلیم کا مانع ہو جاتا ہے''۔ یہ بات سن کر متعجب سے ہو کر خاموش ہو رہے؛ درحقیقت میری رائے یہ ہے کہ جیسا خدا بے تعصب ہے مشرک، بت پرست، خدا پرست سب کو برابر پرورش کرتا ہے، اسی طرح گورنمنٹ اور افسر تعلیم کو بے تعصب ہونا چاہیے جب گورنمنٹ ظلّ اللہ اور افسر تعلیم معلم صفت من صفات اللہ ہو سکتا ہے۔

ایک پارسی کی صاف وشستہ اردو:

اسی جہاز میں فرام جی مہربان جی تھالتی وارلی پارسی سے ملاقات ہوئی؛ ایک جوان تخمیناً ستائیس برس کی عمر کا ہے، پونا کا رہنے والا اور پونا ہی کے مدرسے میں انگریزی اور گجراتی پڑھی ہے اور ڈاک خانہ عدن میں پچاس روپے ماہواری پر نوکر ہو کر جاتا ہے۔ انھوں نے مجھ سے نہایت صاف اور شستہ اردو میں بات چیت کی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ ''پونا کے آدمی کی ایسی صاف اردو گفتگو کہاں سے آئی؟'' اس نے کہا کہ ''گجراتی زبان میں بہت سے فارسی لفظ ہیں اور ذرا سے تغیر میں گجراتی اردو ہو جاتی ہے۔ میں اس کا خیال رکھتا تھا اور مجھے شوق تھا۔ میں اردو صاف بولنے لگا''۔ یہ سن کر میں اور زیادہ متعجب ہوا اور میں نے کہا کہ ''اردو نے گجراتی کو بھی گھیر لیا ہے''۔

www.taemeernews.com

اردو اور گجراتی کا فرق:

اب مجھے شوق ہوا کہ گجراتی زبان سنوں؛ چنانچہ میرے سامنے انھوں نے آہستہ آہستہ گجراتی بولی اور اردو میں ہر ایک لفظ کو سمجھایا۔ میں نے دیکھا کہ حقیقت میں اردو ہے؛ یا تو یوں کہو کہ بہت کم فرق ہے یا یوں کہو کہ سوائے چند الفاظ کے صرف لہجے کا تفاوت ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ کوئی مطلب گجراتی میں بیان کریں اور میں اس کو گجراتی زبان اور فارسی حرفوں میں معہ اردو ترجمے کے لکھوں۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس ایک کتاب ہے اس کی عبارت لکھ لو۔ چنانچہ علم عروض و قافیہ کی وہ ایک کتاب اٹھا لائے جس کا نام 'بیت رتی' ہے اور اس کو تصنیف کیا ہے منچر جی شاپور جی نے۔ چند مقام اس کتاب کے مجھے سنائے۔ اس میں سے دو مقام کی عبارت میں نقل کرتا ہوں۔

دیباچہ

(گجراتی زبان)

ای فرتی جھان انی ای مھر دانی جسبان تی پاک خدا تعالیٰ نی ہر دم یاد کرو اسارون چھے انی انسان نی عقل ھی نی وسی کروانی گرفتاری مسان دیوانگی نی اثر بتلا دی چھے۔

(اُردو زبان)

اے پھرتی دنیا اور اے منہ کی زبان اس پاک خدا تعالیٰ کی ہر دم یاد کرنے کے واسطے بندھی ہوئی ہے اور انسان کی عقل اس کے واسطے دریافت کرنے کے گرفتاری میں دیوانگی کے اثر بتلا دی ہے۔

دوسرے مقام کی عبارت

(گجراتی زبان)

سخنو بی جا تمنا چھے نشرانی نظم یہہ بی سخن جاتنی عبارت مان سخنو اپروامان وی

www.taemeernews.com

چھے بجی دناونا کیہا موجب عالم نی آنکھ نی روشنی بخشنار اشخن نا چھرہ نی بی جات نا رنگ تھی داناؤں کے کہے بموجب عالم نی انی دی پک دار کسی دھامان اوی چھے۔

(اُردو زبان)

سخن دو قسم کی ہے نثر اور نظم یہ دو ذات یعنی قسم عبارت میں سخن کہنے میں آتی ہے بعضے داناؤں کے کہے بموجب عالم کی آنکھ کو روشنی بخشنے والا سخن کے چہرہ کو دو ذات یعنی قسم کے رنگ سے دلکش اور دمک دار کرنے میں آتی ہے۔

گجراتی زبان میں صاحب سلامت کرنے میں یہ الفاظ بولے جاتے ہیں:-

صاحب مہربان	خوش تو چھو	طبیعت تو خوش چھے
صاحب مہربان	خوش تو ہو	طبیعت تو خوش ہے

اب غور کرنا چاہیے کہ یہ زبان اردو کے کس قدر قریب ہے اور کتنے فارسی بلکہ عربی لفظ اس میں شامل ہیں۔ ہر مقام پر مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ الہ آباد ایسوسی ایشن کس کس ملک اور کس کس زبان میں سے فارسی لفظ نکال کر قدیم بھاشا جاری کریگی؛ حقیقت میں اردو موجودہ اب ہمارے ملک کی ورنیکلر ہے۔

(۶) میجر ہیسٹنگ فریزر صاحب متعلق حیدرآباد بھی اسی جہاز میں ہیں۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی؛ کرنل فریزر صاحب کے بیٹے ہیں جو مدت تک میسور میں رہے تھے۔ یہ صاحب نہایت صفائی اور درستی سے ملے اور نہایت با اخلاق اور صاف طینت آدمی معلوم ہوتے ہیں؛ شرفائے اہل اسلام سے زیادہ صحبت رہی ہے، فارسی بخوبی بولتے ہیں بل کہ اردو سے فارسی میں بہت صاف و با محاورہ گفتگو کرتے ہیں۔ کہتے تھے کہ کئی سال سے فارسی بولنے کا اتفاق نہیں ہوا، اس سبب سے اکثر الفاظ محاورہ سہو ہو گئے ہیں۔ نہایت مرد قابل و اشراف دوست ہیں۔ انھوں نے نظام کی ایک تاریخ لکھی ہے جس کا نام ''آورفیتھ فل الائی نظام'' ہے۔ اس کتاب کے نام کا ترجمہ ہے ''دوست صادق مانظام''۔ ہمیشہ ہر روز مجھ سے پوچھنے کہ ''سید صاحب! مزاج شما خوش است؟ بآرام ہستی ہیچ تکلیف کہ نداری''۔ حقیقت یہ ہے کہ ان صاحب سے مل

www.taemeernews.com

کر میرا دل بہت خوش ہوا۔ امید ہے کہ لندن میں پھر ملاقات ہوگی مگر یہ بات نہایت رنج کی ہے کہ ابھی قریب زمانے میں ان کی میم صاحب کا، جو ڈیوڈ سن صاحب ریذیڈنٹ حیدر آباد کی بیٹی تھیں، انتقال ہو گیا اور کئی بچے صغیر السن چھوڑے ہیں؛ اسی سبب سے نہایت رنج و سراسیمگی کی حالت میں تین مہینے کی رخصت لے کر ولایت جاتے ہیں۔ اگر یہ رنج اور صدمہ ان پر نہ ہوتا تو غالباً اور بھی زیادہ خوش مزاج و خوش اخلاق ملاقات وصحبت میں معلوم ہوتے۔

(۷-۱۰) میجر اسمتھ صاحب غازی پور کے اسٹڈ والے اور ان کی میم صاحبہ اور ان کی بیٹی ایڈا جو تین چار برس کی ہے اور بہت تماشے کی باتیں کرتی ہے اور ایک ہندوستان آیا اور مسٹر ٹیلر جو افیم کے کام پر مرزا پور میں متعین ہیں، اسی جہاز میں ہیں اور اس سبب سے کہ ہم اور وہ ایک ملک سے آئے تھے اور بسبب غازی پور اور بنارس رہنے کے نام سے شناسائی تھی، ایک قسم کی دوستانہ صاحب سلامت ہوگئی اور ایڈا بہت آتی ہے اور تماشے کی باتیں کرتی ہیں اور میم صاحبہ بھی نہایت مہربانی سے بات چیت اور صاحب سلامت کرتی ہیں۔

(۱۱) حسین علی بوہرہ ساکن کھمبائت متعلق گجرات اسی جہاز میں ہیں، وہ بطریق تجارت جاتے ہیں، سویز جائیں گے اور وہاں سے جو اسٹیمر جدہ کو جاتا ہے جدہ جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میرا ارادہ مصر جانے کا بھی ہے اس لیے کہ وہاں سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدفون ہے اور بڑی زیارت ہے، اس کی زیارت کروں گا۔ مالوہ اور دکن میں مسلمان بوہرے بہت کثرت سے ہیں؛ سب تجارت کرتے ہیں اور اپنی قوم کی پرورش اور پرداخت کے عجیب عجیب قواعد مقرر کیے ہیں جس کی وجہ سے، میں ان کو نہایت عمدہ قوم تصور کرتا ہوں۔ جس زمانے میں کہ میں اندور گیا تھا میں نے اس قوم کے حالات بخوبی تحقیق کیے تھے؛ شیعہ مذہب ہیں مگر شیعہ اثنا عشری اخباری اور اصولی دونوں کے اصول مذہب سے ان کے اصول مذہب اکثر مختلف ہیں، بعض ائمہ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور درحقیقت بجز حضرت امام حسین علیہ السلام کے اور کسی کو معصوم خیال نہیں کرتے، کل حزب بمالدیھم فرحون۔

www.taemeernews.com

اگر چہ اور بہت سے صاحبوں سے ملاقات اور صاحب سلامت ہوئی مگر جن سے فی الجملہ خصوصیت ہوئی انھیں کا ذکر کافی ہے۔

جہاز میں کھانے کا انتظام:

جہاز کے اس بڑے لمبے کمرے میں جہاں کھانا کھانے کے لیے میز لگی ہوئی ہے، یہ دستور ہے کہ جس قدر مسافر جہاز میں ہوتے ہیں ان سب کی گنجائش کے لائق کرسیاں اور نہایت عمدہ بنچیں لگاتے ہیں اور مسافروں کی تعداد کے موافق چھری کانٹے چمچے اور خالی رکابیاں میز پر چن دیتے ہیں۔ اس وقت مسافر اپنے اپنے نام کا ٹکٹ میز پر جہاں اس کو کھانا منظور ہو رکھ دیتا ہے۔ پس وہ جگہ اسی کی ہوگئی؛ جب تک کہ اس جہاز میں سفر ہے ہمیشہ وہ جگہ اس کے بیٹھنے کی ہے، کوئی دوسرا وہاں نہیں بیٹھتا یہاں تک کہ اگر کسی دن وہ شخص کھانے پر نہ آئے تو وہ جگہ خالی رہے گی، دوسرا کوئی وہاں نہیں بیٹھنے کا۔ جب کہ میز تیار ہوئی فی الفور ہم چاروں آدمی گئے۔ ایک عمدہ جگہ دیکھ کر ہم چاروں نے چار نشست برابر کی لے کر اپنے اپنے نام کے ٹکٹ رکھ دیے اور وہیں بیٹھا کیے۔

جہاز میں علی الصباح چائے اور توس کھانے کو ملتے ہیں، پھر آٹھ نو بجے حاضری کھاتے ہیں، پھر دوپہر کو ٹفن ہوتا ہے، پھر چار بجے کھانا کھلایا جاتا ہے، پھر رات کو چائے اور توس ملتے ہیں؛ کھانے کے وقت ہر قسم کے میوے تر و خشک موجود ہوتے ہیں جس طرح انگریزوں میں دستور ہے اسی طرح کھانا کھایا جاتا ہے؛ باورچی اور جانور ذبح یا صاف کرنے والا انگریز ہے۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جو بڑے جانور ہیں اور جن میں خون زیادہ ہے جیسے بھیڑ بکری مینڈھا وغیرہ اس کو وہ ہمیشہ گردن کی شہ رگ میں آر پار چھری مار کر ذبح کرتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں بھی دم مسفوح ناجائز اور حرام ہے یا اس کے اخراج کا رواج ہے اور پرند جانوروں کی نسبت وہ یہ کہتے ہیں کہ ان میں وہ خون جو چوپاؤں میں ہے اور جو دم مسفوح کہلاتا ہے، نہیں ہے اور

www.taemeernews.com

ان کی مثال دریائی جانوروں کی سی ہی: پس ان کا ذبیحہ صرف ان کا مار ڈالنا ہے، اس لیے پرند جانوروں کو ذبح نہیں کرتے، صرف گردن توڑ کر مار ڈالتے ہیں۔ مگر چونکہ میرے نزدیک عیسائیوں کا اس طرح پر پرند جانوروں کو مارا ہوا جوان کے نزدیک ان جانوروں کا اسی طرح پر ذبیحہ ہے جیسے کہ ہمارے نزدیک مچھلی اور ٹڈی کا ہے، بموجب مسئلہ شریعت حقہ محمدیہ کے مسلمانوں کو کھانا درست ہے، اس لیے میں نے اور ہمارے ساتھیوں نے ان دونوں قسم کے گوشتوں کے کھانے میں کچھ تامل نہیں کیا اور خوب مزے دار گوشت مٹن اور بیف اور مرغ و کبوتر کے کھائے۔ الحمد للہ الذی جعل دینا یسرا ولا عسرا والصلوٰۃ والسلام علی صاحب الشریعۃ السہلۃ الہدی۔

پہلی دفعہ جب ہم کھانے پر گئے تو ہمارے سامنے بھی برانڈی اور شیرے اور لال شراب پینے کے خالی گلاس بہ ترتیب لگائے ہوئے تھے۔ جب ہم وہاں جا کر بیٹھے ہم نے ان گلاسوں کو جن کو شراب پینے کا سمجھا پرے ہٹا کر اور اوندھا کر کے رکھ دیا۔ ایک قسم کی شراب ہے، وہ ویسے ہی گلاس میں پی جاتی ہے جیسا کہ پانی پینے کا گلاس ہوتا ہے؛ وہ گلاس پانی پینے کو ہم نے اپنے اپنے پاس رہنے دیا تھا۔ (اسٹورڈ) یعنی خدمتگار جو یورپین تھا یہ سمجھا کہ یہ لوگ اس قسم کی شراب پییں گے جو اس گلاس میں پی جاتی ہے، وہ فی الفور بوتل اسی قسم کی شراب کی لایا اور مجھ کو اس نے سب میں بڑا لمبی سفید ڈاڑھی والا دیکھ کر سب سے پہلے میرے گلاس میں ڈالی۔ میں نے کہا ''نونونو''۔ اس نے اسی وقت ہاتھ روکا اور چند قسم کی شرابوں کے نام لینے لگا اس مطلب سے کہ وہ شراب لے آؤں، فلاں قسم کی شراب لاؤں۔ میں نے کہا۔ ''نونو- اونلی کولڈ واٹر''۔ اسوقت وہ گلاس اٹھا لے گیا اور دوسرا صاف گلاس اور برف کا پانی جو خدا کی بنائی ہوئی زندگی بخش شراب ہے ہم سب کے آگے رکھ گیا۔ اس کے بعد کبھی ہمارے سامنے شراب نہیں لایا اور سور کا گوشت شاید مانگنے پر دیا جاتا ہے کیونکہ کبھی کوئی ہمارے سامنے نہ لایا۔

www.taemeernews.com

جہاز میں طبیعت کی حالت:

جہاز پر ہم بہت خوشی خوشی سوار ہوئے اور سمندر کی فضا اور پانی پر کی سیلی سیلی ہوا گرمی کے موسم میں نہایت اچھی اور خوش گوار معلوم ہوتی تھی۔ شام کے وقت جب ہم کھانے پر گئے اور کچھ تھوڑا سا کھایا تھا کہ جہاز کی حرکت سے جو تھوڑا تھوڑا کروٹ کے بل ہلتا تھا، سر کا بھیجا ہلتا ہوا معلوم ہوا؛ جس کروٹ جہاز جھکتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سر میں اس طرح کوئی نہایت بوجھل اور بھاری چیز آ پڑی اور دوسری طرف سے سر خالی ہو گیا اور جب دوسری طرف جہاز کروٹ لیتا تھا تو اس وقت تمام بوجھ سر کا اس طرف جا پڑتا تھا اور ادھر سے سر خالی ہو جاتا تھا اور چونکہ یہ حرکت جہاز کی بہت جلد جلد ہوتی تھی اس لیے سر میں بھی یہ کیفیت بہت سریع پیدا ہوتی تھی۔ ہم گھبرا گئے اور کھانے پر سے اٹھ کر جہاز کی چھت پر چلے گئے، ذرا ٹہلے، کسی قدر یہ کیفیت کم ہوئی۔ پھر سونے کا وقت ہوا، سو رہے، صبح کو اٹھے۔ میں نے بخوبی نماز پڑھی اور کچھ تغیر مزاج نہیں پایا۔ خداداد بیگ نے بھی کہا کہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ محمود کچھ گم سم تھا اور لیٹا جاتا تھا۔ حامد کو زیادہ تغیر تھا کہ اس کا سر بھاری تھا اور جی متلاتا تھا اور منہ میں پانی بھر آتا تھا۔ دوپہر کے قریب میری طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور سر میں ایسی حرکت تھی کہ مطلق اٹھا اور کھڑا ہوا نہیں جاتا تھا۔ محمود کی اگرچہ یہ کیفیت نہ تھی مگر دن رات بچھونے پر پڑا رہتا تھا۔ حامد کا سب سے زیادہ برا حال ہوا؛ اس سے اندر آیا نہیں جاتا تھا، چار دن رات وہ جہاز کی چھت پر پڑا رہا اور مطلق کچھ نہیں کھایا، کھانے کے نام سے اور اس کی بو سے نفرت ہوتی تھی اور ابکائی آتی تھی۔ بہر حال ڈیڑھ دن اور ایک رات میری طبیعت پر تغیر رہا پھر میں اچھا ہو گیا۔ اب تک خداداد بیگ ہم سب میں ٹانٹے اور خوش ہیں۔ اگرچہ ان کو بھی کسی قدر تغیر ہوا۔ چھجو بھی اور سب کی نسبت اچھا ہے، شاید وہ قے کر آیا تھا۔

جہاز کے ایک افسر نے محمود کا یہ حال دیکھ کر کہا کہ میں ڈاکٹر کے پاس سے

www.taemeernews.com

ابھی دوا لاتا ہوں اور خود جا کر گلاس میں دوا بنو کر اپنے ہاتھ میں لایا اور یہ بھی کہا کہ اس میں تھوڑی سی (اسپرٹ) ہے؛ وہ شراب نہیں ہے، اس کو کوئی پیتا نہیں ہے، دوا میں کام آتی ہے۔ محمود نے ان کا بہت شکر کیا اور کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو تکلیف ہوئی مگر میں اسپرٹ ہونے کے سبب نہیں پی سکتا۔ اول تو اس بے چارے نے بہت سمجھایا؛ جب محمود نے نہ مانا تو اس نے کہا کہ میں پھر جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسی دوا دو جس میں کسی قسم کی اسپرٹ نہ ہو۔ چنانچہ وہ بے چارہ مہربان بغیر اسپرٹ کے دوا بنوا کر لایا، محمود کو پلائی اور درحقیقت اس نے بہت فائدہ کیا۔

جہاز میں عیسائیوں کی نماز:

جہاز میں بھی اتوار کے دن اس طرح نماز ہوتی ہے جیسے خشکی میں۔ دستور ہے کہ اگر کوئی پادری جہاز میں نہ ہو تو جہاز کا کپتان نماز پڑھاتا ہے۔ ہمارے جہاز میں ریورنڈ اے ٹیلر کامتی کے چیپلن جو میجر ڈاڈ ڈئریکٹر پبلک انسٹرکشن ناگپور کے بہت دوست ہیں، جہاز میں موجود ہیں؛ اس سبب سے انھوں نے نماز پڑھائی۔ جہاز کی چھت پر سب انگریز جمع ہو گئے اور کرسیوں اور بنچوں پر بیٹھ گئے اور موافق اپنے دستور و مذہب کے نماز ادا کی۔

میں بھی اسی مقام کے قریب جہاں نماز ہوتی تھی خاموش مؤدب کھڑا تھا اور کبھی ٹہلنے لگتا تھا؛ کیونکہ خدا کا نام ہر طرح ادب کے لائق ہے اور نماز کے ادا کرنے کو دیکھ رہا تھا اور خدا کی بے نیازی کی شان پر خیال کرتا تھا کہ عجیب بے نیاز اور مستغنی ہے کہ اگر کوئی بت کے سامنے ڈنڈوت کرے تو اس کو کچھ پرواہ نہیں اور اگر کوئی ٹوپی اتار کر اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو کچھ پروا نہیں اور اگر کوئی جبہ اور عمامہ پہن کر اور تسبیح گلے میں ڈال کر کھڑا ہو کر ہاتھ باندھ کر ناک رگڑے تو بھی کچھ پروا نہیں اور اگر کوئی برا کہے، گالی دے، شرک کرے تو بھی کچھ پروا نہیں۔ بلاشبہ صفت استغنا اسی پر ختم ہے۔

زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی است

www.taemeernews.com

بہ آب ورنگ خال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

میں اسی خیال میں تھا کہ نماز ختم ہوگئی۔ نمازیوں میں سے ایک ہمارے دانا دل دادصفت دوست نے پوچھا کہ تم نماز میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ میں نے کہا کہ میں کیا شریک ہوتا۔ کہا'' کیوں؟ خدا تو ایک ہی ہے'' (ا- اس فقرہ سے ان کا مطلب تھا کہ تمام انسانوں کا ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے۔ سید احمد)۔ میں نے کہا کہ یہی تو وہاں نہ تھا سن کر چپ ہوگئے۔

جہاز میں ایک حسرت ناک موت:

یہ ایک غمگین واقعہ ہمارے جہاز میں ہوا۔ (کپتان وِلچ) ایک اور جہاز کے کپتان تھے جو بمبئی کے کنارے پر کھڑا تھا، وہ بشدت بیمار ہوگئے تھے۔ ان کے دوستوں نے یہ کوشش کی کہ کس طرح ولایت پہنچایا جائے، اس لیے انہیں اس جہاز پر لائے۔ وہ بیہوش تھے اور رات بھر جینے کی بھی کچھ توقع نہ تھی؛ چنانچہ گیارہویں تاریخ رات کے وقت وہ مر گئے۔ انکو دو پہر کے بعد ان کا جنازہ ایک تختہ پر بنا کر لائے اور ان پر جہاز کا نشان یعنی پھریرا ڈال دیا تھا اور شاید دونوں پاؤں میں لوہے کے دو گولے باندھ دیے تھے۔ اس تختے کو جہاز کے کنارے پر رکھا اور پادری صاحب نے جو جہاز میں تھے نماز پڑھی اور تختے کو کھڑا کیا اور وہ لاش پاؤں کے بل سمندر میں کود پڑی اور سب کی نگاہوں سے غائب ہوگئی۔ میرے دل پر اس بے کسی کی موت کا اور اس طرح پر جنازہ بنا کر لانے کا اور سمندر میں ڈال دینے کا ایک عجیب اثر پیدا ہوا اور فی الفور یہ شعر میرے دل میں گذرا۔

چو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مردن چہ بروئے خاک

جب آدمی مر گیا تو پھر جو چاہو سو کرو؛ آگ میں جلاؤ، پانی میں ڈالو، خاک میں دباؤ، جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو ہونا ہے وہ ہوگا۔

www.taemeernews.com

جہازوں کی ایک دوسرے سے بات چیت:

ہم کو بمبئی سے عدن پہنچنے تک کئی ایک بغلے اور بادبانی جہاز اور اسٹیمر بمبئی کو جاتے ہوئے ملے مگر ایک ایک میل دو دو میل کے فاصلے پر تھے؛ صرف دو بادبانی جہاز جن کا ذکر آگے آتا ہے بہت قریب ہمارے جہاز کے ملے تھے۔ جب کوئی جہاز دن کو دکھلائی دیتا ہے تو فی الفور پھریرا نشان کا بلند کیا جاتا ہے اور چونکہ ہر ایک قوم کے جہازوں کے پھریرے علحدہ علحدہ رنگ کے ہیں اس لیے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا جہاز ہے۔

رات کے وقت ایک دخانی جہاز ملا، کپتان نے فی الفور۔ دو مہتابیان جن میں ایک قسم کی آتشبازی تھی منگائی۔ غالباً میری یاد اور میرا خیال صحیح ہے کہ اول مہتابی میں سرخی مائل روشنی نکلی، تھوڑی دیر بعد چھچھوندر کی طرح اس میں سے کچھ چھوٹا اور پٹاخے کی سی آواز ہوئی اور پھر سفید رنگ کی مہتابی چھوٹی؛ اس کے بعد دوسری مہتابی کو جلایا تو اس میں نیلے رنگ کی مہتابی چند منٹ تک چھوٹتی رہی۔

جہازوں کی آپس میں بات چیت کا طریق:

واقع میں یہ بات نہایت عجیب اور دلکش ہے کہ ایک جہاز دوسرے جہاز سے باوجود میلوں کے فاصلے کے بات چیت کرتا ہے۔

یورپ کے جہاز رانوں نے چار رنگ، نیلا، سفید، زرد اور سرخ اختیار کیے ہیں اور پھریرے بنائے ہیں؛ بعضے نرے سفید، بعضے نرے سرخ، بعضے نرے زرد، بعضے نرے نیلے اور پھر ان رنگوں کو ترکیب دی ہے: بعضوں میں دو رنگ ہیں، بعضوں میں تین اور بعضوں میں چار اور پھر ان کی شکلوں میں بھی اختلاف کیا ہے؛ بعضوں میں چار رنگ کے چار مربعے لگائے ہیں، بعضوں میں چار معین شکل کے ٹکڑے، بعضوں میں مستطیل، بعضوں میں جیبی دار، ان پھریروں کو مختلف ترتیب سے لٹکانے سے عبارت بن جاتی ہے، دوسرا جہاز والا دوربین سے دیکھ کر عبارت سمجھ لیتا ہے اور اس کا جواب اسی طرح دے دیتا ہے۔

www.taemeernews.com

بارہویں اپریل کو ہمیں دو جہاز بادبانی ملے؛ شاید کوئلہ اور کچھ مال تجارت کا لے جاتے تھے، انگریزی جہاز تھے۔ ان سے ایک جہاز والے نے پھریرے لٹکائے، ہمارے جہاز کے کپتان نے دیکھا اور سوال سمجھ لیا اور فلاں فلاں نمبر کے پھریرے لٹکانے کا حکم دیا، وہ لٹکائے گئے اور اس کو جواب مل گیا۔ بعد اس کے میں نے دریافت کیا کہ کیا جواب سوال ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ بادبانی جہاز نے پوچھا تھا کہ جہاں ہم ہیں اس کا عرض بلد اور طول بلد کیا ہے۔ ہمارے جہاز نے جواب دیا کہ عرض بلد ہے سترہ درجے بیس دقیقے اور طول بلد ہے پینسٹھ درجے پانچ دقیقے۔

جہاز میں عرض بلد وطول بلد معلوم کرنے کا طریق:

جہاز میں ٹھیک راستہ چلنے کے لیے متعدد قطب نما لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک جگہ کپتان یا اور افسر اور دوسری جگہ کوارٹر ماسٹر دن رات برابر کھڑے رہتے ہیں اور ہر دم قطب نما کے درجے دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر ذرا بھی جہاز کا رخ پھرا اور قطب نما سے معلوم ہوا، اسی وقت کپتان نے سکّان جہاز کو پھروایا اور پھر صحیح سمت پر پھیر لیا؛ مگر اس بات کے دریافت کرنے کو کہ ہم ٹھیک صحیح راستے پر چلے جاتے ہیں اور اب کہاں ہیں ہر روز دوپہر کیوقت عرض وطول مقام جہاز جس کو باصطلاح علم ہیئت عرض بلد اور طول بلد کہتے ہیں، نکالتے ہیں۔ اس کے لیے ایک نہایت مختصر آلہ ربع دائرہ کے طور پر بنا ہوا ہے جس کو سکسنٹ کہتے ہیں؛ اس میں ایک چھوٹی دوربین ہے اور چند شیشے اور ایک متحرک پرزہ بطور شاقول کے۔ دوپہر کے قریب سے غایت ارتفاع شمس دیکھتے رہتے ہیں دوربین سے افق دیکھتے ہیں اور شیشوں میں آفتاب کی شعاع پڑتی ہے اور متحرک پرزوں سے درجۂ ارتفاع معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح دیکھتے رہتے ہیں اور ہر دفعہ ارتفاع کو لکھتے جاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ ارتفاع اب بڑھتا نہیں بل کہ گھٹتا ہے تو غایت اوتفاع معلوم ہوا۔ اسی وقت دوپہر کے بجنے کا حکم دیا اور ایک جدول بنی ہوئی ہے، اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر غایت ارتفاع آفتاب

www.taemeernews.com

فلاں تاریخ میں اس قدر ہوتو اس مقام کا عرض بلد اور طول بلد اس قدر ہوگا؛ اس جدول کو دیکھ کر طول وعرض مقام جہاز دریافت کر لیتے ہیں۔

ہمارے یہاں بھی ہر مقام کا طول بلد اور عرض بلد نکالنے کے لئے آلات اور قاعدے معین ہیں؛ اصطرلاب اور ربع مجیب سے نکال سکتے ہے مگر جیسا صحیح اور نہایت آسانی سے انگریزی آلے سے نکلتا ہے ویسا اس سے نہیں نکلتا۔

رفتار جہاز معلوم کرنے کا طریق:

اس بات کے دریافت کرنے کا کہ دن رات میں یعنی دو پہر سے دو پہر تک جہاز کتنا چلا اور فی گھنٹہ کے میل چلتا ہے، نہایت عجیب اور آسان قاعدہ ہے اور وہی مثل ہے کہ 'تل کی اوجھل پہاڑ'؛ ایک رسی ہے جس کے سرے میں ایک کاٹھ کا ٹکڑا بقدر ربع دائرہ کے، تین رسیوں میں چھینکے کی طرح لٹکتا ہے، دو رسیاں تو مضبوط بنی ہوئی ہیں اور ایک رسی اس طرح پر اٹکائی ہے کہ اگر برابر زور دیے رہو تو اٹکی رہے اور اگر جھٹکا مارو تو اس کا سرا نکل جاوے۔

اس کے سوا ایک ریت کی گھڑی ہے جو ایک منٹ میں خالی ہو جاتی ہے۔ ایک شخص اس گھڑی کو لے کر کھڑا ہوتا ہے اور ایک شخص وہ کاٹھ کا چھینکا جہاز کے پیچھے کھڑے ہو کر ڈالتا ہے۔ جہاز چلا جاتا ہے اور وہ شخص رسی چھوڑے جاتا ہے؛ جہاں ایک منٹ پورا ہوا اور رسی کو روکا اور جھٹکا مارا، چھینکا کھل گیا اور رسی کو ناپ کر یا اس کی گرہوں کو شمار کر کے دیکھا کہ ایک منٹ میں کس قدر جہاز چلا۔ اس کا حساب کر کے گھنٹوں میں اور دن رات میں رفتار کا حساب کر لیا۔ یہ عمل دن رات میں متعدد دفعہ کرتے رہتے ہیں تا کہ رفتار کی تیزی اور کمی کا حال معلوم ہوتا رہے اور شاید ہر دفعہ کے عمل کا اوسط نکال کر دن رات کی رفتار کا حساب کرتے ہیں۔

جہاز میں گھنٹہ بجانے کا طریق:

جہاز میں اس طرح پر گھنٹے نہیں بجتے جیسے کہ ہمارے ملک میں ایک سے بارہ

www.taemeernews.com

تک بجتے ہیں بل کہ جہاز میں یہ دستور ہے کہ دن رات کے چھ حصے حسب تفصیل ذیل کرتے ہیں:-

۱- دوپہر دن سے چار بجے تک
۲- آٹھ بجے رات تک
۳- بارہ بجے رات تک
۴- چار بجے رات تک
۵- آٹھ بجے صبح تک
۶- دوپہر دن تک

اور گھنٹہ اور آدھا گھنٹہ بجاتے ہیں اور اس کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ ایک گھنٹے کی دو چوٹ متصل لگاتے ہیں اور آدھ گھنٹے کے لیے صرف ایک چوٹ مثلاً ایک بجانے کے لیے دو چوٹ متصل لگا دیں گے اور ڈھائی گھنٹہ بجانے کو دو چوٹ متصل، پھر دو چوٹ متصل، پھر ایک چوٹ۔ اس حساب سے چار بجے بھی آٹھ بجتے ہیں اور آٹھ بجے بھی آٹھ بجتے ہیں اور بارہ بجے بھی آٹھ بجتے ہیں۔

جہاز کے کھیل:

عدن تک جو لوگ ہمارے ساتھ جہاز میں تھے وہ صرف دو کھیل علاوہ شطرنج و گنجفہ و نرد کے جہاز میں کھیلتے تھے۔

ایک اسکٹل۔ یہ کھیل اس طرح پر کھیلتے ہیں کہ نو موگریاں نیچے سے پتلی اور اوپر سے موٹی اس طرح پر کھڑی کرتے ہیں۔

اور ایک بھاری گیند توپ کے گولے کے برابر ہوتی ہے، اس کو فاصلۂ معین سے دوڑ کر زور سے لڑھکا کر ان موگریوں پر مارتے ہیں تا کہ وہ گر پڑیں اور ہر شخص تین دفعہ وہ گیند لڑھکاتا ہے اور جس قدر موگریاں گرتی ہیں، ان کی تعداد لکھتے جاتے ہیں؛ جس نے سب سے زیادہ موگریاں گرائیں وہی میری ہے۔

www.taemeernews.com

دوسرا کھیل کرائیٹس کھیلا گیا۔ یہ کھیل میمین کھیلتی تھی۔ دو خالی بالٹیاں پانی کی ایک فاصلے پر رکھی جاتی ہیں اور سن کی خوبصورت خوبصورت اینڈ دیاں بنی ہوئی ہوتی ہیں، ہر ایک میم تین تین اینڈ دیاں ہاتھ میں لے لیتی ہے چند میمیں ایک بالٹی کے پاس کھڑی ہوگئیں اور چند دوسری بالٹی کے پاس اور ایک نے دوسری کی بالٹی میں اینڈ دی پھینکنی شروع کی؛ جس کی اینڈ دیاں بالٹی کے اندر پڑیں وہی میری ہے۔ یہ کھیل اس لیے ہیں کہ جہاز میں کچھ ریاضت کرنی چاہیے، ست پڑا رہنا نہ چاہیے۔

سمندر کے جانور:

عدن تک ہم کو کوئی عجیب جانور سمندر میں نہیں دکھائی دیا، صرف تین جانور ہم نے دیکھے۔

اول ''فاسفورس''۔ جب جہاز چلتا ہے، اس کے چلنے کی لہر میں ہزاروں جانور جھاڑی بوٹی کے بیر کے برابر، پٹ بیجنے کی طرح چمکتے ہوئے اور پانی میں تیرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سمندر کے پانی میں نہایت باریک جو آنکھ سے نہیں دکھائی دیتے، یہ کیڑے ہیں اور پانی کی حرکت سے پٹ بیجنے کی طرح چمکتے ہیں اور چمک کے سبب اتنے بڑے دکھائی دیتے ہیں۔ رات کو اگر سمندر کا پانی اچھالیں یا اندھیرے میں لاکر ہلاویں تب بھی یہ جانور چمکتے ہیں۔

دوم ''جلفش'' جس کو خلاصی جھننا کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی مچھلی ہے، نصف سیپی کی طرح اس کا چھلکا ہے اور گویا وہ آدھی سیپی چت تیرتی ہے اور اس کے بیچ میں گلابی رنگ کی ایک چیز معلوم ہوتی ہے اور پانی میں کنول کے پھول کی طرح تیرتی پھرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ جو گلابی رنگ کی چیز ہے وہ صرف ایک لمبا تانتوا ہے اور کچھ نہیں اور اسی سبب سے کھانے کے لائق نہیں ہے۔ مجھ کو یہ مچھلیاں روپے کی برابر ہتھیلی کے گڑھے کی برابر دکھائی دیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ نو انچ قطر تک کی ہوتی ہیں۔

سوم ''پرند مچھلی'' یہ مچھلی عجیب کیفیت دکھاتی ہے، غول کے غول اور متفرق بھی

www.taemeernews.com

پانی میں سے اڑ جاتی ہے اور بیس تیس قدم تک اڑتی ہوئی چلی جاتی ہے اور پھر سمندر میں ڈوب جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جہاز کی چھت پر اور کبھی کھڑکی کی راہ سے کمرے کے اندر آن پڑتی ہے؛ چنانچہ ایک مچھلی میجر فریزر صاحب کے کمرے میں آن پڑی، بالشت برابر لمبی اور انگوٹھے برابر موٹی تھی۔ مچھلی کے پروں کے دو پر اس کے ہوتے ہیں، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ مثل پرند جانوروں کے ان سے اڑا جاوے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت ان مچھلیوں کی اڑان نہیں ہے بلکہ زقند ہے۔ کوئی بڑی مچھلی ان کو کھانے کو دوڑتی ہے اور وہ بھاگتی ہیں؛ جب زیادہ دباؤ پڑتا ہے تو زور سے زقند مار کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا پڑتی ہیں اور اس کود میں ان کے پر چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان پروں سے اڑ رہی ہے۔

سمندر کا دلکش نظارہ:

جب ہم بمبئی سے چلے تو تھوڑی دیر میں ہماری آنکھ سے زمین غائب ہوگئی اور بجز پانی کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا؛ چاروں طرف ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی کا کنارہ آسمان سے ملا ہوا ہے اور آسمان مثل سرپوش کے پانی کے اوپر ڈھکا ہوا ہے۔

سرزمین عرب کا دکھائی دینا:

چھ دن اور چھ رات اسی طرح پانی پانی میں چلے گئے تب ۱۶ اپریل روز جمعہ کو علی الصباح بعد نماز فجر زمین مقدس عرب دکھائی دی۔ ہم کو اسے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور میرے دل میں خیال گذرا کہ سبحان اللہ اسی وادی غیر ذی زرع میں سے خدا تعالیٰ نے ایسا نبی اولوالعزم، آخر الزمان، ختم پیغمبرانؐ پیدا کیا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ہمارے محسن و شفیق میجر ڈاڈ صاحب نے مجھ سے آن کر کہا کہ پیغمبرؐ کی زمین دیکھی۔ میں نے کہا ''ہاں دیکھی، یہی ہے جو 'عربی دی بلیسڈ' یعنی رحمت کیا گیا عرب کہلاتا ہے''۔ اسی تاریخ کو عدن کے قریب کے پہاڑ دکھائی دیے اور جہاں سے پہاڑ شروع ہوئے ہیں وہاں ایک مینار روشنی کا جہازوں کو بتانے کے لیے بنا ہوا ہے۔

www.taemeernews.com

عدن پہنچنا:

قریب صبح کے ہم کو پہاڑ شمشم دکھائی دیا جو خاص عدن کا پہاڑ ہے اور تھوڑا دن نکلا تھا کہ ہم عدن میں جا پہنچے اور جہاز نے کنارے عدن کے بہت قریب لنگر ڈالا۔ عدن میں بھی ایک مینار روشنی کا ہے اور کنارے پر کے پہاڑ اور مکانات اور فصیل و برج قلعے کے نہایت خوشنما ہیں، خوب سیر جہاز میں سے دکھائی دیتی ہے۔

تمام راستہ امن سے گذرا:

تمام راہ نہایت امن سے گذری: سمندر نہایت چپ چاپ سیدھا تھا، کہیں سمندر میں شورش نہیں ہوئی اور نہ موجیں اٹھیں اور نہ کسی طرح کی گھبراہٹ نے ہم کو گھبرایا، سمندر ایسا رہا کہ گویا ایک بڑی جھیل ہے، الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب دیکھیے کہ جناب بحر احمر کیا کیفیت دکھلاتے ہیں۔

کیفیت شہر عدن

جب جہاز لنگر کر چکا تو ہم چاروں شخصوں نے ایک چھوٹی سی کشتی کرایہ کی اور ہم چاروں معہ چھجو کے اس پر سوار ہو کر کنارے پر پہنچے۔ وہاں دو گھوڑوں کی اور ایک گھوڑے کی بگھیاں اور فٹن اور سواری کے گھوڑے اور گدہے اور خچر کرایے کے موجود رہتے ہیں۔ کنارے پر ایک ہوٹل ہے جس کے مالک پارسی ہیں اور اسی کے پاس سوداگروں کے دوکانیں ہیں اور چھاؤنی اور قلعہ وہاں سے دو ڈھائی میل ہے۔ ہم نے فٹن اور بگھی کرایہ کی لی اور قلعہ و چھاؤنی کو دیکھنے گئے۔

عدن کے قدیم حوض:

سب سے عمدہ اور عجیب اور نہایت قدیم چیز جس کی تعمیر کی تاریخ اب تک معلوم نہیں ہے عدن کے حوض ہیں جن کو یہاں کے لوگ ''ٹانکہ'' کہتے ہیں۔ سب سے اول ہم انھیں دیکھنے کو گئے۔ ہم نے دیکھا کہ دامن کوہ میں چھوٹے اور بڑے نو دس حوض ہیں جو پہاڑ میں کھودے گئے اور درجہ بدرجہ ہیں یعنی ایک حوض سب سے بلند جگہ

www.taemeernews.com

پر ہے، دوسرا اس سے نیچی جگہ میں، تیسرا اس سے نیچی جگہ میں اور علیٰ ھذا القیاس اور وہ حوض عمیق بھی بہت ہیں؛ جب مینہ برستا ہے تو پہاڑ کے پانی سے اوّل پہلا حوض بھرتا ہے، پھر اس کا پانی ابل کر دوسرے میں آتا ہے اور دوسرے کا تیسرے میں علیٰ ھذا القیاس، یہاں تک کہ سب حوض بھر جاتے ہیں۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ حوض اس انداز سے اور پہاڑ کے پانی کے بہاؤ کے ایسے موقع پر بنائے گئے ہیں کہ اگر گھنٹہ دو گھنٹہ بھی پانی برسے تو سب حوض پانی سے پر ہو جاتے ہیں۔

عدن سمندر کے کنارے پر ہے جس کا پانی نہایت کھاری ہے اور تمام شہر و چھاؤنی اور پہاڑ میں جہاں کہیں کنواں کھودا جاتا ہے اس کا پانی بھی کھاری نکلتا ہے، اس لیے عرب کے بادشاہوں میں سے جو قبل اسلام ہوئے ہیں کسی بادشاہ نے مینہ کا پانی جمع کرنے کے لیے یہ حوض بنائے ہیں؛ چنانچہ اب بھی انھیں حوضوں کا پانی پینے میں آتا ہے۔ یہاں کے عوام الناس کہتے ہیں کہ شداد کے یہ حوض بنائے ہیں۔

سرکار انگریزی نے اب ان حوضوں کی نہایت عمدہ مرمت کی ہے اور ہر ایک گرداگرد لوہے کا کٹہرہ لگایا ہے اور ہر ایک کے گرد پھرنے کو پختہ بہت عمدہ روشیں بنائی ہیں اور کہیں کہیں پتلے پتلے خوبصورت پل بنائے ہیں اور حوضوں کے درمیان میں جو فاصلہ ہے وہاں زمین ہموار کر کے خوبصورت کیاریاں بنا کر ایسے درخت جو اس شہر میں اور ایسے گرم پہاڑ پر ہو سکتے ہیں، لگائے ہیں اور موقع موقع پر بیٹھنے اور سیر کرنے کے لیے مثل باغوں کے بنچیں وغیرہ ڈال رکھی ہیں اور اس جہنم کے ٹکڑے میں بہشت کا کونہ آباد کر رکھا ہے۔

عدن میں گرمی کی شدت:

عدن میں گرمی اس شدت سے ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے؛ کوئی ہرا درخت یا ہری گھاس کہیں دکھائی نہیں دیتی، باسی پانی ایسا ہوتا ہے جیسے سمرا ہوا گرم پانی اور اس پر مصیبت یہ ہے کہ برف نامکو بھی میسر نہیں۔

www.taemeernews.com

پانی کی گرانی:

یہاں پانی پینے کا نہایت گراں قیمت کو بکتا ہے؛ تین پیسے کو ایک صراحی پانی کی آتی ہے جس میں تین گلاس کے قریب پانی ہوتا ہے۔

ایک جدید حوض:

متصل انھیں حوضوں کے کسی پارسی اور عرب نے مل کر ایک بڑا حوض کھودا ہے اور جب وہ سب قدیم حوض بھر جاتے ہیں تب اس میں پانی آتا ہے مگر یہ حوض بہت عمیق ہے۔ اس وقت بھی پانی خوب موجود تھا۔ مویشی کو اسی حوض سے پانی پلایا جاتا ہے، شاید ایک گھوڑے کی پلائی دو آنے ہیں۔ سنا ہے کہ سات برس تک اس حوض کی آمدنی وہ لوگ لیں گے جنھوں نے بنایا ہے اور اس کے بعد اس حوض کی اور اس کی آمدنی کی گورنمنٹ مالک ہوگی۔

بازار کی سیر:

ان سب حوضوں کی سیر کر کے ہم بازار میں آئے اور خوب سیر کی۔ جہاں ترکاری بکتی ہے وہاں دو دکانیں بھٹے والوں کی تھیں جو کوئلوں پر بھٹے بھون کر بیچتے تھے۔ ہم کو اپنا ہندوستان یاد آیا اور چار بھنے ہوئے بھٹے ہم نے خریدے؛ پھر بازار میں آئے اور مختلف نان پزوں کی دکان سے روٹی خریدی اور ایک دوکان سے سالن خریدا۔ ایک نان بائی پراٹھے پکاتا تھا؛ اس سے پراٹھے پکوائے جیسے کہ ہمارے ہاں قطب صاحب (۱- دہلی کے قریب قصبہ مہرولی سے مراد ہے جہاں ایک ماذنہ بنا ہوا ہے جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام پر قطب صاحب کی لاٹ کہلاتا ہے۔ دہلی کا قدیم شہر اسی جگہ آباد تھا۔ 'اسماعیل') میں پراٹھے پکتے ہیں، بعینہ اسی قطع کے اس نے پراٹھے پکائے۔ قہوہ والے کی دوکان پر جا کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کا قہوہ پینا دیکھا۔ غرضیکہ خوب سیر کر کے ایک مسجد میں آئے اور جو کچھ خریدا تھا اس میں سے کچھ کھایا کچھ بانٹا۔

www.taemeernews.com

عدن کی قومیں:

یہاں متعدد قومیں موجودہ ہیں مگر عرب اور مصری اکثر ہیں اور سب سے زیادہ جو قوم ہے: وہ سمالی قوم ہے۔ ہر چند میں نے تحقیق کیا مگر مجھے نہ معلوم ہوا کہ سمالی کیا قوم ہے؛ عربی بولتے ہیں مگر ایسی خراب کہ سوائے دو چار لفظوں کے اور کچھ ہماری تو سمجھ میں آتا نہیں اور ہماری عربی بھی وہ بخوبی نہیں سمجھتے، لہجے کا اس قدر فرق ہے کہ الفاظ ایک دوسرے کی سمجھ میں نہیں آتے۔

عدن میں اردو:

واہ ری ہماری قسمت کے یہاں کے بازار کے لوگ اور سمالی قوم بھی کسی قدر اردو بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں؛ کوئی ضروری کام بند نہیں رہ سکتا، سب اردو میں انجام ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ کہ عدن تک تو اردو زبان کی شہنشاہی قائم ہے۔

سمالی قوم کے لوگ جیسی اردو جانتے ہیں ویسی ہی انگریزی اور فرانسیسی زبان بھی جانتے ہیں؛ ان دونوں زبانوں میں سب ضروری باتیں کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں بلکہ انگریزی زبان فرانسیسی زبان کی نسبت زیادہ جانتے ہیں۔

عدن کی مسجدیں:

چند مسجدیں یہاں ہیں جن میں سے مسجد ادریس بڑی اور مسجد جامع بطور درگاہ کے ہے۔

عدن کے مندر:

جب ہم اس مسجد میں سے جس میں بیٹھے تھے باہر آئے تو ہم نے ایک ہندو کو دیکھا، اس کے پاس جا بیٹھے: معلوم ہوا کہ وہ مارواڑی ہے، بمبئی سے عدن میں آیا ہے اور عدن میں مہاجنی کی دوکان کی ہے، مدت سے رہتا ہے اور ہمیشہ جہاز پر آتا جاتا ہے۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ عدن میں تین دیول یعنی مندر ہندوؤں کے ہیں؛ مہادیو کا اور ہنومان کا اور ایک اور کسی کا بتایا کہ میں اس کا نام بھول گیا اور یہ مندر ہندوؤں کے چندے

www.taemeernews.com

سے بنے ہیں جو عدن میں آتے جاتے ہیں۔ مجھے اس بات کے دریافت ہونے سے کہ عدن تک ہندو آتے جاتے ہیں اور جہاز میں بیٹھنے سے ان کی ذات و مذہب میں کچھ فرق نہیں آتا، نہایت خوشی ہوئی۔ خدا ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی یہ دن نصیب کرے!

عدن کی دکانیں:

یہاں تمام لوگ اور دوکاندار نہایت کثیف اور میلے کچیلے ہیں اور سمالی تو بالکل وحشی جنگلی معلوم ہوتے ہیں۔ نان بائیوں کی اور قہوہ والوں کی دوکانیں ایسی میلی اور خراب بدبودار ہیں کہ پاؤں رکھنے کو دل نہیں چاہتا؛ حقیقت میں صفائی اور اجلا پن یورپ کی اور خصوصاً انگریزوں کی قوم پر ختم ہے گو کہ بعض عادتیں اعتراض کے لائق بھی ہیں۔

عدن کی چھاؤنی:

عدن چھاؤنی اگر چہ چھوٹی ہے، تین سو چار سو سپاہی ہندوستانی اور گورے رہتے ہیں، الّا توپ خانے کا سامان بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ چھاؤنی قلعے کے اندر ہے اور خوبصورت طور پر بنائی ہوئی ہے اور بازار جو کچھ کہ عدن میں ہے سب چھاؤنی کے قریب ہے۔

عدن کا قلعہ:

قلعہ جو کہلاتا ہے وہ حقیقت میں پہاڑ ہے؛ چاروں طرف سے بلند پہاڑ ہے اور اس کے حلقے کے اندر جو جگہ ہے وہاں چھاؤنی اور بازار وغیرہ ہیں۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ سرکار انگریزی نے ایک پہاڑ کو کاٹ کر بطور گھاٹی کے بنایا ہے اور نہایت پیچیدہ ہے؛ دس مستعد سپاہی ایک لشکر کو اسمیں جانے سے روک سکتے ہیں۔ قلعہ بسبب محیط ہونے پہاڑ کے ایسا بلند ہے اور قدرتی ایسا استحکام رکھتا ہے کہ حملہ کرنے والے کا اس پر غالب اور فتح یاب ہونا نہایت مشکل اور قریب غیر ممکن کے معلوم ہوتا ہے۔ اس

www.taemeernews.com

پر سرکار انگریزی نے جابجا پہاڑوں کی چوٹی پر ان کی کمر میں موقع بموقع پر پختہ برج بنائے ہیں اور مورچہ بندی کی ہے اور ہر جگہ توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور نہایت عمدہ اور مستحکم جنگی قلعہ بنا رکھا ہے۔

عدن کی فوجی اہمیت:

یہ قلعہ دیکھ کر انگریزی گورنمنٹ کی قوت اور شان وشوکت کا بلاشبہ ایک اثر دل میں ہوتا ہے اور اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ عدن ہندوستان کی حفاظت کا پہلا ناکہ ہے اور بحر احمر کی کنجی ہے۔ ہندوستان میں اگر کچھ فساد ہو تو چھ روز میں یہاں سے ہر قسم کے سامان حرب کی مدد ہندوستان میں پہنچ سکتی ہے اور اگر والی مصر سے کچھ بگاڑ ہو یا فرانسیسی مصر پر کچھ فساد کریں تو فی الفور عدن سے وہاں حملہ ہوسکتا ہے اور سامان حرب کی رسد اور کمک پچاس ہزار بل کہ اس سے بھی زیادہ فوج بغیر کھٹکے پہنچ سکتی ہے۔ بحر احمر کی کنجی میں نے اس لیے کہی کہ جس قدر فوج اور توپ خانہ اس وقت عدن میں موجود ہے اگر وہ چاہے تو ایک پرندہ کو بھی بحر احمر سے نکلنے نہ دے۔ اس موقع کے مورچے بنے ہوئے ہیں کہ کوئی جہاز یا کشتی یا بغلا بلا مرضی افسر عدن اس بڑے سمندر میں جو بمبئی کے نیچے سے عدن تک ہے اور جو خلیج عرب کہلاتا ہے، نہیں آ سکتا۔

سابق میں عدن میں سلطان روم کی عملداری تھی؛ شاید تیس برس ہوئے ہوں گے کہ سرکار انگریزی نے سلطان سے لے لیا اور جب سے سرکار انگریزی کی عمل داری میں ہے اور اس کا نظام ہندوستان کے گورنر جنرل سے متعلق ہے (۱- عدن پر انگریزی قبضہ ۱۸۳۹ء میں ہوا جو اس وقت تک قائم ہے 'اسماعیل')۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ قبل عملداری انگریزی کے نہایت خراب اور ویران افتادہ جگہ تھی۔ سمالی قوم کا ایک گاؤں پہاڑ پر تھا، جو شاید اب بھی ہے۔ یہ تمام رونق جو اب ہے اور یہ خوبصورت مکانات اور عمدہ اور عجیب سڑکیں اور پہاڑ میں نقبیں اور قلعے کا برج اور مورچے سب گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں بنے ہیں۔

www.taemeernews.com

ٹرکش وال:

یعنی ٹرکی عملداری کی حد کی دیوار۔ عدن سے ملی ہوئی سلطان روم کی عملداری ہے؛ عدن کے نیچے جو سمندر ہے اس میں ایک کوتاہ زمین کا نکلا ہے جس پر سے سلطان روم کی عملداری میں چلے جاتے ہیں۔ جب سے کہ عدن گورنمنٹ انگریزی کے قبضے میں آیا ہے، اس مقام پر ایک دیوار بہت لمبی اور چوڑی بنا کر آمد و رفت کا رستہ بند کر دیا ہے اور اس دیوار پر برج اور مورچہ بندی کی ہے اور توپیں چڑھی ہوئی ہیں اور کچھ گورے وہاں رہتے ہیں۔ اس دیوار میں ایک دروازہ ہے، اس دروازے سے لوگوں کی آمد و رفت ہے مگر سلطان روم کی عملداری کا جو شخص اس دروازے سے عدن میں آتا ہے تو ہتھیار دروازہ پر لے لیے جاتے ہیں، ہتھیار بند آنے نہیں دیتے۔ افسوس ہے کہ اس دیوار کے دیکھنے کا ہم کو موقع نہیں ملا۔

میٹھا پانی بنانے کی مشین:

عدن میں سمندر کے کنارے پر ایک کل لگا رکھی ہے جس میں سمندر کا کھاری پانی میٹھا اور نہایت سبک اور شیریں ہو جاتا ہے اور اس کا پانی خرچ میں آتا ہے۔ اس کی بھی ہم نے سیر کی؛ بعد اسکے تھوڑی دیر ہوٹل میں آ کر ٹھہرے اور پھر اپنے جہاز پر چلے آئے۔

عدن میں سمالی لڑکوں کی عجیب غوطہ زنی:

یہ بھی عجیب تماشا ہے، جہاں جہاز عدن میں ٹھہرا اور سمالی قوم کے بیسیوں لڑکے سمندر میں تیرتے ہوئے جہاز کے پاس آ پہنچے، کالے کالے رنگ اور سرخ بال بالکل مینڈک کی طرح تیرتے ہیں اور بخشیش مانگتے ہیں؛ جہاں پیسہ، روپیہ، دونی، چونی، اٹھنی سمندر میں پھینکی اور وہ غوطہ مار کر نکال لائے۔ ہمارے سامنے اکیس لڑکے تھے اور آٹھ بجے صبح سے پانچ بجے شام تک برابر ایک حالت پر تیرتے اور غوطے

www.taemeernews.com

مارتے اور دونیاں نکالتے رہے۔

عدن سے روانگی:

سترھویں اپریل ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو دوپہر پر پانچ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا اور دخانی کل نے شور مچایا اور جہاز نے موئز کی راہ لی۔ عدن سے ایک مصری پائلٹ جس کو یہاں کے لوگ آرکاٹی کہتے ہیں ساتھ ہوا۔ یہ شخص مسلمان ہے، عدن کا رہنے والا، متولی اس کا نام ہے، عربی بولتا ہے۔ میں نے اس سے سلام علیک کی، بات چیت کی۔ اس نے اپنی قوم کچھ نہیں بتائی، کہا کہ میں عامی برعرب کا رہنے والا ہوں۔ بالکل ناخواندہ تھا، اس کا لہجہ سمالی قوم کے لہجے کے بہت قریب تھا اور بے حیثیت اور میلا آدمی تھا؛ کپڑے اچھے نہ تھے مگر انگریزی زبان اور فرنچ زبان اپنے کام چلانے کے لائق جانتا تھا۔

ابنائے باب المندب سے جہاز کا گزرنا:

خبر تھی کہ رات کو باب المندب میں سے جہاز گزرے گا؛ چونکہ یہ ایک مشہور خطرے کی جگہ ہے، اس لیے مجھے اس کے دیکھنے کا نہایت شوق تھا۔ جس وقت باب المندب قریب آیا مجھے ایک شخص نے جس سے میں نے کہہ رکھا تھا، اٹھایا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں طرف پہاڑ ہیں مگر بہت اونچے نہیں، ان میں سے جہاز جاتا ہے۔ دونوں پہاڑوں میں ڈیڑھ دو میل کا فاصلہ ہوگا، کچھ بہت تنگ رستہ بھی نہیں ہے۔ شاید پانی کے نیچے دونوں طرف پہاڑ ہوں اور اس سبب سے رستہ جہاز کے چلنے کا تنگ ہو۔ غالباً بادبانی جہاز کو یا انگریزوں کے سوا اور قوموں کے جہاز رانوں کو یہاں اندیشہ ہوگا۔ ہمارے جہاز رانوں کو تو کچھ خیال بھی نہیں ہوا؛ رات کے وقت میں بغیر ذرا سے تردد کے فرفر جہاز کو لیے چلے گئے۔ حقیقت میں یورپ کی قوم نے علم جہاز رانی کو نہایت درجے کی ترقی پر پہنچا دیا ہے؛ ایسے ایسے عمدہ آلات جہاز رانی کے ہیں، جن کی خوبی کا بیان نہیں ہوسکتا، جس زاویے پر چاہتے ہیں سمندر کی سطح پر جہاز چلاتے ہیں،

www.taemeernews.com

سینکڑوں تک جہاز کو سیدھا خط مستقیم پر لے جاتے ہیں جس میں ذرا بھی ٹیڑھا پن نہیں ہوتا۔ اگر جہاز کو چکر دینا چاہیں تو مثل پٹے باز اریا نہایت عمدہ گھوڑے کے جو کاوے اور اٹیرن پر خوب صاف ہو، پھرا سکتے ہیں اور اس کے پھرانے میں اتنا بھی تو زور نہیں لگتا جتنا کہ دس سیر بوجھ کے ہلانے جلانے میں لگتا ہے۔

جزیرہ پیرم:

رات ہی کے وقت ہم کو ایک بہت چھوٹا جزیرہ ملا جس کو پیرم کہتے ہیں۔ یہ جزیرہ اسی آبنائے میں ہے جس سے بحر عرب اور بحر احمر ملتا ہے؛ ایک میل سے بھی کم چوڑا ہے اور تخمیناً ڈھائی تین میل لمبا ہوگا۔ اس میں بجز مینار روشنی کے اور کچھ نہیں ہے؛ دس بیس سپاہی رہتے ہیں اور انگریزی جھنڈا اڑا کرتا ہے۔

جزیرہ پر انگریزی قبضے کی تاریخ:

دس برس سے زیادہ نہیں ہوئے کہ جب تک یہ جزیرہ محض افتادہ تھا، کسی کا قبضہ خاص اس پر نہ تھا اور نہ کسی ملک کی سرحد خشکی کی راہ سے اس سے ملی ہوئی تھی۔ شاید ولایت کے قوانین متعلق اقوام مختلفہ کی رو سے جو قوم چاہے اوس پر قبضہ کر سکتی تھی۔ لوئیس نپولین فرانس کے بادشاہ نے ایک جہاز بھیجا کہ اس بالشت بھر کے جزیرے پر قبضہ کر لو وہ جہاز بڑے پھیر کے راستے سے عدن تک آیا اور رات کو لنگر ڈالا کہ صبح کو اس جزیرے پر قبضہ کریں گے۔ عدن میں جو انگریزی افسر تھا وہ رات کو جہاز میں فرانسیسی افسر سے ملنے آیا، بات چیت ہوئی کھانے پر بیٹھے، باتوں باتوں میں فرانسیسی افسر نے اپنا ارادہ اور اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔ انگریزی افسر نے سنتے ہی اپنی پاکٹ میں سے پنسل اور ایک ٹکڑا کاغذ کا نکلا اور میز کے نیچے ہاتھ کر کے اپنے دخانی جہاز کے کپتان کو چٹھی لکھی کی فی الفور انجن میں آگ جلاؤ اور جہاز تیار کرو اور خود وہیں بیٹھا رہا اور کھانے پینے کی باتوں میں مصروف رہا؛ تھوڑی دیر بعد گڈ نائٹ کر کے اور ہاتھ ملا کر رخصت ہوا اور فی الفور اپنے جہاز میں آن کے اسی وقت روانہ ہوا اور رات ہی کو اس

www.taemeernews.com

جزیرہ پر پہنچ کر انگریزی حکومت کا جھنڈہ گاڑ دیا اور پھر یرا اڑا دیا۔ صبح کو فرانسیسی افسر جہاز لے کر پہنچا، دیکھا کہ جزیرہ پر انگریزی جھنڈا اڑ رہا ہے اور انھوں نے قبضہ کر لیا ہے؛ لاچار مایوس ہوا اور پھر کر چلا گیا۔ سنا ہے کہ اس بات سے نپولین بہت ناراض ہوا اور لندن میں بہت خط و کتابت کی مگر کچھ نہ ہوا نپولین کا ارادہ تھا کہ اپنے ہاں کے دخانی جہازوں کے لیے اس جزیرہ میں اسٹیشن مقرر کرے۔

بحر قلزم میں جہاز کا چلنا:

اٹھارویں کی صبح سے پھر ہم نے دریائے ناپیدا کنار دیکھنا شروع کیا۔ دو دن بعد پھر پہاڑ و زمین دکھائی دینی شروع ہوئی اور جوں جوں چلتے گئے ایک طرف عرب کا کنارہ اور دوسری طرف افریقہ کا کنارہ برابر دکھائی دینا شروع ہوا۔ دونوں کناروں کے پہاڑ نہایت خوشنما معلوم ہوتے تھے اور عجیب کیفیت دکھائی دیتی تھی۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ دونوں طرف کے پہاڑوں پر کوئی درخت اور ذرا سا بھی سبزہ اور مطلق آبادی نہ تھی۔ محض ویران لق و دق جنگل اور بے آب و بے برگ و شجر پہاڑ تھے۔

سمندر میں طوفان:

بائیسویں تاریخ رات کے وقت حامد تو نہیں معلوم کہ جہاز کے کس کونہ میں جا کر سو رہا تھا اور میں اور خداداد بیگ اور محمود کمرے میں اپنے اپنے پلنگوں پر اور چھجو پلنگ کے نیچے سوتا تھا اور کمرے کی کھڑکی سمندر کی طرف کی ہوا آنے کو بسبب شدت گرمی کے کھلی ہوئی تھی کہ رات کو دفعۃً تند ہوا چلی اور سمندر میں موجیں اٹھیں اور الا الا کر کے سمندر کا پانی کھڑکی کے اندر اس قدر آ پڑا کہ تمام پلنگ اور بچھونے اور ہم سب اور چھجو شرابور ہو گئے۔ اسی وقت ہم گھبرا کر کمرے میں سے بڑے کمرے میں نکل آئے اس وقت تمام انگریزوں نے بھی اپنے اپنے کمروں کی کھڑکیاں کھول رکھی تھیں۔ ہماری طرف کی لائن میں سب کا یہی حال ہوا؛ سب بڑے کمرے میں نکلے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ تمہارے کمرے میں بھی پانی آ گیا۔ غرضکہ اسٹورڈ کو

www.taemeernews.com

اسی وقت پکارا، کھڑکی بند کی، بچھونے اٹھا دیے اور جس طرح ہوا رات کاٹی۔ محمود کو بھتیرا منع کیا پر وہ گیلے بچھونے پر سو رہا؛ صبح کو جب اٹھا تو اس کی بانہہ میں درد تھا، دوسرے دن تک جاتا رہا۔ جب پانی آیا تو قریب دو ڈھائی گھنٹے کے رات ہوگی، کچھ وقت کپڑے اتارنے اور نماز کی تیاری میں گزرا۔ میں نے صبح کی نماز پڑھی اور در بدم ہوا تیز ہوتی گئی؛ بالکل سیدھی مخالف ہوا تھی اور نہایت ہی تند تھی اور جہاز اٹھتا تھا اور بیٹھتا تھا۔ اس دن طبیعت نہایت متغیر ہوئی۔ سر کی عجیب کیفیت تھی؛ جی متلاتا اور قے نہیں ہوتی تھی اور ایسی تکلیف دہ مالش تھی کہ بیان نہیں ہوسکتی۔ انگریز جو جہاز میں تھے وہ کہتے تھے کہ ہیں! ایسے صاف سمندر میں جو تالاب کی طرح کھڑا ہے، تمہارا یہ حال ہے؛ یہ ہوا اور یہ حرکت جو اس وقت ہے کچھ بھی نہیں ہے اور ہم کو تو ذرا بھی نہیں معلوم ہوئی مگر میں نے دیکھا کہ بعض انگریزوں کو کسی قدر تغیر تھا اور تین چار میموں کو بہت زیادہ تغیر تھا۔ مسز اسمتھ بھی پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اشارہ سے کہا کہ سر پھرتا ہے، طبیعت اچھی نہیں۔ ایکمیم صاحبہ کو میں نے دیکھا کہ منہ سے بے اختیار بہت سے کف اور پت، ذرا سی ابکائی کے ساتھ نکل پڑے۔ آج تو مرزا خداداد بیگ کا بھی برا حال ہوا اور چھکے چھوٹ گئے اور ہم سب سے زیادہ ان کا پتلا حال تھا اور حامد آج پھر اپنی اس سے پہلی کیفیت کو جا پہنچے۔ بعد اسکے ہوا دھیمی ہونی شروع ہوئی اور جہاز کا ہلنا بھی کم ہوا اور قریب چار بجے کے بہت کم ہوگیا۔ مجھ کو تو بہت تخفیف ہوئی مگر اور سب ہمارے ساتھیوں کا وہی حال رہا۔ ایک میم صاحبہ میرے پاس آئیں اور نہایت مہربانی سے مجھ سے کہا ''تم نشے کے لیے شراب مت پیو؛ بری ہے میں بھی کبھی نہیں چھوتی مگر دوا کے لیے ایک تولہ بھر برانڈی پی لو۔ میں اسٹورڈ کو بلا کر منگا دیتی ہوں، فی الفور تکلیف جاتی رہے گی''۔ میں نے ان کی مہربانی کا بہت سا شکریہ کیا اور کہا کہ نہیں میں نہیں پی سکتا۔

اسی تاریخ ہم کو ''گنگا اسٹیمر'' ملا جو ہم سے تین دن پہلے بمبئی سے روانہ ہوا تھا۔ پہلے دونوں جہازوں میں جھنڈی سے صاحب سلامت ہوئی، پھر آپس میں بات چیت

www.taemeernews.com

ہونی شروع ہوئی۔ پہلی دفعہ جو جہازوں میں بات چیت ہوئی تھی تو مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ چند باتیں جو خاص متعلق جہاز ہوں گی انھیں کے اشارات معین ہوں گے مگر معلوم ہوا کہ نہیں۔ ان چند کپڑے کے ٹکڑوں کے وسیلے سے تمام دنیا کی باتیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت ان دونوں جہازوں میں کوئی خاص بات چیت نہیں ہوئی۔ خیر و عافیت کی علامت دکھا دینے کے بعد گنگا اسٹیمر نے کہا کہ رسی ڈال کر مجھے بھی کھینچے لیے چلو۔ ہمارے جہاز نے کہا کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اسی طرح چند اور باتیں ہنسی ہنسی کی آپس میں ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ امریکہ اور یورپ کی قوموں کے سوا اور کسی قوم میں یہ فن نہیں ہے۔ جہاز پر ایک کتاب رہتی ہے اور شاید اتفاقیہ یا حفاظت کے لیے اس کے پٹھوں میں قفل لگا ہوا تھا، اس میں تمام کام متعلق جہاز مندرج ہیں؛ وہ سب کام ایسے آسان طرح پر ہوتے ہیں کہ جہاز میں جو چھوٹے چھوٹے عہدہ دار ہیں اور صرف بطور حرف شناسی کے لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہ سب ان کاموں کو انجام دیتے ہیں۔

تمام علوم وفنون اپنی زبان میں ہونے کا بشدت احساس:

یہ نتیجہ صرف اس بات کا ہے کہ تمام علوم وفنون اسی زبان میں ہیں جو زبان وہ لوگ بولتے ہیں۔ اگر آج انگریزی زبان میں تمام علوم وفنون نہ ہوتے بلکہ لیٹن میں یا گریک میں یا فارسی عربی میں ہوتے تو آج تک تمام انگریز ایسے ہی جاہل اور بے علم اور لاکھوں ناخواندہ ہوتے جیسے کہ بدنصیبی سے ہم لوگ ہندوستان میں جاہل ہیں اور آئندہ کو بھی جب تک کہ تمام علوم وفنون ہماری زبان میں نہ ہوں گے جاہل اور نالائق رہیں گے اور کبھی عام تربیت نہ ہوگی۔

جبل سینا:

اسی دن ہم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہاڑ یعنی جبل سینا دور سے دکھائی دیا اور دوربین کے ذریعے سے کسی قدر کیفیت اس کی معلوم ہوتی ہے۔ سنا ہے کہ اس کی چوٹی پر کسی رومن کیتھولک پادری کا ایک بہت قدیم گرجا ہے۔

www.taemeernews.com

جزیرہ شروان:

رات کو جزیرہ شروان ہم کو ملا جو افریقہ کے متعلق ہے۔ کوئی چیز اس میں کی بسبب رات ہونے کے دکھائی نہیں دی۔ سنا ہے کہ ولایت سے جو ٹیلی گراف آتا ہے اس کا ایک اسٹیشن اس جزیرہ میں ہے۔ یہ جزیرہ بہت چھوٹا شاید آٹھ دس میل کا لمبا اور دو تین میل کا چوڑا ہوگا۔

سویز پہنچنا:

۲۳ر اپریل ۱۸۶۹ء بروز جمعہ کو ہم سب مع الخیر سات بجے صبح کے سویز[1] (☆ قاہرہ سے ۷۶ میل جانب شرق ایک پر رونق مصری بندرگاہ ہے۔ (اسماعیل) میں پہنچے۔ جہاز نے لنگر کیا اور ہم سب جہاز پر سے اترے۔ 'بڑودہ' جہاز کو ڈندوت کر کے رخصت کیا اور سویز ہوٹل میں جا کر ٹھہرے۔ اب یہاں سے عمل داری وائسرائے مصر کی شروع ہوئی۔ جونہی ہم ہوٹل میں گھسے پہلا نشان عمل داری ترک کا ہم نے یہ دیکھا کہ ہوٹل کے چپڑاسیوں کی چپڑاس پر عربی اور انگریزی میں یہ عبارت کندہ تھی۔

Sewis Hotel

لوکاندۃ السویس

مجھے نہیں معلوم کہ ''لوکاندہ'' کس زبان کا لفظ ہے، شاید ترکی ہوگا مگر تمام مصری عربی گفتگو اور عربی تحریر میں اس لفظ کو بمعنی ہوٹل مستعمل کرتے ہیں۔

سویز کا ہوٹل بہت اچھا ہے، چاروں طرف دو منزلہ مکانات اور کمرے مسافروں کے لیے بنے ہوئے ہیں، بیچ میں صحن ہے، اس صحن میں کاٹ کے محرابوں دار ستون کھڑے کر کے اس پر شامیانہ کھینچا ہے اور اس کو اور تمام صحن کو پھولوں سے آراستہ کیا ہے۔ تمام پھول گملوں اور کاٹ کی بالٹیوں اور پیپوں میں لگے ہوئے ہیں اور زمین پر اور تپائیوں پر بطور چمنوں کی روشوں کے، بہ ترتیب لگائے ہیں اور بیچ میں جو جگہ بطور چمن کے خالی رہی ہے وہاں چھوٹی سی میز اور کرسیاں لوگوں کے بیٹھنے اور سیر

www.taemeernews.com

کرنے کے لیے بچھائی ہیں۔

وہاں شہر کی سیر کرنے اور سویز کی نہر (یہ مشہور تاریخی نہر سرسیدؒ کے وہاں جانے سے صرف آٹھ دن پہلے ۱۵ راپریل ۱۸۶۹ء کو کھد کر مکمل ہوئی تھی اور نہر کا ہزاروں لاکھوں من ملبہ ابھی اسی طرح پڑا تھا مگر ابھی نہر کا افتتاح نہیں ہوا تھا جو ۱۷ رنومبر ۱۸۶۹ء کو ہوا۔ نہر کی کھدائی ۲۵ راپریل ۱۸۵۹ء کو شروع ہوئی تھی۔ نہر ۸۷ میل لمبی اور ۱۴۴ فٹ چوڑی ہے اور اس کی تیاری پر تیس کروڑ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ آج کل یہ مصر کی ملکیت ہے۔ 'اسماعیل') دیکھنے جانے کو سواری کے لیے بہت سے گدھے زین کسے ہوئے موجود تھے۔ بہت سے انگریزوں نے سویز کی نہر دیکھنے کا ارادہ کیا۔ وہ مقام جہاں دیکھنے جاتے تھے وہاں سے پانچ میل تھا۔ ہم نے بھی وہاں جانے کا ارادہ کیا مگر جب لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جس مقام کو لوگ دیکھنے جاتے ہیں وہاں بجز اس کے کہ زمین کھودی جارہی ہے اور کچھ نہیں ہے، تب ہمارا ارادہ سست ہوگیا۔ ہمارے شفیق میجر ڈاڈ صاحب نے اور ان کے چند دوستوں نے مل کر ایک گاڑی تین گھوڑوں کی کہیں سے منگائی اور چند انگریز اور دو میمیں اس پر سوار ہو کر گئیں۔ ہم نے بھی چاہا کہ اگر سہل طور پر گاڑی مل جاوے تو ہم بھی جاویں مگر ہم کو نہیں ملی۔ بہت سے انگریز انہیں گدھوں پر سوار ہو کر گئے اور میں نے دیکھا کہ ایک میم نے بھی ایک گدھا کرایہ کیا اور اس پر نہایت چالاکی اور خوبی سے سوار ہو کر روانہ ہوئی۔

جس وقت کوئی انگریز گدھا کرایہ کرنا چاہتا تھا اس وقت عجیب سیر ہوتی تھی۔ گدھے والوں نے جہاں دیکھا کہ گدھا کرایے کو چاہتے ہیں اور دس دس بارہ بارہ آدمی اپنے اپنے گدھے لے کر دوڑے اور ہر شخص ایک کے گدھے کو دھکا دے کر ہٹاتا ہے، اپنا سامنے کرتا ہے اور چلاتا ہے کہ ''ڈنکی سر، ڈنکی سر، ڈنکی سر'' یعنی 'صاحب گدھا، صاحب گدھا، اور کبھی یہ کہہ کر چلاتے تھے ''ویری گڈ ڈنکی سر، ویری گڈ ڈنکی سر'' یعنی 'صاحب بہت اچھا گدھا، صاحب بہت اچھا گدھا، اور اس قدر غل ہوتی تھی اور اتنے گدھوں میں آدمی کو گھیر لیتے تھے کہ لینے والا گھبرا جاتا تھا۔ جب تک وہ کسی نہ کسی

www.taemeernews.com

گدھے پر سوار نہ ہو لے اس وقت تک وہ اسی آفت میں پڑا رہتا تھا۔

شہر سویز کے بازاروں کی سیر:

تھوڑی دیر تک ہم سمندر کے کنارے کی اور ہوٹل کی سیر کی اور پھر شہر کی سیر کو گئے۔ ایک بہت چھوٹا تنگ بازار دیکھا: ہر قسم کے لوگ مصری۔ اور ترکی اور جرمنی اور یونانی دوکاندار وہاں تھے اور بہت سے آدمی عربی بولتے تھے۔ بازار میں جو نئی بات تھی وہ یہ تھی کہ سارا بازار تختوں سے پٹا ہوا تھا، پانی کا تو مطلق رکاؤ نہ تھا مگر دھوپ بالکل بازار میں نہ تھی: غالباً یہاں مینہ بہت کم برستا ہے۔ ہم نے بازار کے لوگوں سے جو عربی بولتے تھے دیر تک باتیں کیں۔ حامد و محمود و مرزا خداداد بیگ نے سرخ ٹرکی ٹوپیاں اور چاقو خرید کیے، بازار سے عربی روٹی خریدی جو درحقیقت نہایت عمدہ اور بہت ہی مزے دار تھی۔ وہاں سے ہم ریل کے اسٹیشن کو دیکھنے گئے۔ وہاں ایک ٹرکی افسر کو دیکھا جس کے لباس میں اور انگریزوں کے لباس میں بجز سرخ ٹوپی کے اور کچھ فرق نہ تھا، الا ایک تسبیح ان کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے ان سے سلام علیک کی۔ انہوں نے جواب دیا مگر میری طرف کچھ زیادہ ملتفت نہیں ہوئے۔ وہاں سے پھرتے وقت بازار میں ایک بزرگ عمامہ باندھے کھڑے تھے، میں نے ان سے سلام علیک کی، مصافحہ کیا، عربی زبان میں بات چیت شروع کی۔ شیخ اسماعیل ان کا نام ہے، شہر سورابایا علاقہ جاوا کے رہنے والے ہیں۔ شیخ عثمان ان کا بیٹا جس کی عمر اٹھارہ انیس برس کی ہوگی ان کے ساتھ تھا۔ شیخ اسماعیل سیاح آدمی ہیں، دراصل سیریا (شام) کے رہنے والے ہیں۔ پچیس برس سے جاوا میں جا رہے ہیں، چین اور آسٹریلیا اور ہندوستان اور دکھن کی سیر کی ہے۔ اور اب بھی صرف سیاحت کو اٹھے ہیں کسی قدر اردو میں بھی بات چیت کر سکتے ہیں۔ اسی ہوٹل میں منشی محمد طاہر سے ملاقات ہوئی جو نواب ناظم مرشد آباد کے ہاں منشیوں میں نوکر ہیں۔ نواب صاحب ان کو لندن ساتھ نہیں لائے تھے اب بلایا ہے، وہ بھی لندن جاتے ہیں، ساؤتھمپٹن کی راہ سے جائیں گے۔

www.taemeernews.com

عدن سے سویز تک کی مسافت:

نقشہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ ہم عدن سے کس راہ ہو کر سویز میں پہنچے۔ اگر کوئی نقشہ جغرافیہ کا لے کر بموجب عرض وطول مندرجہ ذیل کے نشان لگائے جاویں گے تو جس راہ ہمارا جہاز چلا وہ معلوم ہو جائے گا۔

تاریخ	عرض مقام		طول مقام		رفتار جہاز دوپہر سے دوپہر تک
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۱۸ر مئی ۱۸۶۹	۱۳	۴۲	۴۲	۵۶	۱۶۹ میل
روز یکشنبہ					
۱۹ر مئی	۱۷	۳	۴۰	۴۹	۲۴۰ ”
۲۰ر	۲۰	۳۹	۳۸	۳۰	۲۵۴ ”
۲۱ر مئی	۲۴	۲۶	۳۶	۱۰	۲۶۲ ”
۲۲ر مئی	۲۷	۴۲	۳۲	۴۷	۲۳۵ ”
۲۳ر مئی	۳۰	☆	۳۱	۴۰	۲۶۰ تخمیناً مقام سویز

عدن سے سویز تک کے، لائٹ ہاؤس:

عدن سے سویز تک متعدد مینار روشنی کے ہیں، جہاں کہیں جہاز کو خطرہ ہے یعنی پانی کم ہے اور پانی کے نیچے پہاڑ چھپے ہوئے ہیں جن سے جہاز کی پیندی کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں وہاں روشنی کے مینار بنائے ہیں، آدمی متعین ہیں، شام سے صبح تک برابر ایک بہت بڑی لالٹین میں روشنی ہوتی رہتی ہے اور بہت دور سے دکھائی دیتی ہے۔ میں نے قصد کیا تھا کہ تمام میناروں کو جو رستے میں پڑیں اور دیکھوں اور غالباً سب کو دیکھا۔ شاید کوئی ایک آدھ رہ گیا ہو اور رات کو سوتے میں گذر گیا ہو مگر

www.taemeernews.com

جتنے میناروں کو میں نے دیکھا ان کی تفصیل بقید عرض وطول مقام کے لکھتا ہوں:-

نام مینار	عرض مقام		طول مقام	
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ
پیرم	۱۲	۴۰	۴۳	۲۵
ابوالخیصان یا دیدلس شول	۲۵	☆	۳۶	☆
اشرفی	۲۷	۴۰	۳۳	۴۰

مینار ابوالخیصان بالکل پانی میں ہے، ایک انگل بھر زمین بھی اس کے گرد نہیں ہے۔ دو یا تین انگریز اس مینار پر دن رات رہتے ہیں اور کھانا پینا اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں اور شاید تیسرے مہینے ان کی بدلی ہوتی ہے۔ ایسی سخت نوکری ہے کہ خدا پناہ میں رکھے، اس کے خیال سے دل گھبراتا ہے، قید تنہائی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اشرفی مینار نہایت عمدہ ہے اور سویز کے قریب ہے، پانی کی سطح سے ایک سو چالیس فٹ بلند ہے اور بالکل لوہے کا بنا ہوا، قابل دیکھنے کے ہے۔

ریل کا سفر۔ سویز سے اسکندریہ تک:

اب ہمارا راستہ سویز سے اسکندریہ تک خشکی کا ہے اور یہاں سے اسکندریہ تک ریل ہے جو والی مصر کی عمل داری میں گذرتی ہے اور والی مصر ہی ریل کا مالک ہے اور تمام کارکن مصری اور ٹرکی اور شاید کوئی کوئی یونانی بھی ہیں۔

عربی زبان میں مصری ریل کی سڑک کو ''سکۃ الحدید'' اور ''وابور البر'' کہتے ہیں اور لفظ ثانی کو لفظ اول سے زیادہ ترفصیح جانتے ہیں اور فصیح گفتگو میں یہی نام لیتے ہیں۔

غرضکہ ۲۳ رمئی ۱۸۶۹ء روز جمعہ کو قریب شام کے ہم سویز سے ''وابور البر'' پر سوار ہوئے اور اسکندریہ کو چلے۔ ہم نے سنا تھا کہ اس راستے میں بجز ریگستان اور جنگل کے اور کچھ نہیں ہے، پانی بھی راستے میں نہیں ملے گا اور اسی لیے ہم نے تین صراحیاں پانی کی بھری ہوئی خرید کر ریل میں رکھ لی تھیں۔

www.taemeernews.com

شہر طنطنا سے ریل کا گذر:

رات کو ہم سب ریل میں سو رہے۔ ہم کو نہیں معلوم کہ رات کو کیا کیا گذرا مگر رات کو جو میری آنکھ کھلی تو میں نے ریل کو ایک بڑے اسٹیشن پر کھڑا دیکھا؛ اسٹیشن بھی اچھا تھا، روشنی لالٹینوں کی اچھی تھی۔ اور اسی قطع کی لالٹینیں تھیں اور اسی طرح پر لگی ہوئی تھیں جیسے کہ ہمارے ملک کے اسٹیشنوں پر ہیں۔ جب میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسٹیشن طنطنا ہے۔ طنطنا ایک بہت بڑا قصبہ یا شہر مصر کی عمل داری کا ہے مگر رات کے سبب ہم کو شہر مطلق نہیں دیکھائی دیا۔

ریل کا شہر کنز الزیات پہنچنا:

صبح کو ایک نہایت عمدہ اور نفیس آبادان شہر دکھائی دیا، مکانات اس کے بالکل انگریزی شہروں کے مکانات کے قطع پر تھے مگر ہر طرف لمبے لمبے مینار مسجدوں کے جس کو ''ماذنہ'' کہتے ہیں دکھائی دیتے ہیں۔ مصر کی مسجدوں میں دو مینار بنانے کا دستور نہیں بلکہ مسجد کے صحن میں یا کسی طرف میں ایک بلند مینار اذان دینے کو بناتے ہیں جیسا کہ دہلی میں درگاہ قطب صاحب کے پاس مسجد قوۃ الاسلام کا ایک مینار بنا ہوا ہے جس کو قطب صاحب کی لاٹھ کہتے ہیں۔ میں اس شہر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ''کفر الزیات'' اس شہر کا نام ہے۔ یہاں کسی بزرگ بدوی کا مزار ہے، نہایت مقدس ہے۔ کچھ دن چڑھے ہم ایک اسٹیشن پر اترے جو رود نیل کے قریب ہے۔ وہاں ایک عمدہ ہوٹل بنا ہوا ہے، وہاں کافی یعنی قہوہ پیا، نان پاؤ اور مکھن کھایا۔ اس ہوٹل کے طریق میں اور انگریزی ہوٹل کے طریق میں کچھ فرق نہ تھا الا کھانا کھلانے اور قہوہ پلانیوالے بالکل انگریزوں کے سے کپڑے لال ٹوپی پہنے ہوئے ترک تھے؛ میز کرسی لگی ہوئی تھی، کانٹا چھری دھرے ہوئے تھے اور بلا تمیز انگریز و مسلمان کے سب ملے ہوئے تھے۔ قہوہ جو ترکوں نے بنا کر پلایا جس میں نہایت عمدہ گائے کا دودھ پڑا ہوا تھا، ایسا خوش ذائقہ اور مزے دار تھا کہ میں نے تمام عمر نہ گھر میں

www.taemeernews.com

اور نہ کسی ہوٹل میں ویسا مزے کا پیا تھا۔

دریائے نیل کا پل:

اس ہوٹل میں کھا پی کر ریل پر سوار ہوئے، تھوڑی دور آگے بڑھے تھے کہ دریائے نیل کی زیارت ہوئی۔ اس پر آہنی پل بندھا ہوا تھا، ریل اس پر سے گذری۔ اگر چہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پل نہایت مستحکم طور پر بنا ہوا ہے الا کچھ خوب صورت نہ تھا بلکہ کہنا چاہیے کہ نہایت بدصورت تھا؛ ہمارے ملک کے آہنی پل دیکھنے میں بھی نہایت خوب صورت ہیں۔

دمنہور سے گذرتے ہوئے اسکندریہ پہنچنا اور جہاز پونا سے ولایت کو روانگی:

تھوڑی دور اور چلے تو دمنہور کا اسٹیشن ملا۔ اس سے اگلا اسٹیشن اسکندریہ کا تھا، چنانچہ اسکندریہ میں جا پہنچے۔ ہمارے لیے جہاز تیار تھا، اس لیے ہم کو شہر کے اسٹیشن پر نہیں اتارا بلکہ جہازوں کے لنگر گاہ تک لیے چلے گئے اور بندر کے اسٹیشن پر اتارا۔ ہم اترتے ہی سیدھے جہاز پر چلے گئے اور 'پونا' نامی جہاز کے کمرے میں جو ہمارے لیے موجود تھا جا بیٹھے۔

اسکندریہ کا شہر:

افسوس ہے کہ ہم کو اسکندریہ دیکھنے کی ذرا بھی فرصت نہیں ملی؛ کوئی چیز اسکندریہ کی ہم نے نہیں دیکھی بجز سمندر کے اور اس کے کنارے کے مکانات کے یعنی جو جہاز میں سے دیکھائی دیتے تھے۔ سمندر کے کنارے پر بہت کثرت سے جہاز دخانی اور بادبانی اور چھوٹے بجرے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک جنگی جہاز فرانسیسوں کا بھی کسی کام کو آیا ہوا تھا اور وائسرائے مصر کی سواری کا دخانی جہاز جو نہایت عمدہ اور بہت تیاری کا ہے کنارے پر کھڑا ہوا تھا۔ سنا ہے کہ وہ دخانی جہاز انگلستان کا بنا ہوا ہے۔ کنارے پر کے بہت سے مکانات اور کارخانہ جات دکھائی دیتے تھے۔ ایک یا دو مقام پر سمندر کے کنارہ پر مور چال بنے ہوئے تھے اور توپیں چڑھی ہوئی تھیں۔

www.taemeernews.com

وائسرائے مصر کے آنے اور اترنے کے لیے سمندر کے کنارے پر ایک بہت بڑا مکان بنا ہوا تھا مگر باہر سے کچھ ایسا خوب صورت نہیں معلوم ہوتا تھا، اسی کے قریب چھوٹی سی پہاڑی پر ایک مینار روشنی کا بنا ہوا ہے۔ بہر حال سمندر کے کنارے کی فضا بہت اچھی ہے، کچھ بری نہیں۔

ملک مصر کی زرخیزی:

مصر کے ملک کے اس قدر حصے کے دیکھنے سے جہاں ہمارا گذر ہوا اور جس کو نہایت سرسری طور پر ریل کی سواری میں ہم نے دیکھا، ہماری عقل حیران ہوگئی۔ میں نے مالوہ بھی دیکھا ہے جو ہندوستان میں نہایت زرخیز اور عمدہ پیداوار کا ملک مشہور ہے مگر مصر کے ملک کے سامنے اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ مصر کی زمین کی خوبی اور اس کی کثرت پیداوار کا اندازہ نہیں ہوسکتا، ہر جگہ زمین کی ایسی صورت ہے کہ گویا نہایت عمدہ کھاد ملی ہوئی ہے۔

اس ٹکڑۂ ملک میں جس قدر نہروں کی کثرت دیکھی، بیان نہیں ہوسکتی۔ چپے چپے پر نہر جاری ہے اور نہر میں سے بیسیوں شعبے نکلے ہیں۔ جہاں تک میں نے دیکھا میری دانست میں کوئی کھیت ایسا نہیں ہے جس میں نہر کا پانی نہ آتا ہو۔

نہر کے بنانے کا فن مصر والوں کو بخوبی معلوم ہے۔ ہر مقام پر پانی تقسیم کرنے کے دھانے اور پانی اونچا کرنے اور نیچا کرنے کی جھالیں اور تختے سب بنے ہوئے تھے۔ نہر کے پاس جو اونچی زمینیں ہیں اور جن میں نہر کا پانی بہاؤ سے نہیں جاسکتا ان زمینوں کے سیراب کرنے کے لیے نہر کے کنارے پر کاٹھ کا خانہ دار ایک پہیہ لگایا ہے اور بذریعہ ایک ٹٹو یا یا بو یا بیل کے پھرتا ہے اور بخوبی کھیتوں میں پانی پہنچا سکتا ہے، اس سے زیادہ اونچی زمین پر پانی نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے ملک میں جو یہ دستور ہے کہ تھوڑی سی اونچی زمین پر پانی پہنچانے کو دو آدمی ایک چھاج رسیوں میں باندھ کر پانی اولچتے ہیں، اس کے عوض اگر اس پہیے کا رواج دیا جائے تو بلاشبہ فائدہ مند ہوگا۔

www.taemeernews.com

ایک جگہ کنوئیں سے بھی پانی دیتے ہوئے دیکھا مگر بذریعہ رہٹ کے پانی دیتے تھے۔ پانی پت اور کرنال کے ضلعوں میں جس قسم کے رہٹ جاری ہیں اسی قسم کا رہٹ مصر میں بھی جاری ہے مگر اس ضلع کے رہٹوں سے بھی ہلکا اور بہت کم لاگت کا معلوم ہوتا ہے۔

ہل بھی چلتے ہوئے یہاں دکھائی دیے۔ ظاہرا اسی طرح پر ہل چلتے ہیں جیسے ہمارے ملک میں دو گھوڑوں یا ٹٹوؤں سے بھی ہل چلتا تھا، دو بیلوں سے بھی چلتا تھا۔ ایک جگہ ایک بیل اور ایک بھینسا اور ایک جگہ دونوں بھینسے ہی ہل میں جتے ہوئے دیکھے۔

مصر کی اس وقت کی ریل:

مصر کی ''وابورالبر'' یعنی ریل کا بھی کچھ حال لکھنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ مصر کی ریل گاڑیاں فرسٹ و سیکنڈ کلاس کی ہم نے دیکھیں کیوں کہ ہم ایکسپریس بلکہ سپیشل ٹرین میں گئے تھے اور اس میں صرف دو درجے کی گاڑیاں تھیں۔ تمام گاڑیاں ولایت کی ''برمنھام'' کی بنی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کلاس کی گاڑیاں جس میں چھجو ہمارا خدمت گار بیٹھا تھا ہمارے ملک کے سیکنڈ کلاس سے اچھا تھا یعنی اس میں بھی چمڑے کی گدیاں لگی ہوئی تھیں۔ فرسٹ کلاس نہایت عمدہ اور مکلف آرام کا تھا مگر ہر درجے میں آٹھ آدمیوں کی نشست ہے، چار ایک طرف چار ایک طرف۔ سونے کی کوئی تدبیر اس میں نہیں ہے، بیٹھے بیٹھے اس طرح پر سو سکتے ہیں جیسے آرام کرسی پر آدمی سو سکتا ہے۔ رفع حاجت کے لیے گاڑی میں کوئی تدبیر نہیں ہے سوائے اسٹیشن کے۔ معلوم ہوا کہ تمام یورپ میں اسی قسم کی گاڑیاں ہیں۔

ریلوے کارکن سب مصری ہیں:

مصری ریل پر کام کرنے والے اور ریل چلانے والے اور گارڈ، چپراسی وغیرہ سب مصری اور ترک ہیں اور نہایت مشاق ہیں اور بہت ہوشیاری اور چالاکی سے کام کرتے ہیں۔

www.taemeernews.com

تمام ریلوے آلات غیر ملکی ہیں:

مصر کی ریل کے کارخانے میں جو چیز کہ قابل غور کے تھی وہ یہ ہے کہ تمام گاڑیاں اور پمپ اور پانی دینے کے ستون اور ریل کی سڑک اور ہر قسم کی کلیں جو کچھ کہ ریل کے کارخانوں میں درکار ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی ایک کیل بھی وہ سب انگلستان یا فرانس کا بنا ہوا تھا۔ ان میں سے کوئی چیز بھی مصر یا ترکستان یا کی بنی ہوئی نہ تھی۔

مصریوں اور ہندوستانیوں میں فرق:

البتہ بہ نسبت ہندوستان کے مصر والوں کی اس قدر تعریف کرنی چاہیے کہ وہ خود ان سب چیزوں سے کام کرنے اور کام لینے کے لائق ہیں، ہندوستانی بد بخت اس لائق بھی نہیں ہوئے۔

تمام علوم وفنون کی تعلیم اپنی ملکی زبان میں ہونی چاہیے:

اور جب تک کہ تمام علوم وفنون انہیں کی زبان میں نہ مروج ہوں گے اس وقت تک ہرگز لائق نہ ہوں گے۔ مصر والوں کو جو اس قدر لیاقت آئی ہے صرف اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ان چیزوں سے کام لینے کے فنون انہی کی زبان میں مروج ہو گئے ہیں۔

مصریوں میں صفائی کا فقدان:

دوسری بات قابل افسوس کے یہ تھی کہ تمام کارخانہ بہ نسبت انگریزی کارخانے کے نہایت میلا کچیلا تھا؛ ریل کی سڑک اور اسٹیشنوں میں مطلق صفائی نہ تھی، لالٹینیں ایسی میلی تھیں کہ شاید مہینوں میں صاف ہوتی ہوں گی، انجن میں پانی دینے کے آہنی ستون نہایت عمدہ اور خوب صورت بیل بوٹے مرغولہ دار بنے ہوئے تھے مگر ان پر انگل انگل بھر موٹی کائی اور خاک مٹی جمی ہوئی تھی۔ نہروں کا جو میں نے بیان لکھا ان کا بھی یہی حال تھا، کسی جگہ میں نے پٹڑی بنی ہوئی نہیں دیکھی، نہر کھودتے وقت جو کناروں پر مٹی ڈالی تھی اسی طرح پر پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

www.taemeernews.com

یورپین لوگوں کی صفائی کی تعریف:

بلاشبہ صفائی اور ہر کام میں خوب صورتی یورپ کے لوگوں کی طبیعت میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے اور ملک کے لوگوں کی طبیعت میں یہ بات نہیں ہے البتہ ایشیا کے بعض ملکوں کے لوگوں میں نفاست بلاشبہ ہے۔

اسکندریہ سے مارسیلز کو روانگی:

بہر حال ہمارا 'پونا' جہاز ۲۴/اپریل ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو قریب دوپہر کے اسکندریہ سے مارسیلز کو روانہ ہوا اور میڈیٹرینین سی یعنی بحر روم کو ہم نے طے کرنا شروع کیا اور ۲۹/اپریل روز پنج شنبہ کو رات کے وقت قریب سات آٹھ بجے کے بخیر و عافیت تمام مارسلز میں داخل ہوئے۔

لائق پائیلٹ:

جب ہم اسکندریہ سے روانہ ہوئے تو الحاج احمد بکری اسکندریہ کا رہنے والا پائیلٹ یعنی آرکائی ہمارے ساتھ ہوا۔ (۱ پائیلٹ جہاز کے اس ہوشیار، لائق اور تجربہ کار رہنما کو کہتے ہیں جو سمندر کے خاص حصوں سے واقف ہوتا ہے اور جہاز کو اپنی حفاظت میں خطرناک اور اندیشے کے مقامات سے بچا کر صحیح سلامت نکال دیتا ہے۔ یہ ہر جہاز کے ساتھ احتیاطاً روانہ ہوتا ہے اور اس کی فیس جہاز کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ 'اسماعیل') یہ شخص نہایت لائق اور ذی وجاہت ہے، لباس بھی بہت اچھا اشرافوں کا پہنے ہوئے ہے: کالی بانات کا لمبا کوٹ ہے قریب قریب انگریزی کوٹ کے، پاجامہ مصری قطع کا ہے، اوپر سے بہت ڈھیلا اور نیچے سے تنگ اور میانی ٹخنوں تک، کوٹ کے نیچے قمیص ہے اور اس پر شالی پٹکے سے کمر باندھی ہے، سر پر لال ٹوپی اور اس پر نہایت چھوٹا کپڑا بطور عمامہ لپٹا ہوا ہے، لکھا پڑھا قابل آدمی ہے، عربی تو نہایت عمدہ اور صاف بولتا ہے اور انگریزی اور فرانسیسی بھی جانتا ہے۔ مجھ سے اس کی بہت ملاقات ہوگئی۔ جب فرصت ہوتی آپس میں ایک جگہ بیٹھ کر عربی میں کچھ کچھ باتیں کرتے؛ ملک مصر اور دار

www.taemeernews.com

الحکومت قاہرہ اور شہر اسکندریہ کی بہت تعریف کرتا تھا۔ جب سے اس نے یہ جانا کہ میں بنی ہاشم سادات رضوی سے ہوں میری نہایت خاطر اور تعظیم کرنے لگا۔ اردو کا ایک لفظ نہیں جانتا تھا، جغرافیہ سے بالکل ناواقف تھا، یہاں تک کہ شہر دہلی کو بھی نہیں جانتا تھا اور شاید کبھی اس کا نام بھی نہیں سنا تھا، پوچھنے لگا کہ ہندوستان جس پر انگریزی عمل داری ہے کتنا بڑا ملک ہے اور آور کسی کی بھی عمل داری ہے یا نہیں؟ میں نے سب حال وسعت وآبادی ملک ہند وحکومت انگریزی کا اس سے بیان کیا۔

پونا جہاز کی کچھ کیفیت:

'پونا' دخانی جہاز پہلے جہاز سے بھی نہایت عمدہ اور مستحکم اور پہلے سے بھی بڑا ہے، ۱۸۶۲ء میں بنا تھا، تین سو ساٹھ فٹ لمبا اور اکتالیس فٹ چوڑا اور اکتیس فٹ گہرا ہے، چھ سو گھوڑوں کے زور کا انجن اس میں لگا ہے، اس کا انجن ایک نئی قطع کا ہے اور تمام پرزے اس کے دکھائی دیتے ہیں اور ہر ایک کل چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، دو ہزار دو سو ٹن بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ ایک سو اکیس آدمی اس میں نوکر ہیں مگر سب کے سب پورپین ہیں، کوئی اور کسی ملک کا نہیں۔ مسٹر ویٹ اور مسٹر کیس اور مسٹر مڈل اس جہاز میں افسر ہیں۔ مسٹر ویٹ کپتان جہاز کے بمبئی میں بھی رہے تھے اور اس لیے تھوڑی تھوڑی اردو بول سکتے تھے اور فرانسیسی بہت اچھی بولتے تھے۔

جہاز میں رفقائے سفر:

ہمارے ساتھ کے اکثر مسافر ساؤتھمپٹن کی راہ کو گئے اور بعضے ٹریسٹ کی راہ کو، اس لیے چند قدیم مسافر ہمارے ساتھ ہوئے اور کچھ نئے مسافر آن ملے۔ چنانچہ اس جہاز میں سو مسافر جمع ہو گئے اور نئے آدمیوں کے ملنے اور دیکھنے سے اور پرانے رفیقوں کے جدا ہونے سے ایک اور ہی کیفیت معلوم ہوئی مگر ہمارے شفقت فرما میجر ڈاڈ صاحب اور میجر بنگٹن اور مس کارپنٹر اور صاف طینت دوست میجر فریزر اسی جہاز میں رہے۔

www.taemeernews.com

جہاز پونا میں غسل خانے کا عمدہ انتظام:

اس جہاز میں جو خاص بات قابل ذکر کے ہے وہ یہ ہے کہ اس جہاز کا غسل خانہ بہ نسبت پہلے جہاز کے غسل خانے کے اور طور کا ہے۔ سویز تک نہانے کے لیے گرم پانی کی حاجت نہ تھی؛ اب اسکندریہ سے یورپ شروع ہوگیا اور سردی ہونے لگی اس لیے اس جہاز کے غسل خانے میں پانی گرم کرنے کی نہایت عمدہ تدبیر ہے۔ غسل خانے میں اسی طرح کا حوض ہے جیسے کہ پہلے جہاز میں تھا الا لوہے کا ہے جس پر نہایت عمدہ روغن کیا ہوا ہے، اس میں دو نل اور تین ہتھیاں ہیں؛ ایک ہتی سرد پانی کی ہے جہاں اس کو گھمایا اور سرد پانی حوض میں آن بھرا، دوسری ہتی اس پانی کو گرم کرنے کی ہے، جہاں اس کو پھرایا اور انجن میں سے صرف گرم بھاپ پانی میں آنی شروع ہوئی اور اتنا کثیر پانی حوض کا جو کئی قلتیں کے برابر ہے پانچ منٹ میں نہایت گرم ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ پھر ٹھنڈا پانی ملانے کی حاجت ہوتی ہے اور جہاں تیسری ہتی کو پھرایا اور ایک بدرو کھلی اور ایک منٹ میں تمام پانی نکل گیا اور حوض خالی ہو گیا۔

جہاز میں ڈاڈ صاحب کی نامناسب گفتگو:

جس دن 'پونا' دخانی جہاز روانہ ہوا اسی دن کھانے کے بعد میجر ڈاڈ صاحب نے مجھ سے کہا کہ اب یورپ میں آ پہنچے۔ میں نے ادب آمیز اخلاق سے اس کو تسلیم کیا اور بشاشت کے ساتھ یہ بات کہی کہ ہاں آج ہماری پہلی منزل یورپ کے ملک میں ہے۔

ڈاڈ صاحب۔ کہا کہ ''ہاں اب پیغمبر کا ملک چھوٹا اور کافروں کا ملک آیا''۔

اگر چہ اس میں انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں ہم کچھ برا مانتے اور جو سخت یا نامناسب لفظ انہوں نے کہا وہ اپنی یا اپنی قوم کی نسبت کہا مگر ان کا یہ طرز کلام مجھ کو نہایت ناپسند آیا اور طبیعت کو بہت ناگوار گذرا اور میں نے خیال کیا کہ ایسی لے (طرز) میں گفتگو کرنا کیسا اخلاق اور تہذیب کے برخلاف ہے اور ایسے عمدہ اور متین اور حلیم ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی زبان سے اس طرز پر کیوں گفتگو ہوئی؟ خیر میں

www.taemeernews.com

نے چند دم توقف کر کے کہا کہ ''یوں نہ کہیے بلکہ یوں کہیے کہ اہل کتاب کا ملک آیا'' مگر کئی گھنٹے تک مجھ کو بڑا خیال رہا اور میں سوچتا رہا کہ ان کی طینت اور طبیعت کس قسم کی ہے۔ مگر آخر کو میں نے خیال کیا کہ غالباً ان کی یہ گفتگو کسی قسم کے تعصب کی راہ سے نہ تھی، اتفاقیہ سہل طور پر ان کی زبان سے نکل گیا اور جو کبیدگی میرے دل میں آئی تھی اس کو میں نے نکال دیا۔

جہاز میں سابق ڈپٹی کمشنر دہلی سے ملاقات:

اس جہاز میں بھی کئی نئے صاحبوں سے ملاقات ہوئی۔ اتفاق سے ڈی فیٹز پیٹرک صاحب سابق ڈپٹی کمشنر دہلی بھی اسی جہاز میں تھے (۱ یہ صاحب بعد میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے تھے۔ 'اسماعیل')۔ اگرچہ مجھ سے اور ان سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر نہایت مہربانی سے ملے۔ ایک دن پنجابی انتظام کی بھلائی برائی کا ذکر آیا، میں نے کہا کہ ہاں ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ (۲ غیر قانونی اور مطلق العنان حکومت۔ 'اسماعیل') ہے۔ اور بلاشبہ سکھوں کی عمل داری سے ہزاروں درجے بہتر ہے، شاید پنجاب کے لوگ خوش ہوں اور پسند کرتے ہوں کیوں کہ ان کو آگ میں سے (یعنی سکھوں کی عمل داری میں سے) نکال کر دھوپ میں بٹھایا ہے مگر ہم لوگ اس کو پسند نہیں کر سکتے؛ پنجاب گورنمنٹ یا بے قانونی ملک کی گورنمنٹ کی بھلائی یا برائی دہلی، پانی پت، رھتک، حصار، سرسہ وغیرہ اضلاع سے پوچھنی چاہیے جو ایک زمانے میں قانونی ملک تھا اور اب بے قانونی تحت انتظام پنجابی ہے۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ غدر میں جہاں اور سزائیں اہل دہلی اور اس کے متعلق اضلاع کو دی گئیں منجملہ انہی سزاؤں کے ایک یہ بھی سزا ہے کہ دہلی اور اس کے متعلق اضلاع میں پنجابی انتظام کیا گیا اور بے قانونی ملک بنایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا جس میں ڈسپاٹک گورنمنٹ کو لوگ پسند کرتے تھے اور نہ اب وہ بھلائیاں ہیں جو ہزاروں برائیوں کے ساتھ اگلے زمانے کی ڈسپاٹک گورنمنٹ میں

www.taemeernews.com

ملی ہوئی تھیں اور جن سے ان برائیوں کا علاج ہوتا تھا،

چورگ زن کہ جراح ومرہم نہ است

اب ان کا ہونا کسی ڈسپاٹک گورنمنٹ میں ممکن نہیں ہے۔ وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بجائے کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ کے ڈسپاٹک گورنمنٹ جیسی کہ قدیم سے تھی، زیادہ تر مفید ہوگی وہ نہایت غلطی میں ہیں۔ ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی باغ کو کو صرف موسم خزاں میں دیکھ کر اس کی بھلائی برائی کی نسبت رائے لگائے اور موسم بہار کا کچھ بھی خیال نہ کرے۔

نہر سویز کے انجنیر سے ملاقات:

نہایت خوشی اور بہت ہی مبارکی جو اس جہاز میں ہوئی وہ مسٹر ڈی لسپس صاحب بہادر کی ملاقات ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ یہ صاحب وہ فرانسیسی انجنیر ہیں جنہوں نے نہر سویز بنانے کی تجویز کی اور باوجودیکہ تمام یورپ کے بڑے بڑے انجنیر کہتے تھے کہ اس نہر کا بننا غیر ممکن ہے مگر صرف اسی عالم اور دانا اور دلاور انجنیر کی تجویز تھی کہ بے شک بنے گی اور میں بناؤں گا۔ چنانچہ جیسا اس نے کہا تھا ویسا کر دکھایا، دو سمندروں کو ملایا اور سویز کی نہر کو بنایا۔

یہ صاحب جناب پرنس آف ویلز کے ساتھ تھے جب کہ جناب ممدوح نہر سویز کے ملاحظے کو تشریف لائے تھے اور سویز سے اس جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ ایک دن کے بعد مجھے ان کا حال معلوم ہوا۔ وہ انگریزی بھی نہیں جانتے تھے۔ ہمارے جہاز کے کپتان صاحب نے جو فرانسیسی جانتے تھے میری ملاقات کرائی، نہایت اخلاق اور تواضع سے ملے اور نہایت خوشی سے ہاتھ ملایا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ کسی قدر عربی بولتے ہیں۔ میں نہایت خوش ہوا اور چند باتیں عربی میں کیں مگر عربی میں بھی بہت تھوڑی معمولی باتیں بول سکتے ہیں، کوئی مضمون یا لمبی بات نہیں کہہ سکتے۔ اس دن سے برابر ہمیشہ نہایت مہربانی سے ملتے رہے اور ہر روز گھنٹوں تک میں اور وہ ایک میز پر

www.taemeernews.com

بیٹھے لکھا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے سب لوگوں کے سامنے نہر سویز کا حال بیان کیا اور بعض پرانی نشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کی جو اس کے قرب و جوار میں ہیں، بیان کیں۔ مجھ سے کہنے لگے کہ جب تم ولایت سے پھرو گے تو امید ہے کہ بہر کے راستے تمہارا جہاز جاوے گا۔ ان کا بیان ہے کہ چھ مہینے بعد نہر بالکل جاری ہو جائے گی اور بڑے بڑے جہاز واسٹیمر اس میں آمد و رفت کریں گے۔ غرضیکہ ایسے شخص کی ملاقات سے جو دلیری اور جرأت میں بھی ایسا ہی کامل ہے جیسا کہ اپنے فن میں اور حقیقت میں یکتائے دھر و بے مثل و نظیر ہے، مجھے نہایت خوشی ہوئی بلکہ میں نے اپنا فخر سمجھا۔

جہاز میں انجنیر نہر سویز کو ایڈریس اور اس کا نہایت قابل تعریف اور مخلصانہ جواب:

جب کہ ایک دن مارسیلز پہنچنے کا باقی رہا تو تمام انگریزوں نے جو جہاز میں تھے صلاح کی کہ ڈی لسپس صاحب کو ان کی کامیابی نہر سویز پر ایک ایڈریس بطور مبارکبادی کے دیا جاوے۔ چنانچہ ۲۸ رمئی کو کھانے کے بعد ایڈریس پیش کیا گیا؛ اول کپتان میتھون صاحب نے بہت لمبی اسپیچ کی اور پھر مسٹر اوزلی نے اور اس کے بعد جنرل ٹیپ صاحب نے، اس کے بعد مسٹر بٹیلٹ نے، اس کے پیچھے مسٹر سانڈرس نے، تب ایک مختصر ایڈریس مبارک بادی انجام و کامیابی نہر سویز جس پر تمام لوگوں کے جو جہاز پر تھے، دستخط تھے ان کو دیا گیا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر اس کو لیا اور جواب میں ایک لمبی اسپیچ بطور شکریہ فرانسیسی زبان میں کی۔ عمدہ الفاظ قابل یادگاری جو ان تمام اسپیچوں میں تھے وہ یہ ہیں؛ جنرل ٹیپ صاحب نے اپنی اسپیچ میں کہا تھا کہ نہایت زیبا ہے کہ بجائے نہر سویز کے نہر لسپس اس کا نام رکھا جاوے۔ بلاشبہ ان کا یہ کہنا بہت بجا تھا کہ ایسے آدمی کی جہاں تک قدر اور یادگاری اور عزت کی جا سکے وہ کی جاوے۔ جب کہ مسٹر ڈی لسپس نے اسپیچ کی تو اس میں انہوں نے کہا کہ میری خوشی اور میرا فخر اس میں نہیں ہے کہ اس نہر کا نام نہر لسپس ہو بلکہ میری خوشی اور میرا فخر اس میں ہے کہ یہ نہر فرنچ نہر کہلاوے۔

www.taemeernews.com

انجنیر صاحب کے جواب پر سرسیدؒ کے خیالات:

جس وقت کہ میں نے بذریعہ ایک دوست کے جو وہاں موجود تھا یہ مضمون سمجھا میرے دل میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ گویا میں اس کی آواز سنتا تھا اور میں نے اس دلاور آدمی کی اس فیاضی پر کہ اپنی قوم کی نام آوری پر ایسا غش ہے کہ اپنی خوش اور اپنی عزت اس میں سمجھتا ہے، ہزار آفرین کی اور اپنی قوم پر جن کا کام بجز حسد اور بغض اور اپنی ذاتی چھوٹی شیخی جتانے کے اور کچھ نہیں ہے افسوس کیا اور یقین جانا کہ ایسی ہی بدخصلتوں سے ان کو ایسی بدنصیبی وذلت نے گھیرا ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرا۔

یہ بھی واضح ہو کہ درحقیقت یہ نہر فرنچ نہر کے نام سے مشہور ہے۔ سویز میں عموماً تمام آدمی قلی سے لے کر بھلے مانس تک 'فرنچ کنال، فرنچ کنال' اس کا نام لیتے ہیں۔ درحقیقت فرانسیسیوں نے یہ ایسا بڑا کام کیا ہے کہ اگر اس سے نیا سال شروع کیا جائے تو بھی زیبا ہے۔

انگریزی ذہنیت ہندوستانیوں کے متعلق:

جیسی عجیب بات مسٹر ڈی لسپس کو جہاز میں ایڈریس دینے کی ہوئی ویسی ہی اس کے برخلاف ایک چیز میں نے دیکھی جس سے مجھ کو کمال تعجب ہوا۔ مس کارپینٹر صاحبہ اپنی کتاب میں ہر ایک سے کچھ رائیں لکھواتی ہیں جس کا میں نے پہلے ذکر لکھا ہے۔ ہمارے شفیق میجر جنرل بینگٹن صاحب سے بھی انہوں نے لکھنے کو کہا؛ چنانچہ انہوں نے اپنی ایک رائے لکھی، اس میں انہوں نے ہندوستانیوں کی نسبت یہ کلمے کہے ہیں:

''Ungrateful and heartless'' ''احسان فراموش اور بے دل یا بے ہمت''۔ ان لفظوں کے دیکھنے سے مجھے تعجب یہ ہوا کہ باوجود یکہ وہ نہایت بشاشت سے ہندوستانیوں سے ملے مگر ان کے دل میں ہندوستانیوں کی طرف سے کیا بات سمائی ہوئی ہے۔ یہ سب نتیجے اسی بات کے ہیں کہ ہندوستانیوں اور انگریزوں

www.taemeernews.com

میں ملاپ نہیں؛ ہندوستانی تو انگریزوں کی نسبت عجب قسم کے خیالات رکھتے ہیں اور انگریز ہندوستانیوں کی نسبت اور کچھ شبہ نہیں کہ اکثر دونوں غلطی میں ہیں۔

ایک باہمت مسلمان آیا:

مسماۃ نصیباً آیا، مسز کوپر ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کے ساتھ اسی جہاز میں ہے۔ وہ بھی نہر سویز سے کچھ کم عجب نہیں۔ یہ آیا کانپور کی رہنے والی ہے، قوم پٹھان مسلمان ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس کو یورپ میں آتے ہوئے اکیسویں دفعہ ہے، ہمیشہ انگریزوں اور ان کے بچوں کو ٹھیکہ پر ولایت پہنچانے آتی ہے اور پہنچا کر چلی جاتی ہے۔ انگریزی بخوبی بولتی ہے، انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ، فرانس، پورچوگل، لزبن اور اور مقامات یورپ کے اس نے دیکھے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاباش تو تو مردوں سے بھی اچھی ہے۔

ایک دفعہ میں اس سے کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا، ہمارے شفیق دوست میجر ڈاڈ صاحب بہادر بھی وہاں آ کھڑے ہوئے۔ میں نے آپا سے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔ اس نے کہا محمدن یعنی مسلمان۔ میجر ڈاڈ صاحب نے یا تو دل لگی سے یا طنز سے مجھ سے کہا کہ ''تمہاری قوم؟''۔ میں نے نہایت خوشی اور صدق دلی سے کہا کہ ''ہاں بے شک ہماری قوم، ہماری قوم، بلاشبہ تمام انسان ہمارے نسلی بھائی ہیں اس لیے کہ ایک باپ سے پیدا ہوئے اور سب مسلمان ہمارے مذہبی بھائی ہیں جو ایک خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔''

اٹلی اور سسلی کے مقامات جو راستہ میں پڑے:

اس سفر میں جو اسکندریہ سے مارسیلز تک ہوا نہایت دلچسپ چیزیں دیکھنے میں آئیں۔ تین دن تک تو ہم نے بجز پانی پانی کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ ستائیسویں تاریخ کو چار بجے کے بعد ہم کو سرزمین اٹلی اور سسلی جن کو عربی میں اطالیہ اور صقالیہ کہتے ہیں، دکھائی دی۔ پھر جوں جوں آگے بڑھتے گئے نئے نئے اور عجیب عجیب شہر ہم نے دیکھے۔ ہمارے دائیں ہاتھ کو اٹلی کا کنارہ تھا اور بائیں ہاتھ کو سسلی کا۔ جب ہمارا

www.taemeernews.com

جہاز آبنائے مسینا میں سے گذرا تو دونوں کنارے ایسے پاس ہو گئے تھے کہ گویا ہم ہاتھ پھیلا کر ایک ہاتھ اٹلی کے اور دوسرا ہاتھ سسلی کے کنارے پر رکھ دیں گے۔

اٹلی کے کنارے پر مفصلہ ذیل شہر اور قصبے ہم کو ملے جن کے مکانات اور آبادی بخوبی ہم کو دکھائی دیتی تھی:

رگیو، آرکو، گیلی گو، ایڈلارسا، گوانائی، پائنٹ پیکو، ٹاڑی ڈی کوالو، سیلا کیسل،

اور سسلی کے کنارے پر مفصلہ ذیل شہر ہم کو دکھائی دئے:

مسینا، ریکیوسا، جی آٹا، سالگاٹا، فیرولیٹ۔

جب ہم آبنائے مسینا میں گذرتے تھے تو ہم نے بہت چاہا کہ آتشین پہاڑ اٹینا کو دیکھیں مگر اس وقت نہیں دکھائی دیا۔ جب اس آبنائے سے نکلے تو اٹینا سامنے آ گیا اور دوربین کے ذریعے سے بخوبی دکھائی دیتا تھا مگر ان دنوں میں روشن نہ تھا۔

گیری بالڈی کی جائے پیدائش کو نہ دیکھ سکنے کا افسوس:

افسوس ہے کہ ہمارا جہاز کیپریا کے مقابل اور آبنائے یونی فیشیو میں رات کو گذرا اور اس سبب سے کیپریا جہاں اس زمانے کے دلاور اعظم گیری بالڈی کا گھر ہے اور جزیرہ کارسیکا جہاں شہنشاہ نپولین اعظم پیدا ہوا تھا اور جزیرہ سارڈینیا دکھائی نہ دئے۔ مجھ کو کمال آرزو تھی کہ میں اس زمانے کے سب سے بڑے فیاض دلاور گیری بالڈی کے پھونس کے جھونپڑے کی جو بڑے بڑے قیصروں کے محلوں سے بھی زیادہ معزز اور قابل ادب و تعظیم ہے زیارت کروں مگر افسوس کہ رات ہونے کے سبب یہ دولت اور یہ نعمت مجھ کو نصیب نہیں ہوئی۔

جزیرۂ سارڈینیا کا آتش فشاں پہاڑ:

جزیرہ سارڈینیا میں جو آتش فشاں پہاڑ ہے اور جس کا اسٹرامبولی نام ہے ہم کو آنکھ سے بھی اور دوربیں سے بھی دکھائی دیتا تھا۔ یہ پہاڑ تین ہزار فٹ بلند ہے اور جب روشن ہوتا ہے تو دور دور سے اس کی روشنی دکھائی دیتی ہے مگر ان دنوں میں یہ بھی روشن نہ تھا۔

www.taemeernews.com

اٹلی اور سسلی کے بعض خوشنما شہر:

ان شہروں کی خوبی اور خوب صورتی جو ہم کو اٹلی کے کنارے پر ملے، بیان نہیں ہوسکتی۔ انگریزی قطع پر جو شہر آباد ہیں وہ فی نفسہ بہت خوب صورت ہیں مگر ان شہروں کا سمندر کے کنارے پر پہاڑوں کی تلہٹی اور چوٹی پر ہونا ایسا لطف دیتا تھا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ علاوہ اس کے پہاڑوں کی قدرتی خوب صورتی سے ان شہروں کو اور بھی زیبائش ہوگئی تھی؛ اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اکثر گرجا بنے ہوئے تھے جو حد سے زیادہ خوب صورت دکھائی دیتے تھے، پہاڑوں پر ٹیڑھی سیدھی سڑکیں شہروں کے بازار عجیب کیفیت سے معلوم ہوتے تھے۔

جزیرہ اٹلی کے گرد سمندر کے کنارے کنارے پہاڑوں کے تلے ریل بنی ہوئی ہے۔ جہاں جہاں سمندر میں کوئی نالہ یا دریا ملا ہے وہاں آہنی پل بڑے لمبے لمبے بنے ہوئے ہیں اور جا بجا اسٹیشن وغیرہ ہیں۔ ان سب چیزوں سے سمندر کے کنارے کو اور ہی زیبائش ہوگئی ہے۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی، صرف دیکھنے سے تعلق ہے۔

سسلی کا دارالحکومت مسینا:

مسینا جو سسلی کا دارالخلافہ تھا نہایت عمدہ اور بہت بڑا شہر ہے۔ ہمارا جہاز اس شہر کے نہایت قریب سے گذرا تھا، سب کچھ شہر کا دکھائی دیتا تھا؛ شہر کے گرد سمندر کی طرف دیوار بطور فصیل کے ہے، خوب صورت مورچے بھی بنے ہوئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ سسلی میں مدت تک مسلمانوں کی عمل داری رہی تھی مگر اس وقت کنارے پر سے ہم کو کوئی مکان مسلمانوں کی عمل داری کا دکھائی نہیں دیا مگر کوئی نہ کوئی نشان ضرور وہاں ہوگا۔

فرانسیسی شہر ٹولون میں پہنچنا اور فوجی مشق کا دلچسپ نظارہ:

جب کہ ہم آبنائے بونی فیشیو طے کر کے صبح کے وقت شہر ٹولون کے سامنے پہنچے جو فرانسیسیوں کی عمل داری کا شہر ہے، وہاں نہایت عمدہ تماشا دیکھا جو ہم نے عمر بھر

www.taemeernews.com

نہ دیکھا تھا، اگر چہ سنا تھا مگر 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ' اور وہ تماشا یہ تھا کہ فرانسیسیوں کے بارہ جنگی دخانی جہاز وہاں جمع تھے اور ان کی قواعد ہو رہی تھی اور برابر توپ و گولہ چل رہا تھا۔ جہاز بالکل اسی طرح جیسے کہ آدمی، قواعد کرتے ہیں؛ کبھی دو دو کی ٹکڑی ہو گئی اور کبھی لائن بندھ گئی، کبھی دور دور فاصلے پر چلے گئے اور پھر آن ملے اور یہ سب باتیں اس طرح پر ہوتی تھیں جیسے پتہ ہوا سے ادھر اور ادھر اڑ جاتا ہے، برابر گولہ جہازوں پر سے چلتا تھا اور جب پانی میں جا کر گرتا تھا تو اس مقام پر فوارہ کی طرح ایک ستون پانی کا بلند ہو جاتا تھا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ جا کر گولہ گرا؛ غرضیکہ یہ بھی ایک عجیب کیفیت تھی جو پہلی دفعہ ہمارے دیکھنے میں آئی۔

پرسکون سمندر:

لوگوں نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میڈیٹرینین یعنی بحر روم میں تموج بہت زیادہ ہے اور جہاز کو حرکت بہت ہوتی ہے اور اکثر طوفان بھی ملتا ہے۔ چوں کہ ہم ابھی جہاز کے ہلنے سے تکلیف اٹھا چکے تھے اور صفراء کی حرکت اور جی متلانا اور قے یا ابکائی کی تکلیف بہت ہی ناگوار معلوم ہوتی تھی اس لیے ہم کو تردد تھا کہ دیکھیے کیسی تکلیف ہو گی، مگر تعجب ہے کہ سمندر ایسا سیدھا چپ چاپ تھا کہ ذرا بھی اس میں تموج نہ تھا، بالکل سمندر کی ایسی مثال تھی کہ گویا پیالہ میں پانی بھرا ہوا ہے۔ اکثر مسافر جو جہاز میں تھے کہتے تھے کہ ایسا چپ چاپ سمندر بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔

ویل مچھلیاں:

اس سمندر میں ہم نے ویل مچھلیاں متعدد دفعہ دیکھیں۔ وہ نہایت خوشی سے پانی کے اوپر نکلتی تھیں اور پھر غوطہ مار جاتی تھیں۔ بعض دفعہ دو دو تین تین ایک ہی جگہ آپس میں کھیلتی ہوئی نکلتیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بلی کے بچے آپس میں اچھلتے اور کھیلتے ہیں۔ جو مچھلیاں ہم نے دیکھیں وہ بلاشبہ گنگا کی کشتیوں کے عرض کے برابر موٹی اور اس کے طول کے برابر لمبی ہوں گی۔ اس سمندر میں ہم کو بڑی کیفیت آئی اور اگر سمندر ہمیشہ

www.taemeernews.com

ایسا ہی ہوتا ہو تو شہر کے مکانوں اور باغوں سے بہت زیادہ فرحت بخش ہے۔

پونا جہاز کے دو نئے کھیل:

اس جہاز میں علاوہ ان کھیلوں کے جو پہلے جہاز میں کھیلے جاتے تھے ۔ دو کھیل اور کھیلے گئے ، ہندوستان میں بھی انگریز اور میمیں اکثر یہ کھیل کھیلتی ہیں۔

(۱) ایک مربع تختہ بنا ہوا تھا اور اس پر حسب مندرجہ ذیل خانے بنا کر ہندسے لکھ دیے تھے اور جست کی گول گتیاں ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بنی ہوئی تھیں اور فاصلۂ معین سے وہ گتیاں خانوں میں ڈالتے تھے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں چھ چھ گتیاں ہوتی تھیں؛ جو شخص ایسے خانوں میں گتیاں ڈال دے جن کے اعداد کا مجموعہ اکتیس ہو وہ میری ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس کھیل کا نام بُل ہے اس لیے کہ بل بیل کو کہتے ہیں اور جہاں میں نے پھول بنا دئے ہیں وہاں بیل کی صورت بنی ہوئی ہوتی ہے۔

☆	۱۰	☆
۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

(۲) دوسرا کھیل یہ تھا کہ لوہے کے موٹے تاروں کی محرابیں اس طرح پر کھڑی کی تھیں جیسے کہ نقشے میں ہیں اور ایک کاٹھ کی موگری سے کاٹھ کی گتیاں معین محرابوں سے نکالتے ہیں۔ زمین پر جب یہ کھیل کھیلتے ہیں تو بجائے کاٹھ کی گتیوں کے کاٹھ کے انٹے ہوتے ہیں، جہاز کی حرکت کے سبب بجائے انٹوں کے چپٹی گول گتیاں بنائی ہیں۔ اس کھیل کو مسٹر ڈی لسپس اور ان کی بہو اور بیٹی اور فرنچ مسافر جو جہاز میں تھے بہت کھیلتے تھے۔ انگریزی میں کرو کی اس کھیل کا نام ہے۔

☆☆☆

www.taemeernews.com

پونا جہاز کی مسافت:

نقشہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ ہمارا جہاز سمندر میں کس راہ سے ہوکر مارسیلز میں پہنچا اور کس قدر روز چلا:

تاریخ	عرض مقام		طول مقام		رفتار
	درجہ	دقیقہ	درجہ	دقیقہ	
۲۵/اپریل ۱۸۶۹ء	۳۳	۲۹	۲۵	۲۳	۲۶۳
۲۶/اپریل ۱۸۶۹ء	۳۵	۳۰	۲۱	۲۲	۲۴۴
۲۷/اپریل ۱۸۶۹ء	۳۷	۴۲	۱۶	۲۲	۲۷۴
۲۸/اپریل ۱۸۶۹ء	۴۰	۱۷	۱۱	۵۴	۲۷۲
۲۹/اپریل ۱۸۶۹ء	۴۲	۲۷	۶	۴۰	۲۷۳

مارسیلز کی بندرگاہ:

مارسیلز کی لنگرگاہ بھی نہایت عجیب وغریب ہے۔ سمندر کے کنارے دیوار اٹھا کر بہت بڑا چبوترہ بنایا ہے۔ جہاں چبوترے کی دیوار بنائی ہے وہاں اتنا گہرا پانی ہے کہ بڑے سے بڑا جہاز چبوترے کی دیوار تک چلا جاتا ہے؛ چنانچہ ہمارا دخانی جہاز بھی اس چبوترے کی برابر جالگا اور جہاز میں سے قدم اٹھا کر چبوترے پر رکھ دیا۔

بندرگاہ پر سامان کی تلاشی کا طریق:

مارسیلز فرانسیسیوں کی عمل داری میں ہے۔ تھوڑی دیر پہلے جہاز کے پہنچنے سے، تمام صندوق اور بکس جس قدر تھے وہ جہاز کے تہہ خانوں میں سے نکال کر جہاز کی چھت پر رکھ دیے تھے اور ہر ایک کے نام کا یا کسی حرف کا ٹکٹ ہر ایک شخص کے صندوقوں پر لگا دیا تھا۔ جب جہاز کنارے پر پہنچا اسی وقت فرانسیسی افسر پرمٹ کے محصول لینے والے آئے اور سب صندوق ان کے سپرد ہو گئے۔ انہوں نے کسٹم ہاؤس کے نہایت بڑے کمرے میں میزوں پر ہر ایک کے نام یا ہر ایک حرف کے صندوق چن

www.taemeernews.com

کر علیحدہ علیحدہ لگائے اور تمام مسافر ایک نہایت اچھے کمرے میں جو اس کے پاس تھا اور جس میں کرسیاں اور کوچیں نہایت عمدہ لگی ہوئی تھیں، جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک پتلا سا دروازہ کھلا جو اس بڑے کمرے یعنی کسٹم ہاؤس میں جانے کی راہ تھی۔ مسافر ہجوم کر کے جلدی سے اندر جانا چاہتے تھے مگر محافظ دروازہ تعداد مناسب سے زیادہ کو اندر جانے نہیں دیتا تھا۔ وہاں ان صندوقوں کو کھول کر تلاشی لیتے تھے کوئی محصولی مال تو نہیں ہے مگر تلاشی نہایت نرمی اور آسانی سے لیتے تھے؛ بعض دفعہ اشراف صورت کی بات پر کہ کوئی محصولی مال نہیں ہے اکتفا کرتے تھے اور اگر کوئی اشراف صورت کہتا تھا کہ اس قدر فلاں مال محصولی ہے تو بلا تکرار اسی قدر کا محصول لے لیتے تھے۔ ہمارے پاس دس صندوق تھے اور ان صندوقوں میں ایک جوڑہ شال کا نیا علیحدہ پلندے میں بندھا ہوا تھا۔ بعض دوستوں نے کہا کہ اگرچہ یہ مال محصول کا نہیں ہے کیوں کہ استعمال کے لیے ہے پھر علیحدہ پلندہ بنانا کچھ ضرور نہیں؛ چناں چہ ہم نے پلندہ کھول کر شال کو اپنے کپڑوں کے ساتھ رکھ دیا۔ جب ہمارے صندوقوں کی نوبت آئی تو مرزا خداداد بیگ اور محمد حامد مع چھجو کے اس کمرے میں گئے۔ وہاں کے افسر نے پوچھا کہ پہننے کے کپڑے میں کوئی محصولی چیز تو نہیں؟ مرزا صاحب نے کہا کہ کوئی محصولی چیز نہیں۔ اس نے پوچھا کہ تمبا کو تو نہیں انہوں نے کہا نہیں۔ اس افسر نے کہا کہ اچھا لے جاؤ۔ اسی وقت قلیوں نے جو وہاں موجود تھے ہاتھوں ہاتھ اسباب اٹھا کر باہر رکھ دیا اور مہر تلاشی ہو جانے کی کر دی۔ واضح ہو کہ یہ طریقہ اسی اسباب کی تلاشی کا تھا جو مسافروں کے ساتھ کا تھا۔ غالباً کل مسافروں کی تلاشی میں دو ڈھیڑھ گھنٹے سے زیادہ نہ لگا ہوگا۔

پیننسلا اورئینٹل کمپنی کا قابل تعریف انتظام:

یہ وہ کمپنی ہے جس کے دخانی جہازوں میں ہم نے بمبئی سے مارسیلز تک سفر کیا۔ یہ کمپنی صرف مارسیلز تک مسافروں کے پہنچانے کا انتظام کرتی ہے۔ چنانچہ جو

www.taemeernews.com

ذمہ داری اس کی تھی وہ اس مقام پر ختم ہوئی، اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جو ہماری رائے نسبت اس کمپنی کے کاروبار اور انتظام کی ہے، وہ بھی لکھ دیں۔

میں حد سے زیادہ اس کمپنی کی خوبی اور انتظام کی اور جو آسائش کہ مسافروں کو اس کمپنی کے جہازوں میں تھی، تعریف کرتا ہوں۔ بمبئی میں ہم نے تمام اسباب جو صندوقوں میں بند تھا اور جن پر ہمارے نام کے ٹکٹ لگے ہوئے تھے، کمپنی کے گودام میں سپرد کر دیا۔ ایجنٹ نے ایک ٹکٹ دیا کہ فلاں وقت پر فلاں گھاٹ پر ایک چھوٹا اسٹیمر مسافروں کو بڑے جہاز تک لے جانے کو آوے گا، آپ اس پر سوار ہوں کیوں کہ بڑا جہاز بمبئی کے کنارے تک نہیں آتا۔ چناں چہ ہم اسی طرح سوار ہوئے۔ جب جہاز میں پہنچے تو اپنا کمرہ آراستہ اور مرتب پایا اور ہمارا اسباب کمرے میں نہایت خوبی سے سجا ہوا تھا اور جو غیر ضروری تھا وہ تہہ خانہ میں رکھ دیا گیا تھا۔ سویز سے الیگزنڈریہ (اسکندریہ) تک ریل کے سفر کا بھی ذمہ اسی کمپنی کا تھا۔ کمپنی کے ایجنٹوں نے ایسی عمدگی سے انتظام کیا تھا کہ گاڑیاں تجویز کر کے ہر ایک نام کے ٹکٹ گاڑیوں پر لگا دیے تھے۔ ہمارا نام جس گاڑی پر تھا ہم سب لوگ آرام سے اس میں جا بیٹھے۔ جب الیگزنڈریہ میں پہنچے اور 'پونا' جہاز ملا، ریل پر سے اتر کر جہاز میں چلے گئے۔ وہاں اپنا کمرہ مرتب پایا اور سب اسباب سجا ہوا ملا۔ ہم نہیں جانتے کہ وہاں تک کون اسباب لیے گیا اور الیگزنڈریہ یا سویز میں کچھ تلاشی ہوئی یا نہیں مگر ہمارے پاس کوئی اسباب محصولی نہ تھا اور ہم نے قواعد معینہ کمپنی سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا تھا۔ جب سب لوگ ریل پر بیٹھ لیے تو ایجنٹ کمپنی نے ہر گاڑی میں آ کر سب کا حال دریافت کر لیا۔

جہازوں پر کھانا نہایت عمدہ اور متعدد اقسام کا بافراط تھا اور تر و خشک میوہ جس قدر کھا سکو میز پر موجود تھا۔ شراب اس قدر افراط سے پینے والوں کو پینے کو ملتی تھی کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بعض انگریز شکایت کرتے تھے کہ بمبئی سے سویز تک کھانا اچھا نہیں ملتا مگر یہ شکایت میری دانست میں صحیح نہ تھی کیوں کہ گرم ملک میں گوشت نہایت اچھا نہیں ہوتا۔ بلاشبہ الیگزنڈریہ سے مارسیلز تک جیسا عمدہ گوشت تھا ہم نے تو

www.taemeernews.com

آج تک ویسا عمدہ گوشت نہیں دیکھا تھا۔ غرضیکہ یہ کمپنی نہایت عمدہ ہے اور تمام مسافروں کو اس کا شکر گذار ہونا چاہیے۔

بندرگاہ سے ہوٹل تک:

جب کہ ہم لنگر گاہ مارسیلز میں جہاز سے اترے تو ہم نے دیکھا کہ بہت سی گاڑیاں اور اومنی بس کھڑی ہوئی ہیں اور وہاں چند اشخاص نہایت معقول اور اشراف صورت کھڑے ہوئے ہیں (یہ لوگ ہوٹلوں کے کمشنر تھے)۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں تشریف لے جاویں گے۔ ہم نے کہا کہ ''ہوٹل دلوور'' میں۔ ہم نے پہلے سے ٹھہرالیا تھا کہ اس ہوٹل میں اتریں گے۔ یہ سنتے ہی اس ہوٹل کا کمشنر ہمارے پاس آیا اور اومنی بس جو اس ہوٹل کا تھا حاضر کیا اور ہمارے تمام اسباب کی خود سربراہی کر کے سب لدوالیا، ہم کو کچھ بھی کرنا نہیں پڑا۔ اسی طرح اور مسافروں کو بھی جو اس ہوٹل میں جانے والے تھے اس نے لیا اور اومنی بس ہنکوا ہوٹل میں جا اتارا۔

شہر مارسیلز:

راستے میں ہمارا گذر شہر مارسیلز میں ہوا۔ رات کا وقت تھا اور یہ پہلا یورپ کا شہر ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ جب کہ ہمارا اومنی بس بازار میں پہنچا ہم دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ کبھی ایسا آراستہ بازار اور اس قدر روشنی شیشۂ آلات میں ہم نے کبھی دیکھی نہ تھی۔ دیوالی میں جو روشنی ہندوستان میں ہوتی ہے اس کی کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ دوکانوں کا رخ جو بازار کی طرف ہے، نہایت آراستہ ہے اور بالکل سر تا سر شیشوں کے دروازے اور شیشے کی دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ ایک ایک شیشہ دس دس فٹ لمبا اور بعضا اسی قدر چوڑا اور بعضا اس سے کم لگا ہوا ہے، ایک دروازے میں ایک شیشہ عموماً لگا ہوا تمام اسباب جو دوکان میں سجا ہوا ہے باہر سے بالکل دکھائی دیتا ہے اور اسی خوبی سے آراستہ ہے کہ ایک باغ معلوم ہوتا ہے۔ عموماً دوکانوں میں لیمپ اور فانوسیں اور جھاڑ اور سڑک پر نہایت نفیس لالٹین گیس کی روشنی سے روشن ہیں

www.taemeernews.com

اوران کا عکس جو شیشوں میں پڑتا ہے ایک عجیب کیفیت دکھاتا ہے۔ چوں کہ ایسا شہر اور اس قدر آراستہ ہونا ہمارے خیال میں بھی نہ تھا بلکہ ہم نے ہندوستان میں کسی امیر کا دولت خانہ بھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا تھا، اس واسطے حقیقت میں ہم حیران اور متحیر ہو گئے کہ یہ کیا چیز ہے۔

مارسیلز کے شراب خانے:

اسی بازار میں دو تین مکان نظر پڑے جو سب سے زیادہ آراستہ تھے۔ ان کی دیواریں اور دروازے جو بازار کی جانب تھے بالکل اسی قدر بڑے بڑے شیشوں کے تھے اور چھت بھی جو ماہی پشت یا کھپریل نما تھی وہ بھی، بالکل اسی طرح شیشے کی تھی اور اندر نہایت نفیس چینی کے گملوں میں طرح طرح کے درخت اور پھول اور بیل دار درخت لگے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں سرو کے درخت بھی گملوں میں لگے ہوئے تھے اور نفیس نفیس نہایت خوب صورت کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور ایک میز آگے لگی ہوئی تھی اور بہت سے لوگ اس میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ کچھ عورتیں بھی دور دور دکھائی دیتی تھیں اور متعدد جھاڑ اور لیمپ اور فرشی جھاڑ گیس کی روشنی سے روشن تھے۔ میں نے ہرگز کوئی مکان ایسی خوب صورت سے آراستہ ہوا نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت مجھ کو یقین ہوا کہ کوئی بہت بڑی شادی ہے اور لوگ جمع ہیں اور مکان آراستہ ہے مگر جب صبح کو دیکھا اور تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ عام لوگوں کے شراب پینے کے لیے شراب خانے ہیں۔ لوگ جمع ہوتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور اسی طرح کے بہت سے شراب خانے ہیں اور ایک ایک سے زیادہ اور عمدہ آراستہ ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ عام لوگوں کو بھی یہاں تک کہ قلی اور مزدوروں کو بھی ایسی آراستگی سے شراب پینی میسر ہے کہ جمشید کو کبھی خیال میں بھی میسر نہ ہوئی ہوگی!

مارسیلز ہوٹل کی کیفیت:

ہوٹل مارسیلز کا جس کا نام ہوٹل ڈی دلوور ہے اور جس میں ہم ٹھہرے تھے،

www.taemeernews.com

نہایت عجیب اور عمدہ ہوٹل ہے۔ بیچ میں بطور بیضوی دائرے کے صحن ہے اور چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔ سات منزل ہوٹل ہے اور اوپر تلے کمرے بنتے چلے گئے ہیں اور صحن کے اوپر شیشے کی چھت ہے جس کے سبب سے پانی برف کچھ نہیں آسکتا اور روشنی بخوبی ہے۔ ہم کو پانچویں درجے میں کمرے ملے تھے کیوں کہ اور سب گھرے ہوئے تھے۔ ایک سو بیس سیڑھیاں چڑھے تب اپنے کمروں میں پہنچے۔ ہر جگہ گیس کی روشنی تھی اور ہر کمرہ نہایت خوبی سے آراستہ تھا۔ ایک نوکر ہوٹل کا ہمارے ساتھ تھا وہ کمروں میں پہنچا کر چلا گیا۔

ہوٹل میں ملازم کو بلانے کا عجیب انتظام:

میرے دل نے اسی وقت چاء پینے کو چاہا، میں حیران ہوا کہ نوکر کو کیوں کر بلاؤں اور اس قدر نیچے کون جائے۔ اسی فکر میں تھا کہ مجھے خیال آیا کہ ولایت کے بڑے ہوٹلوں میں ایک کل لگی ہے کہ جہاں اس کو ہاتھ لگایا اور برقی قوت سے یا پہیہ کی حرکت سے گھنٹہ بجا اور آدمی آیا۔ اسی خیال میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ یکا یک میری نگاہ دیوار پر پڑی۔ وہاں ہاتھی دانت کا نہایت خوب صورت پھول لگا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ وہی چیز ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور انگوٹھا لگا کر ذرا دبایا اور جہاں نوکر بیٹھے رہتے ہیں وہاں گھنٹہ بجا۔ ایک دو منٹ نہیں گزرنے پائے تھے نوکر حاضر ہوا۔ اس کو چائے کے لیے کہا، اسی وقت بنا لایا مگر مجھ کو یہ خلجان رہا کہ اس نے یہ کیوں کر جانا کہ فلاں کمرے میں بلایا ہے؟ خیر رات کو سو رہے، صبح اٹھ کر میں اس کمرے میں گیا جہاں خدمت گار ہوٹل کے جمع رہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک گھنٹہ لگ رہا ہے اور گھنٹہ کے نیچے ایک تختہ لگا ہوا ہے اور اس میں بہت سے خانے بنے ہوئے ہیں جس کمرے میں مسافر نے اس پھول کو دبایا اسی وقت وہ گھنٹہ بجا اور فی الفور ایک خانہ میں ایک نمبر دکھائی دیا مثلاً ۴ یا ۶ یا ۹ وغیرہ؛ پس خدمت گار نے جانا کہ فلاں نمبر کے کمرے میں بلایا ہے۔ پھر یہ نمبر از خود آہستہ آہستہ دو منٹ کے عرصے میں غائب

www.taemeernews.com

ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس لیے غائب ہوتا ہے کہ اگر شاید خدمت گار وہاں حاضر نہ ہو اور گھنٹہ کی آواز سن کر دوڑے تو نمبر موجود رہے تا کہ اس کو دیکھ کر جان لے کہ کس کمرے میں جانا ہے۔

مارسلیز کی عمومی کیفیت:

فرانس کی سلطنت کے شہروں میں مارسلیز کچھ بڑا شہر نہیں ہے۔ تھوڑے دنوں سے اس کی ترقی اور آبادی شروع ہوئی ہے۔ حال کی خانہ شماری کی رو سے تین لاکھ ایک سو اکتیس آدمی اس میں رہتے ہیں۔ انجنیر ی کے متعلق کارخانوں میں سات ہزار آدمی نوکر ہیں، باون دخانی کلیں ہیں جو صابن بناتی ہیں اور ہر سال سولہ لاکھ اسّی ہزار من صابن بنتا ہے، اٹھائیس دخانی کولھو تیل بنانے کے ہیں اور ایک لاکھ بارہ ہزار من ہر سال تیل بنتا ہے۔ ہر سال سرخ ٹرکی ٹوپی پچاس ہزار تیار ہوتی ہیں؛ گرجا اور میوزیم اور پبلک کتب خانہ اور پکچر گیلری اور تھیٹر، زولاجیکل گارڈن (چڑیا گھر) موجود ہیں۔

بازار کی پرلطف سیر:

تیسویں اپریل ۱۸۶۹ء روز جمعہ کو ہم نے وہاں مقام کیا تا کہ ایسا خوب صورت شہر دن میں دیکھا جاوے۔ ایک گاڑی دو گھوڑوں کی منگائی اور قریباً تمام شہر میں پھرے۔ ایسی وسیع اور صاف اور خوب صورت اور ایسی ایسی عمدہ آراستہ دوکانیں دیکھنے میں آئیں کہ بیان نہیں ہوسکتا، بازاروں میں مٹی یا تنکے یا کوڑے کا نام تک نہ تھا؛ تمام عمارت نہایت صاف اور اجلی، زن و مرد نہایت صاف اور وضع دار، ہر طرح کی خوب صورتی میں آراستہ نظر آئے۔

عجائب گھر اور چڑیا گھر:

میوزیم (عجائب گھر) نہایت عمدہ اور خوب صورت مکان تعمیر ہوا ہے اور کسی قدر اس وقت بھی بن رہا تھا۔ زولاجیکل گارڈن (چڑیا گھر) نہایت خوب صورت ہے

www.taemeernews.com

اور ہر قسم کے عجیب عجیب جانور وہاں ہیں۔ زرافہ ایک احاطے میں پھرتا ہے اور سردی میں اس کے رہنے کے لیے ایک مکان بنا ہوا ہے، اس مکان پر مسلمانوں کے جھنڈے کا نشان ہے اور یہ عربی عبارت کھدی ہوئی ہے، خدیو مصر نے یہ تحفہ اس میوزیم میں بھیجا ہے۔[۱] (☆ یہ کتبہ بعینہ نقل ہے۔)

(نقل)

ما شاء الله مما خلق

كيف لاينده شريها. لطلعت زرافة المعانى من ينظر ها

من المحاسن واللطائف

اس گارڈن میں ایک ہاتھی بھی ہے اور نہایت عجائبات سے گنا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو دیکھتے ہیں۔ متوسط قد کا ہاتھی ہے مگر نہایت دبلا ہو رہا ہے؛ بے چارہ ایک مکان میں بند ہے۔

اسی باغ میں ایک نہایت بڑی مچھلی کا پورا ڈھانچہ ہے، لوہے کی سلاخوں پر زمین سے قد آدم اونچا رکھا ہوا ہے؛ اب بھی وہ ڈھانچہ اکیس قدم لمبا ہے، نہایت عجیب قابل دیکھنے کے تھا۔

عظیم الشان گرجا:

نہایت عمدہ اور نئی عمارت اس شہر میں (نیو کیتھیڈرل) یعنی نیا صدر گرجا ہے۔ یہ ایک چھوٹے سے پہاڑ پر بنایا گیا ہے، سفید پتھر کا ہے، نہایت ہی خوب صورت ہے۔ ہم اس کے اندر گئے اور نہایت عمدہ عمارت اور بہت ہی خوب صورت دیکھی۔ جہاں بشپ بیٹھتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے، وہاں پوری قد آدم سنگ مرمر کے پتھر کی حضرت مریم کی مورت بنی ہوئی کھڑی ہے اور ان کی گود میں حضرت عیسیٰؑ ہیں؛ غرضیکہ ہندوؤں کے دہرا (مندر) میں اور ان کے گرجا میں کچھ بھی فرق نہیں تھا۔ آج کے دن ہزاروں عورتُ اور مرد اس گرجا میں آتے تھے اور بطور میلے کے ہر قسم کی دوکانیں پہاڑ

www.taemeernews.com

پر لگی ہوئی تھیں اور کافی اور شراب کی دوکانیں اکثر جگہ تھیں۔

پہاڑ کے اوپر سے مارسیلز کا نظارہ:

اس پہاڑ پر سے شہر نہایت خوب صورت دکھائی دیتا ہے اور سارا شہر اور اس کے بڑے بڑے مکانات سب پہاڑ کے نیچے معلوم ہوتے ہیں۔ پہاڑ کے اوپر بہت دور تک بگھی و چیرٹ برابر اڑے ہوئے جاتے ہیں، پھر شاید کئی سو سیڑھیاں چڑھ کر گرجا تک پہنچنا ہوتا ہے۔

گاڑیوں کا پہاڑ پر چڑھنا:

یہاں ایک عجیب بات چیرٹ اور فٹن وغیرہ، میں دیکھی۔ پہاڑ پر چیرٹ کو چڑھا کر لے جاتے ہیں باوجود یکہ نہایت پھسلوان اور ڈھلوان سڑک ہوتی ہے۔ جب اس ڈھال پر سے چیرٹ اترنے کو ہوتا ہے تو کوچوان ایک کل پھراتا ہے اور فٹن اور چیرٹ کے پچھلے دونوں پہیوں میں ایک پرزہ لوہے کا جا چمٹتا ہے جس کے سبب سے وہ دونوں پہیے پھرنے سے بند ہو جاتے ہیں؛ صرف اگلے دو پہیے پھرتے ہیں اور نہایت آستگی سے گاڑی اترتی ہے اور ڈھلکنے کا مطلق خوف نہیں رہتا۔

ناچ گھر:

رات کو ہم پھر شہر دیکھنے کو نکلے اور اکثر بازاروں میں وہی کیفیت بلکہ اس سے زیادہ دیکھی۔ ایک مکان بہت بڑا اور ایسا ہی مکلّف جیسے کہ شراب خانوں کے مکانات تھے، دکھائی دیا۔ ہوٹل کا کمشنر جو ہمارے ساتھ تھا اس نے کہا کہ یہ 'کزینو' ہے یعنی ہر روز گانا ہونے کا مکان ہے۔ ہم بھی اس میں گئے۔ دیکھا کہ نہایت آراستہ مکان ہے اور باغ سا لگا ہوا ہے شیشوں کا اور شیشہ آلات کا کچھ حساب نہیں، سینکڑوں کرسیاں بچھی ہیں اور ہر کرسی کے سامنے چھوٹی سی میز ہے، کوئی چائے پیتا ہے، کوئی کافی، کوئی شراب، خدمت گار متعین ہیں اور سب چیز حاضر کرتے ہیں اور سامنے

www.taemeernews.com

نہایت مکلّف شہ نشین بنی ہوئی ہے۔ اس میں گانے والے اور گانے والیاں اور باجا بجانے والے ہیں، جو شخص چاہے ٹکٹ لے اور اس مکان میں جاوے، جب تک چاہے گانا بجانا سنے؛ قیمت ٹکٹ کی بقدر چھ آنہ ہندوستان کے ہے۔ ہم تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے اور تماشہ دیکھ کر چلے آئے؛ کہانیوں میں بھی ایسی کیفیت نہیں سنی تھی جو آنکھوں سے دیکھی۔

مارسیلز سے روانگی اور ہوٹل کا حسن انتظام:

یکم مئی ۱۸۶۹ء روز شنبہ کو ہم مارسیلز سے روانہ ہوئے۔ وہی عمدہ اومنی بس جو ہم کو لنگرگاہ مارسیلز سے ہوٹل میں لایا تھا، حاضر ہوا۔ افسران ہوٹل نے سب ہمارے بکس اسباب کے لے لیے اور ان پر اپنے دفتر کے ٹکٹ لگا دئے اور سب اسباب اومنی بس کی چھت پر رکھ دیا اور ہم سب لوگ اومنی بس میں جس میں نہایت نفیس دو گھوڑے جتے ہوئے تھے، سوار ہوئے۔ کمشنر ہوٹل ہمارے ساتھ ہوا اور عین وقت پر ریل کے اسٹیشن پر پہنچایا۔ کمشنر ہوٹل نے ریل کے ٹکٹ لا دئے، اسباب تلوا دیا، ریل کی گاڑی میں سوار ہونے کے بعد رخصت ہوا۔ جتنا کہ ہم کو ہندوستان میں ریل کا ٹکٹ لینے اور سوار ہونے میں تردد یا فکر کرنا پڑتا تھا اتنا بھی نہیں ہوا بلکہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

راستے کی سرسبزی اور شادابی:

جب کہ ہم مارسیلز سے چلے اور ٹرین نے نہایت نرمی اور سبکی سے قدم اٹھایا اور میدان اور کھیت اور گاؤں ہماری نظر سے گزرے تو ہم کو ایک اور ہی عالم دکھائی دیا۔ مارسیلز میں تو جو کچھ تماشا تھا وہ سب انسان کی کاریگری کا تھا مگر یہاں قدرت کی خوبی اور خوب صورتی اور انسان کی کاریگری اور عقل مندی نے مل کر عجب ہی کیفیت دکھلائی تھی۔ ملک کی خوبی اور سرسبزی وشادابی اور ٹیالے چھوٹے چھوٹے ٹیبوں کی بلندی اور پستی اور سرونما اور گھٹی دار درختوں کی سرسبزی اور خوب صورتی دل کو لبھائے لیتی تھی۔ اس قدرتی خوب صورتی پر انسان نے یہ کاریگری کی تھی کہ اس کا حسن دوبالا

www.taemeernews.com

ہوگیا تھا؛ تمام زمین جہاں تک نگاہ جاتی تھی نہایت خوب صورت چمن بندی وتختہ بندی سے آراستہ تھی، ان تختوں میں گھاس کاشت ہوئی تھی، نہایت سبز وشاداب ودلکش، چپے چپے پر نہر جاری تھی اور ہر کھیت وچمن و تختے میں اس کی جدولیں بہ رہی تھیں، ان سبز تختوں میں پانی کی نہریں اور پتلی پتلی جدولیں ایسا لطف دکھاتی تھیں کہ بیان نہیں ہوسکتا، اوران پر طرہ یہ تھا کہ اس سبز گھاس کے تختوں میں ایک قسم کا سرخ پھول جا بجا کھلا ہوا تھا اور جیسے کہ نیلے آسمان میں ستارے چمکتے ہیں ویسے ان سبز تختوں میں وہ قدرتی اگے ہوئے پھول چمکتے تھے۔ ہزاروں بیگھے زمین میں انگور بوئے ہوئے تھے؛ بالکل انگوراسی طرح پر ہزاروں بیگھے میں بوئے ہوئے تھے جیسے کہ فرخ آباد ومیرٹھ میں آلو بوئے جاتے ہیں یا غازی پور میں گلاب کے تختے لگاتے ہیں۔ایک عجیب بات یہ تھی کہ مٹیالے چھوٹے چھوٹے پہاڑنما جو ٹیبے تھان کی جڑ سے چوٹی تک چاروں طرف انگور کے درخت لگائے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑے گول اور بیضوی برجوں پر انگور کی بیلیں لگادی ہیں۔انگور کی تاکوں کی بیلیں ابھی تک بہت بڑی نہیں ہوئی تھیں، انگور پھٹاؤ پر تھا اور نئی نئی پتی نکل رہی تھی اور بیلیں بڑھتی جاتی تھیں اور اس سے اور بھی زیادہ خوبی اور خوب صورتی ہوگئی تھی۔ میں نے کہا کہ سعدی کا یہ فقرہ ''تو کوئی خوردہ مینا برخاکش ریختہ وعقد ثریا برتاکش آویختہ'' حقیقت میں اسی جگہ موزوں ہے۔

اسٹیشن لینز پر پہنچنا:

غرضکہ اسی طرح کا تماشا اور عجائبات قدرت کو دیکھتے ہوئے لینز اسٹیشن پر پہنچے۔ ہم سب لوگ گاڑی پر سے اترے اور اسٹیشن میں جا کر کچھ کھایا، چاء پی اور کچھ کھانے کی چیزیں اور دو بوتلیں پانی کی اور کچھ میوہ خرید لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ رات ہوئی، اپنی گاڑی میں سوتے، کھاتے اور ہنستے بولتے ساری رات چلا کیے۔

www.taemeernews.com

پیرس میں داخلہ:

دوسری مئی ۱۸۶۹ء روز یک شنبہ کو ساڑھے سات بجے صبح کے پیرس میں داخل ہوئے۔ چوں کہ ہم نے دو روز تک پیرس میں رہنے کا قصد کیا تھا اس لیے وہاں اترے۔ مارسیلز کی طرح وہاں بھی ہوٹلوں کے کمشنز موجود تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں جائیں گے۔ ہم نے کہا کہ میورس ہوٹل میں اس لیے کہ ہم نے تحقیق کر لیا تھا کہ وہاں اکثر انگریز اترتے ہیں اور اس سبب سے وہاں کے اہل کار انگریزی زبان بخوبی جانتے ہیں۔ کمشنر نے ہمارے لیے دو گاڑیاں حاضر کیں اور ہم ریلوے اسٹیشن سے وہاں آئے۔ کوچوان نے کچھ ہم سے فرنچ زبان میں پوچھا ہم کچھ نہیں سمجھے اور نہ وہ کچھ ہماری سمجھا۔

پیرس کا ہوٹل:

میورس ہوٹل اگر چہ عمدہ ہے مگر بہت عمدہ نہیں ہے۔ مارسیلز کا ہوٹل اور وہاں کا کھانے کا عمدہ کمرہ اور کھانا کھلانے کا نہایت عمدہ طریقہ اور کھانا کھلانے والوں کی نہایت نفیس وردیاں ہماری آنکھ میں سمائی ہوئی تھیں اس لیے یہ ہوٹل ہماری نگاہ میں کچھ نہیں جچا۔

پیرس کی سیر:

ہم نے وہاں کھانا کھایا اور اس خیال سے کہ آج اتوار ہے کچھ سیر و تماشہ کا قصد نہیں کیا (یہ ہماری غلطی تھی، پیرس میں اتوار کو سب دوکانیں اور سیر تماشہ سب کھلے رہتے ہیں) مگر ہم نے ہوٹل کے کمشنر کو جو انگریزی جانتا تھا ساتھ لیا اور پیدل ٹہلنے اور کچھ ادھر اور ادھر پھرنے کا ارادہ کیا۔

ہوٹل کے سامنے ایک بہت وسیع میدان نظر آیا جس کے دروازے نہایت عمدہ تھے اور لوہے کا قد آدم جنگلہ نہایت خوب صورت لگا ہوا تھا۔ ہم نے کہا یہ

www.taemeernews.com

کیا ہے؟ کمشنر نے جواب دیا کہ فلاں مکان ہے۔ ایک نہایت وسیع میدان کئی میل مربع کا گھرا ہوا ہے اس میں نہریں اور حوض اور فوارے بنے ہیں اور جابجا پورے پورے قد کی سنگ مرمر کی مورتیں کھڑی ہیں؛ کسی جگہ چمن بندی ہے اور پھول پھلواری کھلی ہوئی ہے، کسی جگہ تختہ بندی ہے اور ذرا قد آور خوب صورت درخت لگے ہیں اور کسی جگہ گھاس کے نہایت خوب صورت چمن ہیں اور نہایت نفیس وخوشنما روشیں بنی ہوئی ہیں اور کہیں نہایت بڑے تناور درخت مگر بہت خوب صورت ہیں اور کل میدان نگاہ میں سبزہ دکھائی دیتا ہے اور موقع موقع پر ہزار ہا کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ ہر روز زن ومرد اور بچے نہایت عمدہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے ان میدانوں میں چہل قدمی کرتے پھرتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں اور سیر کرتے ہیں، کھانے پینے، کے لیے جو کچھ چاہیے سب مہیا وموجود ہے؛ ہم بھی اس میں خوب پھرے اور خوب سیر کی۔

وارسیل جانا:

جب سب جگہ دیکھ چکے تب ہماری خوش نصیبی نے زور کیا اور ہم نے کمشنر سے کہا کہ اور کسی اچھی جگہ لے چلو۔ اس نے کہا کہ وارسیل چلو وہ آج کھلا ہوا ہے اور ہر مہینے پہلے اتوار کو کھلتا ہے، نہایت عمدہ جگہ دیکھنے کے قابل ہے۔ ہم پیدل اس کے ساتھ چلے اور چوں کہ بہت پھر چکے تھے میں تھک گیا اور وہ لیے جاتا ہے۔ کبھی دوکانات اور مکانات اور بازاروں کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں اور تھکن کا مطلق خیال نہیں رہتا اور کبھی پھر تھکن کے سبب طبیعت اکتا جاتی ہے اور کمشنر قدم آٹھائے لیے چلا جاتا ہے اور ہم کچھ نہیں جانتے کہ وارسیل کیا ہے اور کتنی دور ہے۔ غرضکہ خدا خدا کر کے ایک نہایت بڑے مکان کے دروازے میں گھسے، وہاں بہت غول آدمیوں کا جمع تھا اور ایک اور دروازے میں وہ لوگ گھسے چلے جاتے تھے۔ کمشنر نے ہم کو ایک جگہ ٹھہرایا اور کہا کہ میں ٹکٹ لے آؤں اور جھٹ پٹ وہ ٹکٹ لے آیا اور کہا چلو۔ ہم نے یقین کیا کہ اب جس دروازے میں گھستے ہیں وہی وارسیل ہے۔ جب اس میں گھسے تو دیکھا کہ نہایت

www.taemeernews.com

عالیشان ریل کا اسٹیشن ہے اور ٹرین تیار کھڑی ہے۔ اس کو دیکھ کو طبیعت نہایت منغص ہوئی۔ تمام رات ریل کا سفر کیے چلے آتے تھے اور پھر پھرتے پھرتے دق ہو گئے تھے، اب پھر ریل میں بیٹھنا ایسا ناگوار معلوم ہوا اور ایسی طبیعت دق ہوئی کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ کمبخت کمشنر ہماری اجازت کے بغیر دوسرے درجے کا ٹکٹ لے آیا تھا۔ یہاں کی گاڑیاں دوہری ہیں؛ اندر تو فرسٹ کلاس کے مسافر بیٹھتے ہیں اور چھت پر دوسرے درجے کے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ چھت پر بیٹھنا پڑے گا تو اور بھی طبیعت دق ہوئی اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہاں سے تیس میل جانا ہے تب تو ایسا دل ناراض ہوا کہ ٹرین پر سے اترنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں انجن نے سیٹی بجائی اور چل دیا اور ہم لاچار، بے بس، نہایت دق و رنجیدہ اس پر چلے جاتے ہیں۔ جب تھوڑی دور چلے اور چھت پر سے دور دور کی فضا اور خوب صورت خوب صورت مکانات اور ہرے ہرے میدان دکھائی دینے لگے تب تو سب کچھ بھول گئے اور کہا کہ کمشنر نے نہایت عقل مندی کی جو چھت پر بیٹھنے کا ٹکٹ لیا۔ اب طبیعت خوش ہوگئی اور یہ کہنے لگے کہ اگر بہت دور تک اسی طرح چلے چلیں تو نہایت خوب بات ہے؛ غرضیکہ جس قدر رستہ ریل کا تھا وہ طے کیا اور وارسیل میں پہنچے۔

ریل کے اسٹیشن سے تھوڑی دور جا کر ایک دروازہ ملا جو بند تھا مگر اس کے کواڑ آہنی جالی دار تھے جس میں سے اندر کی سب چیزیں دکھائی دیتی تھیں۔ ہم نے دیکھا کہ اندر مکانات ہیں، باغ و چمن بندی ہے اور نہریں اور حوض فوارے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ یہ محل ہیں جن میں فرانس کے بادشاہان سابق رہا کرتے تھے اور اب بھی سب مرتب و آراستہ ہیں اور ہر مہینے کے پہلے یک شنبہ کو اس لیے کھولے جاتے ہیں کہ عام رعایا آوے اور سیر و تماشا دیکھے اور بادشاہی محلوں کو دیکھے اور اس میں جو جو کچھ عجائبات اور کاری گریاں اور قومی نامی آوریاں ہیں، ان کو دیکھ کر خوش ہو، پانی کی لہروں اور فواروں کے اچھلنے کا مزہ اٹھاوے اور جو لطف بادشاہ اٹھاتے ہیں اس میں رعایا بھی کچھ حصہ لیوے۔

www.taemeernews.com

وارسیل کا شاہی محل۔اس کی دلکشی ورعنائی اوراس کے عجائبات:

ایک زمانے میں یہاں صرف میدان تھا اور کچھ نہ تھا۔شہنشاہ لوئی سیزدھم ایک شکار کے پیچھے دوڑا اورتن تنہا یہاں آنکلا۔بمشکل ایک جھونپڑی ملی وہاں جا کر ٹھہرا اور فضا اس میدان کی اس کو نہایت پسند آئی، وہاں شکارگاہ بنائی اور فرانسس دی کرندی آرک بشپ سے وہ زمین خرید کر لی اور۱۶۳۲ء میں وہاں ایک چھوٹا محل بنایا؛ لمر سرمعمار نے اس محل کو بنایا تھا جس کا نام اب تک مشہور ہے۔

شہنشاہ لوئی چہاردھم نے۱۶۸۲ء میں وہاں ایک اور عمدہ محل بنانا شروع کیا اور اگر چہ۱۶۸۲ء میں اس نے اس محل میں دربار کیا الّا اس وقت تک وہ پورا بن نہ چکا تھا۔ مان سرت اور گبریل جو بڑے نامی معمار تھے، ان محلوں کی تعمیر میں ان کی فن معماری کی یادگاریاں اب تک باقی ہیں۔

اس محل کے احاطے کے دروازے کے پاس جواب تک بند تھا بہت سے مرد اور عورتیں نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس خوشنما لباس پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ہم بھی وہاں جا کر ٹھہرے۔تھوڑی دیر میں وہاں کے گرجا کے افسر کا حکم دروازہ کھولنے کا آیا اور دروازہ کھولا گیا۔ہم سب اس میں گھسے۔ جب اندر گئے تو ہم نے جانا کہ ہم دنیا میں نہیں بہشت کے کسی محل میں چلے آئے ہیں: حوض اور نہروں اور فوّاروں کی خوبی وخوشنمائی اور جس جس خوب صورت اور قدرتی بناوٹ کی سی چیزوں اور مورتوں اور جانوروں کے مونہوں کے فوّارے چھوٹنے کی ترکیب رکھی تھی اور جس کج وپیچ وخوب صورتی سے حوض ونہریں بنائی تھیں اور جس خوب صورتی سے جابجا نہایت قد آور اور چھوٹے درخت لگے ہوئے تھے اور سب کے سب بڑے سے چھوٹے تک قینچی سے نہایت خوب صورت کترے ہوئے تھے اور بعض جگہ اپنی قدرتی حالت میں تھے، کہیں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے کھڑا تھا، کہیں کوئی کسی سے ہاتھ ملا رہا تھا، کہیں باہم ہم آغوش تھے، کسی مقام پر چمن چمن پھولوں اور عجیب عجیب خوشنما پتوں

www.taemeernews.com

کے پودوں کی چمن بندی تھی؛ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ہماری عقل حیران ہوگئی اور ہم کو اس وقت قلعۂ دہلی کی مشہور مار پیچ نہر جو دیوان خاص میں ہوکر رنگ محل میں جاتی تھی اور جس کے پانی سے ہم بھی ایک زمانے میں کھیلا کرتے تھے اور مہتاب باغ کا حوض جس کے کناروں سے تین سو ساٹھ فوارے چھوٹا کرتے تھے اور اسی قلعے کا اور ڈیگ گھمبیر بھرت پور کی عمل داری کا ساون بھادوں یاد آیا اور بلا مبالغہ اتنا ہی فرق پایا جتنا کہ نہایت خوب صورت اور نہایت بدصورت آدمی میں ہوتا ہے۔

ہمارے ملک کی شہنشاہی عمارتوں کی قطع اور یہاں کی عمارتوں کی قطع بسبب اختلاف آب وہوا کے مختلف ہے۔ یہاں عمارت کا طریق یہاں کی آب وہوا کے نہایت مناسب ہے مگر ہمارے ملکوں کی عمارت کا طریق اس ارادے سے کہ وہ زیادہ خوب صورت ہوں اور بلحاظ وہاں کی آب وہوا کے وہاں کے عام وخاص لوگوں کے لیے زیادہ تر مفید وصحت بخش ہوں، بہت زیادہ ترمیم واصلاح کے قابل ہے۔

بایں ہمہ صرف عمارت، جیسی عمدہ ومستحکم اور نہایت ہی خوب ہمارے ملکوں کی ہے، اب تک یہاں دیکھنے میں نہیں آئی۔ بلاشبہ تاج محل کے روضے اور قطب کی لاٹھ سے ہندوستان کی عمارت کو فخر ہے۔

غرضکہ باہر کی فضا کی سیر کرتے ہوئے ہم اندر محل میں داخل ہوئے۔ اس کی خوبی وخوب صورتی بھی اور کمروں کی تقسیم اور ان کی قطع اور وسعت نہایت ہی عمدہ اور عجیب تھی مگر سب سے زیادہ جو کام مصوری کا تھا جس کا بیان آگے کروں گا اس کو دیکھ کر ہمارا تو تصویر کا عالم ہوگیا۔ آنکھیں مل مل کر دیکھتے تھے کہ حقیقت میں یہ تصویر ہے یا سچ مچ سب لوگ زندہ موجود ہیں؟ ہر چند دل کو یقین دلاتے تھے کہ تصویر ہے مگر جہاں غور سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کیا وہ یقین جاتا رہتا تھا۔

بادشاہوں کے کمرے:

غرضکہ ہم سب مکانوں اور کمروں کی سیر کرتے پھرے اور اس کمرے میں

www.taemeernews.com

جہاں شہنشاہ لوئی چہاردھم دربار کرتا تھا اور تمام رئیس اور امراء وہاں آن کر ملازمت کرتے تھے، پہنچے۔

اس کے بعد ہم ایک اور کمرے میں گئے جہاں شہنشاہ لوئی چہاردھم اپنی شہنشاہی پوشاک پہنتا تھا اور جو طرح بہ طرح کی تصویروں سے آراستہ تھا اور آخر کار جس کو اس بادشاہ نے اپنی خوابگاہ بنالیا تھا اور اسی کمرے میں ۱۷۱۵ء میں مرا تھا؛ اس کے سونے کا پلنگ جس پر وہ مرا تھا اب تک اسی طرح سجا ہوا بچھا تھا اور عبرت اور دنیا کی ناپائداری بلند آواز سے پکار رہی تھی کہ اولوئی! کہاں ہے تو کہ تیرا پلنگ خالی پڑا ہے؟

شہنشاہ لوئی چہاردھم کے دربار کا کمرہ ۳۴۰ فٹ کا چوڑا چکلا اور ۴۲ فٹ بلند ہے، سات بڑی بڑی محرابیں ہیں، اس کمرے کو لیبون نے جو معمار بھی تھا اور مصور بھی تھا، آراستہ کیا تھا؛ لوئی پانزدھم نے ۱۷۳۸ء میں اس کو اپنی خواب گاہ بنالیا۔

اسی جگہ ایک کمرہ ہے جس میں بادشاہ بلیرڈ کھیلا کرتا تھا۔ لوئی پانزدھم نے اس کو نہایت عمدہ نقش ونگار سے آراستہ کیا تھا۔ اس کے دروازے پر اس بادشاہ کی دختر نیک اختر کی قد آدم تصویر ہے اور اس کے مقابلے میں اس بادشاہ کی جوانی کی اور اس کے بعد اس وقت کی جب کہ وہ تخت پر بیٹھا تھا۔ یہ بادشاہ ۱۷۷۴ء میں اسی کمرے میں مرا ہے۔

اسی جگہ ایک اوپیرا ہے؛ اڑتیس ستونوں پر بنا ہوا، ۱۷۵۳ء میں بننا شروع ہوا، اٹھارہ برس میں یعنی ۱۷۷۰ء میں ختم ہوا۔ اس کے سوا ایک گرجا ہے؛ سولہ ستونوں پر بنا ہوا، مان سرٹ معمار نے ۱۶۹۹ء میں بنانا شروع کیا اور ۱۷۱۰ء میں ختم کیا۔

محل میں مصوّری کے شاہکار:

اس تمام محل میں مصوّروں کا کام بے نظیر ہے؛ لیبرن مکنارڈ، گوپل، ریکارڈ، جوئی نت، لیموں جو نہایت نامی مصور تھے ان سب کا اس میں کارنامہ ہے۔ وہ کمرہ جو تصویر خانۂ سلطنت کے نام سے مشہور ہے اور جس میں تیرہ کمرے اور شامل ہیں، نہایت عمدہ بنا ہوا ہے اور اس میں ایک سو تیس کارنامے تصویروں کے پورے پورے قد کے

www.taemeernews.com

بنے ہوئے ہیں؛ شہنشاہ نپولین اول کی فتوحات اور محاربات کی تصویریں اور پورے پورے قد کی بنی ہوئی ہیں۔

ایک اور بہت بڑا کمرہ ہے جس کا نام کمرۂ کروسیڈ ہے۔ اس کمرے میں تمام واقعات ومحاربات کی تصویریں جو کہ کروسیڈ کی لڑائی (محاربات صلیبی) میں ہوئی تھیں، بنی ہوئی ہیں۔

اس کمرے کے اوپر ایک اور کمرہ ہے اور اس میں تمام واقعات اور محاربات الجزائر کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

ایک بہت بڑے کمرے میں جو ۳۷۳ فٹ لمبا اور ۴۲ فٹ مرتفع ہے تمام لڑائیوں کی تصویریں جو فرنچ لڑے ہیں، بنی ہوئی ہیں۔

تصویروں کی خوبی بیان نہیں ہوسکتی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ سب کچھ سچ مچ کا ہے۔ جو لوگ زخمی ہوئے ہیں صاف گولی لگی ہوئی اور گوشت ابھرا ہوا اور پھٹا ہوا اور خون بہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

یہ تصویر خانہ نہیں ہے بلکہ قومی ہمت اور قومی جرأت اور قومی شجاعت بڑھانے کا آلہ ہے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ تمام قوم فرنچ کی جب ان تصویروں کو دیکھتی ہوگی اور اپنے بزرگوں کی بہادری اور شجاعت اور میدان جنگ میں مرنا اور اپنے تن بدن کو زخموں سے چور کرنا اور مرنا یا مارنا خیال کرتی ہوگی، اس کی ہمت اور شجاعت دگنی ہوجاتی ہوگی اور چلوؤں خون پڑھ جاتا ہوگا۔

ایک نہایت قابل اعتراض تصویر:

اس تمام تصویر خانے میں صرف ایک ہی بات تھی جو فرنچ کی شجاعت اور سویلیزیشن (تہذیب وشائستگی) کو بٹا لگاتی تھی اور مجھ کو اسے دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ ایسی بہادر اور شجاع اور سپاہی قوم نے جو سویلیزیشن کے زیور سے بھی نہایت آراستہ ہے، ایسی عجیب بات جو ان سب خوبیوں کے برخلاف ہے کیوں کر کی ہے؟ الجزائر

www.taemeernews.com

کے محاربات کی تصویروں کے کمرے میں امام عبدالقادر کی عورتوں کو گرفتار کرنے کی تصویر بنائی ہے؛ اس کی عورتیں اونٹ پر کجاوے میں تھیں، فرنچ سپاہیوں نے اونٹ کو بٹھا کر کجاوہ گرادیا ہے اور عورتیں اس میں سے نکل پڑی ہیں اور ان کے بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا ہے اور فرنچ سپاہی سنگین اٹھائے ہوئے اور ان کی نوکیں عورتوں کی طرف کیے ہوئے کہ گویا اب ماریں گے، گرد کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا فرنچ کو یہ زیبا تھا کہ عورتوں کی گرفتاری کی تصویر اپنے محل میں لگاتے؟ کیا عورت پر سنگین سیدھی کرنی اور اس کو کجاوے میں سے گرادینا فرنچ سپاہیوں کی بہادری کی یادگاری تھی؟ کیا ایک عورت کا تصویر میں کپڑا بدن پر سے ہٹا ہوا بنادینا (بالفرض اگر ایسا ہوا بھی ہو) فرنچ کی سویلیزیشن کے مناسب تھا؟

امام عبدالقادر نہایت سچا بہادر سپاہی ہے۔ جب کہ وہ الجزائر کا بادشاہ تھا اور جو عزت کہ اس وقت لوگوں کی آنکھ میں اس کی تھی اب بھی اس میں کچھ کمی نہیں ہے؛ نہایت بہادری اور سچائی سے بغیر دغا و فریب کے بیس برس تک تن تنہا لڑتا رہا، انجام کو شکست ہوئی جس سے کچھ بھی اس کی سپاہ گری یا مشہور عزت میں فرق نہیں آیا۔ پس ایسی تصویریں بنانے سے بعوض اس کے کہ اس کی حقارت ہو، اس کی جرأت و شجاعت ثابت ہوتی ہے۔

ایک قابل تعریف تصویر:

مگر اسی کے پاس ایک دوسری تصویر ہے جس سے فرنچ کی اور خصوصاً حال کے شہنشاہ نپولین کی نہایت فیاضی اور دانائی اور ہمت اور تمام خوبیاں ثابت ہوتی ہیں یعنی جب کہ شہنشاہ حال تخت پر بیٹھا تو امام عبدالقادر کو قید سے چھوڑ دیا؛ خود شہنشاہ قید سے اس کو چھوڑ رہا ہے، شہنشاہ نپولین کے پورے قد کی تصویر ہے، اس کے پاس امام عبدالقادر کھڑا ہے اور اس کے سامنے امام عبدالقادر کی ماں باہر پھرنے کی پوری ڈریس (لباس) پہنے ہوئے کھڑی ہے، شہنشاہ نپولین امام عبدالقادر کی ماں سے شیک ہینڈ (مصافحہ) کر رہا ہے اور عبدالقادر کی آزادی کا حکم دیتا ہے۔ درحقیقت اس تصویر میں

www.taemeernews.com

شہنشاہ نپولین پر شہنشاہی برس رہی ہے اور تمام قوم فرنچ کا فخر اور عزت اور سویلیزیشن کی آراستگی اس سے معلوم ہوتی ہے۔

شاہی محل سے واپسی:

غرضکہ یہ سب سیر بخوبی کی۔ شام کے قریب وہاں سے چلے اور ریل میں سوار ہوکر اسٹیشن پیرس میں پہنچے۔ وہاں سے اومنی بس میں بیٹھے اور ہوٹل میں آئے۔ چھجو ہمارا نوکر ہوٹل میں تھا، وہ یہ جانتا تھا کہ ہم سب ہوٹل کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ جب ہم نہ آئے تو اس کو تردد ہوا۔ جب سارا دن گذر گیا اور رات ہوگئی، جب بھی نہ آئے تو اس نے رونا شروع کیا۔ ہم نے آن کر اسے روتا ہوا پایا۔ جب پوچھا کہ ارے تجھے کیا ہوا؟ تو کہا کہ اجی آپ کہاں چلے گئے تھے؟

پیرس کی مزید سیر اور بازاروں کی خوب صورتی وصفائی:

ہم نے رات کو کھانا کھا کر سیر کا ارادہ کیا اور کمشنر ہوٹل کو ساتھ لے کر بازاروں کی اور دوکانوں کی سیر کی اور مارسیلز کی جتنی خوبی تھی وہ پیرس کے مقابلے میں نہایت کم معلوم ہوتی تھی۔ ادھر مکانات کی خوب صورتی اور دوکانوں کی آراستگی اور شیشہ آلات کی روشنی اور نہایت طرح دار خوش لباس زن ومرد کا پھرنا جو عالم دکھا رہا تھا، وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس قدر روشنی بازاروں اور سڑکوں پر تھی کہ اگر سوئی گر پڑے تو آدمی اٹھا سکتا ہے۔ ہر جگہ ایسی تھی کہ اسی کے دیکھنے کو بے اختیار دل چاہتا تھا اور ٹھیک یہ شعر اس پر صادق آتا تھا ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

خیر تھوڑی دیر سیر کر کے ہم چلے آئے، سو رہے، صبح کو یعنی تیسری مئی روز دو شنبہ ۱۸۶۹ء کو بازاروں کی سیر کو پیدل نکلے اور رمشلیو، ریولی، سینٹ ہونورد ایوین بازاروں کی سیر کی، پھر آن کر کھانا کھایا اور دو گھوڑوں کی گاڑی منگا کر سوار ہوئے۔

www.taemeernews.com

کمشنر ہوٹل کو ساتھ لیا اور کہا کہ ہم کہیں اترنے کے نہیں، صرف عمدہ مقاموں کی باہر سے سیر کرنا اور ایک سرسری نظر سے ہر چیز کو دیکھ لینا منظور ہے۔ اگرچہ کمشنر ہر ایک عمدہ جگہ لے جاتا تھا اور نام بھی ہر جگہ کے بتاتا جاتا تھا مگر فرنچ نام یاد نہیں رہ سکتے تھے؛ علاوہ اس کے ہم کمشنر کی بات سنیں یا مکانات کو اور بازاروں کی خوب صورتی کو دیکھیں: ایک ایک بازار اور ایک ایک مکان اور ایک ایک دوکان تصویر کا عالم تھا، مکانوں پر اور بازاروں میں صفائی اس قدر ہے کہ ایک تنکا بھی پڑا نہیں دکھلائی دیتا تھا، میلے کچیلے کا تو کیا ذکر ہے۔ جیسی صفائی ہم نے پیرس کے عام بازاروں میں دیکھی اس کو بیان کرنا لوگ مبالغہ سمجھیں گے۔ ہر ایک بازار میں سے دن رات میں ہزار ہا اور بعضے میں لاکھوں بگھیاں و چیرٹ و کیپ و اومنی بس اور چھکڑے اور ہاتھ کی گاڑیاں گزرتی ہیں اور آدمیوں کا تو کچھ شمار ہی نہیں اور اس پر کوئی بازار میلا نہیں۔ لید کا یا کسی اور میلی چیز کا دکھائی دینا تو درکنار حقیقت میں تنکا تک بھی پڑا دکھائی نہیں دیتا، برابر صفائی ہوتی رہتی ہے، ایک کل کی گاڑی دیکھی جو سڑک پر دو گھوڑوں سے چلتی ہے اس میں ایک بیلن دو ڈھائی گز کا موٹا برش کا لگا ہوا، وہ سب سڑک پر برش کرتا ہے اور کل کیچڑ اور میلا جو کچھ ہے، از خود اس گاڑی کے ایک مخفی صندوق میں بھرتا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے ہر جگہ آدمی سڑک پر صفائی رکھنے کو متعین ہیں۔ نہایت نفیس اور خوب صورت لالٹینیں جو گیس سے روشن ہیں ہر سڑک پر نہایت کثرت سے اور بہت قریب قریب لگی ہوئی ہیں اور دوکانداروں کی روشنی اور شیشہ آلات کے روشن کرنے کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے، بے انتہا ہے؛ پیرس میں رات اور دن میں کچھ فرق نہیں ہے۔

پیرس کی پولیس:

پولیس کا انتظام ظاہر انہایت ہی عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر مقام پر دو دو سو قدم کے فاصلے پر کانسٹیبل نہایت صاف خوب صورت شان دار بانات کی وردی پہنے ہوئے کھڑا ہے، کسی سے کچھ نہیں کہتا، ہر ایک کی طرف نرم نگاہ سے اور اخلاق سے اور اس دلی خیال سے کہ ہم ان لوگوں کی آسائش اور ان کو آرام دینے کے لیے کھڑے ہیں،

www.taemeernews.com

دیکھتا ہے۔ ہر ناواقف ان ہی سے راستہ پوچھتا ہے، دوکانداروں کی دوکانیں۔ بعض دفعہ لوگوں کے گھر پوچھتا ہے اور وہ نہایت خوشی اور خندہ پیشانی سے بتاتے ہیں۔ پوچھنے والا نہایت اخلاق سے اس کا شکر (سی او پلی) کہہ کر ادا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

فوج:

پیرس میں جنگی فوج اس قدر دکھائی دی کہ کیا بیان کریں۔ ہم نے تو ہر گھنٹے دو گھنٹے کے بعد کسی نہ کسی ٹکڑۂ فوج کو شہر میں جاتے ہوئے دیکھا۔ وردی فوج کی ہم کو نہایت پسند آئی؛ بہت خوش وضع تھی اور سب سے زیادہ یہ خوبی تھی کہ نہایت اجلی اور صاف براق۔ ہم نے سنا کہ شہنشاہ نپولین فوج کو بہت دوست رکھتا ہے اور فوج بھی اس سے نہایت خوش ہے اور بہت چاہتی ہے۔

بازاروں کی مزید کیفیت:

پیرس کے بازار نہایت چوڑے اور دل افزا ہیں۔ دلی میں جو چاندنی چوک کا بازار ہے جس کے بیچ میں نہر ہے اور ایک سڑک نہر کے ایک طرف اور ایک سڑک نہر کے دوسری طرف ہے، ان دونوں سڑکوں کو مع نہر کے ملا لو تو اس قدر چوڑے بازار تو اکثر بلکہ عموماً ہیں جو ہم نے دیکھے اور بعضے اس سے بھی زیادہ چوڑے اور ان کی خوب صورتی تو بیان سے باہر ہے۔ بولیرڈ سپاسٹپول اور بولیرڈ ڈوٹمپل بڑی بڑی دو چوڑی سڑکیں ہیں جن کے گرد نہایت خوب صورتی سے سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں اور جگہ بہ جگہ لوگوں کے آرام کے لیے اور بیٹھنے اور فرحت حاصل کرنے کے لیے اس قسم کی کرسیاں جو باغیچوں میں بچھائی جاتی ہیں، بچھی ہوئی ہیں اور زن و مرد بے غم چلتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں، اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں اور دل خوش کرتے ہیں۔ یہاں کے میونسپل کمشنروں کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ اگر شاید بہشت میں بھی اس عہدہ کی ضرورت ہوئی تو بلاشبہ پیرس کے میونسپل کمشنر وہاں کے عہدوں کے بھی لائق ہیں۔

www.taemeernews.com

اندرون پیرس کی متفرق عمارتیں:

کیتھیڈرل آف نوٹرڈیم ایک بہت بڑا مشہور ومعروف گرجا ہے۔ ہم نے سواری میں اس کو باہر سے دیکھا، بلاشبہ نہایت عمدہ وخوب صورت ہے اور اندر سے اور بھی عمدہ ہوگا۔ پیلیس الایسی نپولین جہاں اب شہنشاہ رہتا ہے، دور سے سڑک پر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ مینار اور فواروں کے نہایت خوب صورت حوض جن کی تصویریں ہم سائنٹیفک ساسوئٹی کے حال میں دیکھا کرتے تھے اور تعجب کیا کرتے تھے، ان کو سچ مچ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ دن رات وہ فوارے چھوٹتے رہتے ہیں اور ایسے خوب صورت معلوم ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے؛ پس یہ دل چاہتا ہے کہ انہیں کے پاس کھڑے رہیے اور دیکھا کیجئے۔ ایک دروازہ نہایت عالیشان سنگ مرمر کا دیکھا جس پر شہنشاہ نپولین کی فتوحات کی تصاویر سنگ مرمر میں کھدی ہوئی ہیں اور قومی ہمت اور قومی جوش اور قومی بہادری اور قومی عزت بڑھانے کو نہایت عمدہ اور نہایت بے نظیر چیز ہے۔ کون کمبخت ہوگا فرانس میں جوان تصویروں کو دیکھ کر اسی طرح سے بہادری کرنے کی آرزو اپنے دل میں نہ رکھتا ہوگا؟

شہر کے باہر کی دلکش عمارتیں:

غرضکہ ہم سے شہر میں جہاں تک پھرا گیا پھر کر، شہر کی حد سے باہر چلے۔ شہر کی حد سے باہر چلنا میں نے کہا اور شہر سے باہر چلنا نہیں کہا؛ اس کا سبب یہ ہے کہ اس حد کے باہر بھی ویسے ہی مکانات ویسے ہی بازار تھے۔ حال کے شہنشاہ نپولین نے اس وقت کے موجودہ شہر کے گرد خندق کھود کر بطور قلعہ برج وفصیل کے بنالی ہے مگر چوں کہ شہر بڑھتا جاتا ہے اب اس حد کے باہر بھی ایسی ہے جیسی کہ اندر آبادی ہے، مکانات وبازار ہیں۔ یہ فصیل وبرج بالکل زمین دوز ہیں اور جیسا کہ انگریزی جنگی قلعوں کا دستور ہے اسی قاعدے پر فصیل وخندق وبرج وبارہ ہے مگر نہایت ہی خوب صورت وخوشنما ہے اور صفائی تو ایسی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

www.taemeernews.com

نہایت عالیشان اور بے حد خوشنما پارک:

غرضکہ ہم اس حد کے باہر ہوئے اور چند میل چلے گئے کہ دفعتہً ہمارے سامنے ایک بہشت کا ٹکڑا آیا یعنی پارک؛ ایک نہایت وسیع میدان کوسوں کا محدود کیا ہے، اس میں نہایت نفیس وخوب صورت سڑکیں بنائی ہیں۔ وہ تمام میدان بالکل سبز وگلزار ہے: سایہ دار درخت نہایت خوب صورتی سے لگائے ہیں، ان کو عجیب عجیب قدرتی خوب صورتیوں سے کترا ہے، جابجا کرسیاں اور بنچیں نہایت خوب صورت وخوشنما آہنی اور چینی کاری کی بچھی ہوئی ہیں، کہیں نہایت خوب صورت پیچدار اور عجیب عجیب تراش کی چمن بندی ہے، طرح طرح کے درخت پھول دار بیل دار رنگ برنگ کے سرونما گمٹی دار جھومنے والے لگے ہوئے ہیں؛ متعدد بڑے بڑے تالاب ہیں اور اس وضع سے بنائے ہیں کہ بنائے ہوئے نہیں معلوم ہوتے بلکہ صرف قدرتی معلوم ہوتے ہیں۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے بجز گلزار یا سبزہ زار کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ ہر روز ہزاروں آدمی سیر کرتے پھرتے ہیں۔ امراء اور رؤساء بگھیوں پر اور نہایت عمدہ اور نفیس نفیس جوڑیوں پر چڑھ کر آتے ہیں؛ ایک خاص جگہ درختوں کے جھنڈ میں بنی ہوئی ہے وہاں سب سواریاں جا کھڑی ہوتی ہیں، لوگ سیر کرتے پھرتے ہیں، وہاں گھوڑوں کی خورش کی دو کانیں موجود ہیں، گھوڑے ملے جا رہے ہیں، بھگیاں دھوئی جاتی ہیں، گھوڑوں کو خورش کھلائی جاتی ہے، جب آقا سیر کر چکے اور حکم دیا سواری اور جوڑی ویسی ہی نفیس اجلی براق گھوڑے تازہ دم آحاضر ہوئے، وہ سوار ہوئے اور چل دئے۔ اس مجمع کو دیکھنے سے اور فرنچ ہوٹلوں میں کھانے سے ہم کو یقین ہوا کہ فرنچ کی برابر کوئی قوم وضع دار، خوش لباس، خوش خوراک نہ ہوگی۔

غرضکہ اسی پارک میں سیر کرتے کرتے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں قدرتی چشمہ بنایا ہے۔ اسی کے قریب گھوڑوں کے آرام لینے اور سواریوں کے ٹھہرنے کا جھنڈ اور اسی کے پاس ایک مکان نہایت نفیس خوب صورت آراستہ بنا ہوا ہے جس میں ہر شخص

www.taemeernews.com

سیر کرنے والا جا کر بیٹھ سکتا ہے اور ہر قسم کا کھانا اور شراب اور دنیا کی نعمتیں موجود ہیں؛ بیٹھو، آرام کرو، کھاؤ پیو، دام دو اور چلے جاؤ۔ اس مکان میں جو تمام کارخانہ لاکھوں روپے کا ہے یہ صرف سوداگروں کا ہے۔

جس وقت ہماری گاڑی اس دکان کے دروازے پر ٹھہری ایک خدمت گار نہایت عمدہ وردی پہنے ہوئے آیا اور سر جھکا کر ادب ادا کیا اور گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ ہم اترے اور چوں کہ ہم کو وہاں کچھ کھانا منظور نہ تھا ہم مکان کے اندر نہیں گئے۔ اس خدمت گار کا شکر فرنچ الفاظ میں ''سی اوپلی'' کہہ کر ادا کیا۔ یہ فرنچ لفظ ہم نے مارسیلز کے ہوٹل میں سیکھ لیے تھے اور ہم نے اس سے کہا کہ ہم ابھی پھریں گے اور سیر کریں گے۔

وہاں سے ہم چلے اور اس قدرتی بنائے ہوئے چشمے کی سیر کرنی شروع کی؛ بیچ میدان کے پہاڑ بنایا ہے اس میں کھو (سرنگ) کاٹی ہے، ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قدرتی ہے یا مصنوعی اور وہ پہاڑ جھرتا ہے اور ایک جگہ سے چادر ہو کر گرتا ہے، اس کے اوپر بڑے بڑے درخت کھڑے ہیں اور پہاڑ پر چڑھنے کی بٹیاں (پگ ڈنڈیاں) بنی ہوئی ہیں اور ہزاروں سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں اور بے انتہا کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ پس ہم اس کی خوبی اور فضا اور خوب صورتی بیان نہیں کر سکتے۔ ہم بہت دیر تک وہاں بیٹھے رہے اور خدا کی قدرت کو یاد کیا کیے۔ سبحان اللہ! خدا نے اپنی دنیا میں کیا کیا کچھ پیدا کیا ہے!

اسی مقام کے قریب ایک اور نفیس میدان گھوڑ دوڑ کا تھا، اس کو جا کر دیکھا اور چوبی مکانات جو لوگوں کی سیر کرنے کے لیے بنے ہوئے ہیں، ان کو دیکھا۔ اس کے پاس ایک پمپ چل رہا تھا جس کے پنکھوں کو صرف ہوا سے حرکت ہوتی تھی اور بہت پانی نکالتا تھا۔ وہاں ایک مرد اور اس کی جورو ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے جو اس پمپ پر نوکر تھے۔ ان کے رہنے اور بیٹھنے کے طریق کو دیکھ کر مجھے ہندوستان پر نہایت افسوس ہوا۔ میں نے ان سے اوپر جانے اور دیکھنے کی اشارے سے اجازت

www.taemeernews.com

چاہی۔ انہوں نے مسافر سمجھ کر بہت اخلاق کیا اور وہ مرد ہمارے ساتھ ہولیا اور سب چیز بخوبی ہم کو دکھائی۔ ہم نے اس کا شکر کیا اور اخیر وقت یعنی قریب شام کے اپنے ہوٹل میں لوٹ آئے۔

ہم نے سنا ہے کہ پیرس کے لوگ پیرس نہیں کہتے بلکہ پیراڈائز کہتے ہیں یعنی بہشت اور کچھ شک نہیں کہ پیرس دنیا میں بہشت ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است وہمین است وہمین است

ایک دوکاندار لڑکی کا اخلاق:

رات کو پھر ہم بازار میں نکلے اور ہاتھوں کے دستانے مول لینے کا ارادہ کیا۔ ایک دستانے والے کی دوکان میں گئے۔ دیکھا کہ ایک جوان خوش رو عورت کرسی پر میز کے اس طرف بیٹھی ہے، نہایت خوش لباس پہنے ہوئے۔ جونہیں ہم اندر گھسے وہ کھڑی ہوگئی اور قدرے خم ہوکر ایسی حالت بنائی جیسے کوئی خواہش مند ہے کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ بات اس نے اس لیے کی تھی کہ وہ نہیں جانتی تھی کہ ہم کونسی زبان جانتے ہیں۔ اتنے میں ہم میں سے کسی نے انگریزی میں دستانوں کو کہا: پھر تو بلبل کی طرح انگریزی بولنے لگی، ہر ایک کا ہاتھ دیکھا اور فی الفور اسی کے لائق دستانے لے آئی اور اپنے ہاتھ سے پہنا دیے اور اس تمام وقت میں نہایت شائستہ گفتگو کرتی جاتی تھی۔ جب ہم سب پہن چکے تو اس سے دام لینے کو کہا۔ اس نے کہا کہ کیا تم ایک ہی جوڑا لوگے؟ اور اس نے اس بات پر رغبت دلانے کو کہ ہم لوگ متعدد جوڑے لے لیں نہایت شیریں گفتگو کی۔ کبھی تو یہ جتایا کہ پیرس سے بہتر کوئی فیشن نہیں ہے اور یہاں کے دستانوں سے بہتر کسی ملک کے دستانے نہیں ہیں؛ ڈنر پر جانے کے لیے، لیڈیز سے ملنے کو جانے کے لیے، ملکہ پاس، ایمپرر پاس جانے کے لیے دستانے درکار ہوں گے، مجھے افسوس ہے کہ کسی جگہ تم کو تکلیف نہ ہو، اس لیے متعدد جوڑے رکھ لو تو بہتر ہے۔

www.taemeernews.com

میں نے کہا تمہاری مہربانی کا شکر مگر ہم کو ضرورت نہیں، ہم صرف بازار کی سیر کرتے ہیں، کہیں سے کچھ خرید بھی لیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ عورت چار زبانیں جانتی تھی: فرنچ، انگریزی، اٹالی اور جرمن، اور چاروں میں نہایت عمدہ گفتگو کرتی تھی اور یہ صرف اسی لیے سیکھی تھی کہ جس ملک کا خریدار آوے اس سے بآسانی گفتگو کر سکے۔ ہم نے ان کی قیمت اس کو دے دی اور اسی طرح متعدد بازاروں کی سیر کر کے واپس آئے۔

پیرس کے ایک درزی کی دوکان:

آدھی رات کے وقت ہم پھر بازار میں گئے اور مرزا خداداد بیگ کے لیے ٹرم کوٹ اور پتلون خرید کیا۔ درزی کی دوکان میں گئے؛ چند کمرے نہایت آراستہ تھے اور ہر کپڑا نمبر سے رکھا ہوا تھا۔ اس نے یہ بات دریافت کر کے کہ کسی قسم کے کپڑے کا خریدنا ہے، مرزا کا بدن ناپا اور اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ فلاں نمبر کا کوٹ پتلون لاؤ۔ اس نے حاضر کیا۔ افسر نے ایک آراستہ کمرہ بتا دیا، مرزا اس میں گئے اور کپڑے بدل کر برش، آئینہ، کنگھی کر کے ایک خوب صورت جوان بنے ٹھنے نکل آئے۔ اس وقت بھی تمام بازار کھلے ہوئے تھے، دکانیں آراستہ تھیں، ویسی ہی روشنی تھی، اسی طرح لوگ پھر رہے تھے۔

پیرس سے روانگی:

چوتھی مئی ۱۸۶۹ء روز سہ شنبہ کو پونے آٹھ بجے ہم پیرس سے روانہ ہوئے۔ کیلے پر انگلش چینل (رود بار انگلستان) تک ریل پر آئے، وہاں دخانی کشتی ہم مسافروں کے لیے تیار تھی۔ ہم ریل پر سے اتر کر اسٹیمر میں گئے۔ انگلش چینل بہت بڑا چوڑا نہیں ہے؛ صرف ڈھائی تین گھنٹہ کا راستہ ہے مگر اس کے پانی کو ایک عجیب قسم کی حرکت ہے کہ جہاں اسٹیمر چلا اور پانی نے اس کو ہلایا اور آدمی کو قے آئی۔

کیلے سے جہاز پر چڑھنا اور سخت متلی:

کپتان جہاز نے ہم سب کو اس بڑے کمرے میں جگہ دی جو فرسٹ کلاس

www.taemeernews.com

کے مسافروں کے لیے تھا۔ جب ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو عجیب تماشا دیکھا کہ ہر مسافر کے لیٹنے کی جگہ بنی ہوئی ہے اور تکیہ رکھا ہوا ہے اور ایک برتن چینی کا قے کرنے کو رکھا ہوا ہے۔ جو لیڈیاں ہم سے پہلے وہاں سے چلی آئیں تھیں وہ لیٹی ہوئی ہیں اور آنکھیں بند کر کے سونے کا قصد کر رہی ہیں تا کہ سونے کی حالت میں وہ رستہ طے ہو جائے۔ ہم کو تعجب تھا کہ ایسی کیا حرکت ہوگی۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور مرزا خداداد بیگ نے شیخی میں آ کر قے کرنے کا برتن پرے ہٹا کر رکھ دیا تھا۔ اتنے میں جہاز کھلا۔ کوئی سو گز چلا ہوگا کہ ہم سب کا جی متلایا، سب لیٹ گئے اور آنکھیں بند کر لیں اور کچھ غفلت سی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد خداداد بیگ گھبرا کر اٹھے اور ابکائی لی اور قے کرنے کے برتن کو جسے پرے ہٹا دیا تھا، گھبراہٹ میں ٹٹولنے لگے۔ ان کے قریب ایک میم صاحبہ لیٹی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جانا کہ اس جنٹلمین نے مجھ پر قے کی، وہ جلدی اٹھ بیٹھیں اور نہایت مہربانی سے اپنا برتن اٹھا کر دیا۔ خداداد بیگ اسی گھبراہٹ کی حالت میں 'تھینک یو' کہتے تھے۔ آدھا لفظ نکلا اور اوکر کے قے کی؛ زرد پانی بالکل پت اور پھر بے ہوش ہو کر پڑ گئے اور بہت سے انگریز اور لیڈیاں قے کرتی تھیں اور پڑ پڑ جاتی تھیں۔ محمود نے بھی قے کی۔ حامد کا جی متلایا، پانی منہ میں بھر بھر آیا مگر قے نہیں ہوئی۔ میرا بھی یہی حال ہوا اور غفلت سی ہو گئی۔

لندن پہنچنا:

خدا خدا کر کے وہ رستہ طے ہوا، کنارہ آیا، ڈوور میں اترے اور ریل سوار ہوئے۔ سات بجے کے قریب چیرنگ کراس اسٹیشن واقع لندن میں اترے۔

پیرس سے ڈوور تک کا راستہ:

پیرس اس طرف ملک کی اور انگور کی کاشت کی وہ کیفیت نہ تھی جو مارسیلز سے پیرس تک تھی۔ اس تمام راستے میں متعدد جگہ پہاڑ کی بڑی بڑی نقبیں (سرنگیں) ملیں جن میں سے ریل گذرتی تھی اور بمبئی کے راستے میں جو نقبیں دیکھی تھیں ان سے بہت

www.taemeernews.com

زیادہ بڑی بڑی تھیں۔ راستے میں بہت جگہ پانی کھینچنے کے پمپ دیکھے جو ہوا سے چلتے تھے؛ بلاشبہ نہایت مفید چیز اور کم خرچ ہیں اور ہندوستان کے لیے بہت مفید معلوم ہوتے ہیں۔

چیرنگ کراس ہوٹل میں قیام:

ہمارے ایجنٹ میسرز ہنری ایس کنگ اینڈ کو نے مسٹر اسٹار رکو ریل کے اسٹیشن پر بھیج رکھا تھا کہ ہم کو آرام سے ہوٹل میں ٹھہراویں، جس وقت ٹرین ٹھہری مسٹر سٹار رہم سے ملے اور نہایت آرام سے ہم کو چیرنگ کراس ہوٹل میں اتارا۔

سفر لندن کا اختتام:

ہمارا سفر لندن تک کا ختم ہوا۔ اب میں ارادہ کرتا ہوں کہ اول کچھ رائے لکھوں نسبت سفر متعصب یا نیم ہندو مسلمانوں اور اپنے ہم وطن بھائیوں ہندوؤں کے کہ وہ کس طرح یہ سفر کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد لندن کا جو حال پیش آتا جاوے گا لکھتا جاؤں گا۔

ایک اطلاع نسبت سفر متعصب یا اہل تقویٰ وورع مسلمانوں اور ہندوستان کے ہندوؤں کے:

جو طریقہ سفر کا ہم نے اختیار کیا اس کی نسبت ان مسلمانوں کو جنہوں نے ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور علمائے امت کو جن کی سعی اور کوشش کا تحقیق مسائل دین میں تمام مسلمانوں پر بہت کچھ احسان ہے، بطور پیغمبر اور نبی صاحب الشریعہ کے قبول کیا ہے اور ان کے اقوال اور اجتہادات کو اگرچہ قولاً نہیں مگر فعلاً قرآن وحدیث سے بھی زیادہ واجب التسلیم مانا ہے، جو میرے اعتقاد میں شرک فی النبوۃ ہے۔ بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ میں نے یہ بات لکھی اور اس پر عمل بھی کیا کہ عیسائیوں کے ہاتھ کے مارے ہوئے جانور کو جس طرح پر کہ ان کے علماء کے نزدیک مارنا درست ہو اور گو وہ طریقہ کیسا ہی ہمارے مذہب کے طریق ذبح سے مختلف یا متناقض ہو اور اگر بموجب ہمارے اصول مذہب کے اس پر ذبیحہ کا اطلاق ہی نہ ہو سکتا ہو، کھانا شرعاً

www.taemeernews.com

درست ہے؛ چناں چہ میں نے کہا بھی اور کیا بھی مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ لوگوں نے اس پر غل تو بہت مچایا مگر کوئی ایسی بات جو کچھ بھی التفات کے لائق ہو، بیان نہیں کی اور نہ کسی کو اتنی جرأت ہوئی کہ " وطعام الذین اوتوا الکتاب " میں جو تعمیم ہے اس کو قرآن میں سے نکال ڈالے اور حدیث مندرجہ ذیل کو ابوداؤد میں سے مٹادے:

عن ابن عباس قال الله تعالیٰ فکلوا مما ذکر اسم الله علیه ولا تاکلوا ممالم یذکر اسم الله علیه فنسخ واستثنیٰ من ذلك فقال وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم (ابو داؤد باب ذبائح اهل الکتاب)

مگر ہم اس جھگڑے کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ بات عرض کرتے ہیں کہ جہاز میں جو ہم انگریزوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا یا گردن مروڑی ہوئی مرغی و کبوتر کھایا، یہ امر اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ پس ہمارے مسلمان بھائی متعصب (نہیں نہیں اہل تقویٰ وورع) اگر اس کو ناجائز سمجھتے ہیں تو ان کو اختیار ہے کہ اس کو نہ کھاویں مگر ان کو جہاز میں نہ کچھ تکلیف ہوگی نہ کچھ زیادہ خرچ لینا پڑے گا؛ زندہ مرغیاں جہاز میں کپتان جہاز کی طرف سے بلا قیمت بعوض اس قیمت کے جو اول کھانے کی دی ہے، مل سکتی ہیں، چناں چہ ہم نے بھی ایک آدھ دفعہ لی اور چھجو سے ہندوستانی طریق پر قورمہ پکوایا۔ مچھلیاں اور انڈے برابر مل سکتے ہیں اور خود بھی رکھ سکتے ہیں؛ عدن میں، سویز میں، اسکندریہ میں، سب جگہ مل سکتی ہیں۔ بمبئی سے سویز تک بہت سے خلاصی مسلمان ہوتے ہیں ان کو ایک بھیڑ نہایت عمدہ ملتی ہے، وہ خود ذبح کرتے ہیں اور اس میں سے بھی گوشت مل سکتا ہے۔ وہ ایسے خلیق ہوتے ہیں کہ بلا قیمت بھی دے دیتے ہیں اور اگر قیمت لے کر دیں تو بھی کچھ مشکل و دقت نہیں ہے۔ پس یہ تصور کرنا نہیں چاہیے کہ بغیر اس طریقے کے جو ہم نے اختیار کیا، لندن کا سفر ہو ہی نہیں سکتا۔

میں نہیں خیال کر سکتا کہ جو متعصب لوگ انگریزوں کے ساتھ کھانا ناجائز سمجھتے ہیں وہ جہاز میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں کیوں کہ میرے سامنے

www.taemeernews.com

ہندوستان میں جس قدر بحث ہوئی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی کبھی ساتھ کھالینا درست ہے اور اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اتفاقیہ جہاز میں جمع ہو جانا اور چند روز سفر کر لینا اسی کبھی کبھی میں داخل ہے؛ لیکن اگر یہ بھی ان کے مرغوب خاطر نہ ہو تو وہ علیحدہ اپنے کیبن میں بھی منگا کر کھا سکتے ہیں۔ پس کیسا ہی متعصب ہو، وہ اپنے بد تعصب کو لندن میں بدستور قائم رکھ سکتا ہے۔

اب ہم کو اپنے شیعہ بھائیوں کی نسبت غور کرنی چاہیے؛ وہ قرآن مجید کی اس آیت سے کہ " انما المشرکون نجس مشرکین میں نجاست ظاہری سمجھتے ہیں اور ان کے ہاتھ اور بدن کو مثل اور نجس چیزوں کے نجس جانتے ہیں اور گو مشرکین کتنا ہی ہاتھ اور بدن دھوئیں نجس ہی رہتے ہیں بلکہ تر ہونے سے زیادہ نجس ہو جاتے ہیں اور اگر چہ ہم سنیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ ہم کسی انسان کو اور کسی انسان کے جھوٹے کو نجس نہیں سمجھتے لیکن اگر ہم اس میں کچھ بحث نہ کریں اور اس آیت کے یہی معنی رہنے دیں جو ہمارے شیعہ بھائی لیتے ہیں تو بھی ہم کو یہ بحث باقی رہتی ہے کہ قرآن مجید میں جن لوگوں پر مشرک کے لفظ کا اطلاق آیا ہے انہیں لوگوں میں اس قسم کی نجاست پائی جائے گی نہ اور لوگوں میں۔ پس اب ہم کو بتاؤ کہ قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں پر کس جگہ خدا نے مشرکین کے لفظ کا اطلاق کیا ہے؟ بلکہ ان کو مشرکین سے مستثنیٰ کیا ہے، جہاں مشرکات سے نکاح کرنا منع اور کتابیات سے درست فرمایا ہے۔ مگر ہمارے شیعہ بھائیوں کے ہاں ایک یہ آفت ہے کہ مجتہد العصر والزمان نے جو کہہ دیا اس میں کچھ عذر نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے برخلاف کچھ کہا جا سکتا ہے؛ اس لیے ہم بھی کچھ عذر نہیں کرتے اور پکے شیعہ بن کر اپنے شیعہ بھائیوں کے سفر کی نسبت لکھتے ہیں۔

سب سے بڑی آسان حکمت تو یہ ہے کہ ہمارے شیعہ بھائیوں کے ہاں یہ مسئلہ مسلم و مفتی بہ ہے کہ جب کوئی مسلمان کوئی چیز پختہ یا غیر پختہ لا کر دیوے تو اس کی یہ تفتیش کہ کہاں سے لایا اور کس سے لایا ضرور نہیں ہے، بے پوچھے کھا لے۔ پس ان کو چاہیے کہ ایک دوست یا خدمت گار سنی مذہب کا لے لیں، وہ سب چیزیں جہاز میں ان

www.taemeernews.com

کولا کر دے گا؛ عذاب ثواب اس کی گردن پر، وہ بے پوچھے چین سے کھایا پیا کریں اور کچھ تکلیف نہ اٹھاویں۔ یا جب تک جہاز میں رہیں بلحاظ ضرورت اباحت پر کام فرماویں اور اگر ایسا منظور نہ ہو تو بموجب مسئلہ شرعی کے بھی ان کو کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ سب سے مقدم چیز پانی ہے تو جہاز میں پانی کا یہ حال ہے کہ نہانے کے لیے پانی بذریعہ پمپ کے سمندر میں سے آتا ہے اور ایک حوض میں جو قلتیں سے بہت بڑا ہے، جمع ہوتا ہے، وہاں سے نہانے کے کمرے میں بذریعہ نل کے پہنچ جاتا ہے؛ پس اس میں کچھ شبہ کی جگہ نہیں ہے۔ پینے کا پانی اس طرح پر بنتا ہے کہ دھوئیں کی کل میں جو پانی بذریعہ پمپ کے سمندر سے آتا ہے، وہ جوش ہوتا ہے اور بطور عرق کے ایک جگہ کھنچ کر جمع ہوتا ہے اور نہایت عمدہ میٹھا پانی بن جاتا ہے اور بذریعہ ٹونٹی کی ڈاٹ ہلانے کے دوسرے برتن میں بھر لیا جاتا ہے۔ پس ہمارے شیعہ بھائی بھی اسی طرح پی سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کرنے میں ان کے نزدیک بھی کچھ ہرج نہیں ہے؛ کھانا وہ خود پکا سکتے ہیں۔ آٹا اور ترکاری اور گوشت مسلمان کا حلال کیا ہوا یا زندہ مرغی جہاز میں ان کو بخوبی مل سکتی ہے۔ پس یہ سب کام اپنے آپ کرنے میں جو کچھ مشکل ہو سو ہو، الّا اس کے سوا اور کوئی بات دقت یا مشکل کی نہیں ہے۔ مارسیلز سے لندن تک پہنچنے میں بھی اسی طرح سب کام کرنے ہوں گے کہ گویا اب تک جہاز ہی میں ہیں۔

ہمارے ہم وطن ہندو بھائیوں کو کسی قدر اس سے زیادہ تکلیف اٹھانی ہوگی۔ میں نہیں جانتا کہ جو حالت پانی دستیاب ہونے کی میں نے اوپر بیان کی، ایسی حالت میں وہ پانی ہندو بھی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ہندوستان میں جو لوگ ہندوؤں کی ترقی کے خواہاں ہیں وہ اس مسئلے کی تحقیقات کریں گے۔ اگر وہ پانی قابل استعمال کے ہو تو بلاشبہ نہایت بڑی مہم انہوں نے فتح کر لی اور اگر نہ ہو تو ان کو ایک مہینے تک کا پانی اپنے ساتھ تانبے کے پیپوں میں جو کاٹھ کے صندوق میں رکھے جاویں بھر لینا ہوگا اور ایسے طور پر بند کرنا ہوگا کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس صندوق کو چھو لے تو پانی نا قابل استعمال نہ ہو جائے۔ ہندوؤں کو جہاز میں چوکا کر کے کھانا پکانا غیر ممکن ہے۔ بمبئی سے

www.taemeernews.com

چل کر سات روز بعد عدن میں جہاز ٹھہرتا ہے، اکثر سارے دن ٹھہر جاتا ہے مگر کبھی چند گھنٹے کے سوا نہیں ٹھہرتا۔ پس اس بات پر کہ عدن میں کھانا پکالیا جائے گا بھروسا نہیں ہوسکتا۔ سات دن بعد جہاز سویز میں پہنچتا ہے، وہاں بھی مسافروں کے ٹھہرنے کا ویسا ہی حال ہے جیسا عدن میں ہے۔ وہاں سے چل کر ساتھ آٹھ دن میں مارسیلز پہنچتے ہیں، اب جہاز سے کچھ کام نہیں رہا۔ وہاں سے ریل ہے، چلنا اور ٹھہرنا اپنا اختیاری کام ہے۔ وہاں بخوبی سب چیز پک سکتی ہے؛ اگرچہ شہر میں میونسپل کمشنر چوکا کرنے اور پکانے کے ضرور مانع ہوں گے لیکن میدان میں جا کر سب کچھ ہوسکتا ہے۔ لیکن وہاں بھی اس طرح سے کھانا چوکا کر کے پکاتے ہوئے دیکھ کر ہزاروں آدمی تماشے کو جمع ہو جائیں گے، نہ پولیس کی سنیں گے نہ میونسپل کمشنروں کی مانیں گے۔ پس میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ وہاں بھی کچھ پکانے کا قصد نہ کیا جائے۔ دو دن اور صبر ہو اور لندن میں پہنچ کر جو چاہو سو کرو۔ پس حساب سے پچیس روز کا کھانا ہندوستان کا پکا ہوا مثل پوری کچوری مٹھائی بالوشاہی دال موٹھ کے رکھ لینی چاہیے اور یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے۔ پس اگر کوئی ہندو ذرا ہمت کرے اور کچھ سختی بھی اپنے اوپر گوارا کرے تو بخوبی یورپ کا سفر کرسکتا ہے اور کوئی بات بھی برخلاف اس کے مذہب اور اعتقاد کے اس کو پیش نہیں آتی۔ خدا ہمارے ہم وطن بھائی ہندوؤں کو بھی توفیق دے کہ وہ اپنے ملک سے قدم باہر نکالیں اور دنیا کا تماشا اور خدا کی قدرت کا کارخانہ دیکھیں اور شایستگی و سویلیزیشن کی روشنی سے روشن ضمیر ہوں، وما علینا الا البلاغ۔

لندن کے سیاح کو مفصل میں جانا اور انگلستان کے قصبوں اور گاؤں اور کھیتوں کو دیکھنا اور گنواروں کی طرز زندگی بسر کرنے سے واقف ہونا اور جو متمول لوگ مفصل میں اپنے رہنے کے مکانات بناتے ہیں اور جس طرح پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اس سے بھی واقف ہونا نہایت ضرور ہے مگر ہم افسوس کرتے ہیں کہ ابھی تک ہم کو یہ موقع نہیں ملا مگر بسبب ایک خاص ضرورت کے ہم کو کلفٹن اور برسٹل جانے کا اتفاق ہوا جس کا حال اب ہم بیان کرتے ہیں۔

www.taemeernews.com

برسٹل اور کلفٹن کی سیر

ہمارے نہایت شفیق اور عزیز دوست جان ہالیٹ بٹن صاحب بہادر سابق کمشنر آگرہ، پیرنس سے جہاں وہ اب رہتے ہیں، چند ہفتے کے لیے کلفٹن میں جو برسٹل کے پاس ہے، تشریف لائے تھے، یکم مارچ ۱۸۷۰ء کو سوا دس بجے دن کے ان سے ملنے کے لیے یہاں سے روانہ ہوئے؛ پیڈنگٹن ریلوے اسٹیشن پر جا کر ٹکٹ لیے اور روانہ ہوئے۔

برسٹل لندن سے جانب غرب ایک سو اٹھارہ میل دور ہے اور برسٹل سے کلفٹن تین میل کے فاصلے پر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ملا ہوا ہے۔ برسٹل میں ریل کا اسٹیشن ہے اور وہاں کیب اور آمنی بس مسافروں کے ہر طرف اور ہر جگہ پہنچانے کو موجود رہتے ہیں۔ غرض کہ ہم ساڑھے تین بجے برسٹل کے اسٹیشن پر پہنچے اور وہاں سے کیب کرایہ کر کے کلفٹن کے ہوٹل میں اترے۔ اگرچہ جناب بٹن صاحب نے ہم کو لکھا تھا کہ تمہارے لیے اسی مکان میں جس میں میں رہتا ہوں میں نے تین بیڈ روم درست کر لیے ہیں مگر ہم نے ان کو لکھا تھا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں کیوں کہ آپ بھی وہاں مسافر ہیں اور ہوٹل میں بہت زیادہ آرام سے رہنا متصور ہے۔

جب کہ ہم کلفٹن ہوٹل پر اترے تو ہم کو معلوم ہوا کہ جناب مسٹر بٹن صاحب ہم سے چند گھنٹے پہلے ہوٹل میں تشریف لائے تھے اور ہمارے لیے کمرے پسند کر گئے ہیں۔ چناں چہ ہم ہوٹل میں داخل ہوئے؛ وہاں کے منیجر نے تین بیڈ روم جو نہایت آراستہ تھے اور ایک ڈرائنگ روم یعنی بیٹھنے کا کمرہ جو نہایت صفائی اور خوبی سے آراستہ تھا، نفیس نفیس کرسیاں اور میزیں اور قد آور آئینے اور جھاڑ گیس کی روشنی کے لگے ہوئے تھے، اترنے کو بتا دیا۔ جس خوبی اور خوش سلیقگی اور انتظام اور صفائی سے وہ مسافروں کی سرائے آراستہ تھی ہندوستان کے کسی نواب صاحب یا راجا صاحب کے اجلاس و دربار کا بھی مکان آراستہ نہیں دیکھا (چپ چپ! ایسا مت کہو، ہندوستان کے لوگ ناراض ہوں گے) ہوٹل کے منیجر نے ایک خاص نوکر ہمارے کھانا کھلانے وغیرہ

www.taemeernews.com

کاروبار کو متعین کیا۔ اگر چہ وہ خدمت گار تھا مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ سویلائزڈ (مہذب وشائستہ) تھا، اس کا ادب اور لیاقت نہایت عمدہ تھی، چند منٹ نہیں گذرے تھے کہ مسٹر بٹن صاحب ہوٹل میں تشریف لائے۔ ان کو ہمارے ملنے سے اور ہم کو ان کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ بٹن صاحب حامد ومحمود کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی بات چیت کر کے اٹھے اور کہا کہ رات کو ڈنر ہمارے ساتھ ہوگا اور مسز بٹن تم سے ملنے میں نہایت خوش ہوں گی۔

رات کو ہم تینوں آدمی مسٹر بٹن صاحب کے ہاں گئے اور حقیقت میں میم صاحبہ ہم سے مل کر نہایت خوش ہوئیں۔ میں نے کہا کہ آپ بتایئے ان میں حامد کون ہے اور محمود کون؟ مگر انھوں نے دونوں کو بخوبی پہچان لیا، اگر چہ انھوں نے ان کو چھوٹی عمر میں دیکھا تھا۔ ہم سب نے وہاں نہایت خوشی سے کھانا کھایا اور گیارہ بجے تک باتیں کرتے رہے۔ سائینٹیفک سوسائٹی کا اور اس کے آنریری سیکریٹری راجا جے کشن داس بہادر کا بہت حال پوچھتے رہے۔ میں نے سب حال کہا اور یہ بھی کہا کہ راجا صاحب کو سیکریٹری کہنا ان کی حق تلفی ہے بلکہ ان کو سیوئر آف دی سوسائٹی کہنا چاہیے۔ ان سب باتوں کے بعد ہم ہوٹل میں چلے آئے اور سو رہے۔

برسٹل میں جناب سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ دوسری مارچ کو ہم تینوں شخص اور جناب بٹن صاحب ان کی ملاقات کے لیے ڈاکٹر اسمنڈ صاحب کے گھر جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے، گئے۔ لیڈی اسٹریچی اور سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب نہایت مہربانی سے پیش آئے اور جناب مسٹر بٹن صاحب اور جناب آنریبل جان اسٹریچی صاحب کے سبب سے انھوں نے ہم پر ایسی مہربانی فرمائی جیسی کوئی قدیم ملاقاتی سے کرتا ہے۔ لیڈی اسٹریچی اور سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب نے فرمایا کہ ذرا موسم اچھا ہو جائے اور درخت ہرے اور پھول کھل جائیں تو ہم تم کو سٹن کوٹ (یہ ایک جگہ دارالریاست سر ایڈورڈ اسٹریچی کی ہے) آنے کی تکلیف دیں

www.taemeernews.com

گے۔ میں نے اُن کی اس مہربانی کا بہت بہت شکر ادا کیا۔ لیڈی صاحبہ نے ہم سب کو چائے پلائی اور بہت دیر تک ہر طرح کی خوشی و فرحت آمیز باتیں ہوتی رہیں۔

اس کے بعد ہم تینوں شخص اور جناب بٹن صاحب اور ان کی میم صاحبہ رخصت ہو کر کنارہ پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے جنرل سر ابراہیم رابرٹس صاحب کے سی بی کے گھر ان سے اور لیڈی رابرٹس سے یعنی ان کی میم صاحبہ سے ملنے کو آئے۔ یہ لیڈی صاحبہ نہایت قریب رشتہ مند جناب مسٹر بٹن صاحب کی ہیں۔ وہ دونوں ایسی مہربانی سے پیش آئے جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور جنرل صاحب تو ہم لوگوں کو دیکھ کر ایسے خوش ہوئے کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ان جنرل صاحب کو تمام ہندوستان بسبب ان محاربات کے جوان سے کابل اور غزنین کی لڑائیوں میں ہوئے ہیں، بخوبی جانتا ہوگا۔ نہایت سچے بہادر آدمی ہیں اور پٹھانوں کی صرف ان کے بہادر ہونے کے سبب نہایت تعریف کرتے ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ پٹھانوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اگرچہ ضعیف ہو گئے ہیں لاچسی و چالاکی اور سپاہیانہ پن ویسا ہی جوان ہے۔ اُردو زبان مطلق نہیں بھولے نہایت صاف اُردو میں بلکہ بعض دفعہ فارسی لفظوں میں بات چیت کرتے تھے۔ رخصت ہوتے وقت لیڈی صاحبہ نے ہم سے فرمایا کہ کل بعد دوپہر کی چائے ہمارے ساتھ پینا۔ ہم نے نہایت شکر کیا اور رخصت ہو آئے۔ رات کو پھر بدستور ڈنر مسٹر بٹن صاحب کے ہاں کھایا اور ہندوستان کے، انگلستان کے اور بہت سے ذکر اذکار نہایت خوشی سے رہے۔

تیسری مارچ کو جناب سر ایڈورڈ اسٹریچی اور جناب مسٹر بٹن صاحب گیارہ بجے ہوٹل میں ہم سے ملنے کو تشریف لائے اور ایسی عنایت و اشفاق سے سر ایڈورڈ اسٹریچی صاحب ملے کہ مجھ کو بے اختیار ان کی صورت سے اور ان کے اشفاق و عنایت سے آنریبل جان اسٹریچی صاحب یاد آتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کی صورت ایسی ملتی ہے کہ بے کہے آدمی جان سکتا ہے۔

ایک بجے ہم تینوں شخص اور جناب بٹن صاحب اور ان کی میم صاحبہ ایک

www.taemeernews.com

گاڑی میں سوار ہوکر سر ولیم میلز کے مکان ورمنہ کی سیر کو گئے جس کا حال میں الگ بیان کروں گا اور وہاں سے مراجعت کر کے جنرل صاحب کے ہاں آئے اور چائے پی اور پٹھانوں کی تصویریں دیکھیں اور خوب باتیں ادھر اُدھر کی کیں اور ان سے اور لیڈی صاحبہ سے رخصت ہوکر چلے آئے۔ رات کو پھر بدستور جناب مسٹر بٹن صاحب کے ساتھ ڈنر کھایا اور گیارہ بجے تک جلسہ رہا۔

چوتھی مارچ کو گیاہ بجے ہم تینوں شخص جناب بٹن صاحب کے گھر گئے اور وہاں تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور ان سے اور جناب میم صاحبہ سے رخصت ہوکر ریلوے اسٹیشن پر آئے اور قریب پانچ بجے کے لندن میں آ پہنچے۔

برسٹل ایک مشہور شہر انگلستان کا ہے، دریائے ایون کے دھانے پر واقع ہے۔ اس کے نیچے اس قدر عمیق پانی ہے کہ اسٹیمر شہر کے کنارے تک چلے آتے ہیں جس سے سوداگری کو بہت فائدہ ہے۔ ایک لاکھ چون ہزار آدمیوں کی آبادی ہے، تینتیس ہزار پانچ سو گھر آباد ہیں اور مع کلفٹن کے تیئیس سکول ہیں اور نو خیرات خانے اور دس بنک اور قریب چالیس کے عام لوگوں کے لیے مکانات ہیں۔

برسٹل اور کلفٹن دونوں چھوٹے چھوٹے پہاڑوں پر آباد ہیں، ان کی فضا نہایت دلچسپ اور بہت ہی خوبصورت ہے، آب و ہوا بھی نہایت عمدہ ہے، مشہور ہے کہ تمام انگلستان میں نہایت خوبصورت خوشنما اور خوش آب و ہوا یہ ٹکڑا ہے۔

برسٹل کے قابل دید مقامات:

اگرچہ ہر ایک جگہ یہاں کی نہایت دلچسپ ہے مگر چار چیزیں ذکر کرنے کے ضرور لائق ہیں، چنانچہ ہم ان چاروں کا بیان کرتے ہیں۔

(۱) لٹکواں آہنی پل کلفٹن کا

اس پل کو دیکھ کر خدا کی قدرت اور علم و فن کی قوت کا دل پر نہایت اثر ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس قوم کی عزت اور قدر و منزلت اور عظمت اور شوکت دل میں

www.taemeernews.com

بیٹھتی ہے جس نے ایسے ایسے عمدہ اور عجیب وغریب کام دنیا میں کئے ہیں اور جب یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کام جس کا انجام دینا شاید ایک بادشاہ کی قوت سے بھی خارج تھا، صرف رعایا کی ہمت اور سخاوت اور علم وہنر سے انجام پایا ہے تو اس قوم کی اور بھی زیادہ قدر ومنزلت دل میں نقش پذیر ہوتی ہے اور جب یہ خیال آتا ہے کہ یہ پل نہ کسی بادشاہ کا قلعہ ہے، نہ کسی امیر کا محل، نہ کسی کے باپ دادے کا مقبرہ، نہ کسی راجا بابو کی چھتری بلکہ صرف رفاہ عام کے لیے بنایا گیا ہے تو کیا کچھ اثر دیکھنے والے کے دل پر ہوتا ہوگا، خصوصاً اس بد بخت ہندوستانی پر جو اپنے ملک کی بہودی کا جوش رکھتا ہو اور اسی کے عوض اپنے ہم وطنوں کی سختی سہتا ہو اور اپنے ہم وطنوں کو خود غرضی اور نفس پروری اور حسد اور تعصب کے دریا میں ڈوبا ہوا یقین کرتا ہو۔

کلفٹن کے نیچے پہاڑوں کی گھاٹی کے بیچ میں دریائے ایون بہتا ہے جو تھوڑی دور پر جا کر سمندر میں گرتا ہے اور سمندر کی جزر ومد سے صبح کو بہت چڑھا ہوتا ہے اور اخیر دن کو اتر جاتا ہے مگر اتنا بڑا دریا ہے کہ اس میں اسٹیمر چلتا ہے۔ اس دریا پر یہ پل بندھا ہوا ہے۔ یہ پل اپنی اونچائی اور لمبائی دونوں میں بے نظیر اور مشہور ہے۔ پانی کی سطح سے پل کی پٹڑی جس پر راستہ چلتا ہے اور آدمی اور گاڑی چھکڑے پھرتے ہیں، ۲۳۰ فٹ اونچی ہے اور وہ حصہ پل کا جو دریا پر معلّق لٹک رہا ہے اور جس کے نیچے پانی بہتا ہے، سات سو فٹ لمبا ہے اور علاوہ اس کے دو دو سو فٹ لمبے اس کے ادھر ادھر کے سرے لوہے کے بنے ہوئے ہیں جس سے کل لمبان پل کی قریب گیارہ سو فٹ کی ہے اور چونکہ وہ لٹکوان پل ہے اس لیے کوئی دریا محراب یا پایہ اس کے بیچ میں نہیں ہے بلکہ صرف سات سو فٹ چوڑا ایک در ہے۔

یہ پل اس طرح پر بنا ہے کہ ۱۷۵۳ء میں مسٹر وک صاحب شراب کے سوداگر نے مرتے وقت دس ہزار روپیہ دیا تھا اس مطلب سے کہ اس دریا پر کوئی پل بنانے میں صرف کیا جائے۔ وہ روپیہ تجارت وغیرہ کے کام میں لگتا رہا یہاں تک کہ ۱۸۳۴ء میں اس کا نفع جمع ہوتے ہوتے وہ دس ہزار روپیہ اسّی ہزار ہو گیا مگر ۱۸۳۱ء میں

www.taemeernews.com

تمام برسٹل اور تمام کلفٹن کے لوگوں نے آپس میں صلاح کی کہ مسٹر وک جو ایک نیک ارادہ کر گئے تھے، اب اس کو پورا کر دینا چاہئیے اور جس قدر اور روپیہ درکار ہو اس کے لیے چندہ کیا جائے۔ چنانچہ چندہ کیا گیا اور وہ کام بھی شروع ہوا اور لیڈی الٹن صاحبہ کے ہاتھ سے ۲۰ جون ۱۸۳۱ء کو ایک طرف کے پائے کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اور دوسری طرف کے پایے کی بنیاد کا پتھر ۲۷ اگست ۱۸۳۶ء کو مارکوئیس آف نارتھمپٹن کے ہاتھ سے رکھا گیا اور مسٹر۔ آئی۔ کے برونل اس کے بنانے کے لیے انجنیر مقرر ہوئے۔

مسٹر وک صاحب کے سرمایے سے اسی ہزار روپیہ جمع ہوا تھا اور تین لاکھ ستر ہزار روپیہ چندے سے جمع ہوا جس کا کل روپیہ چار لاکھ پچاس ہزار ہوا۔ یہ کل روپیہ صرف زمین کے مول لینے اور پاؤں کے کنوؤں کے گلانے اور پایے بنانے اور کچھ لوہا خریدنے میں خرچ ہو گیا اور ۱۸۳۹ء میں اس کا کام بند ہو گیا۔ ۱۸۶۰ء میں لندن کے سول انجنیر انسٹیٹیوٹ کے ممبروں نے کہا کہ ہمارے مسٹر۔ آئی۔ کے برونل نے جو انجنیر ی کا ایک کام شروع کیا تھا، جو پورا نہیں ہوا، اس سبب سے انجنیر ی کے پیشے کو داغ لگتا ہے، بہتر ہے کہ ہم لوگ اس کام کو پورا کر دیں اس میں ایک تو ہمارے دوست مسٹر برونل کی یادگاری بھی ہو جائے گی اور ہمارے پیشے پر جو بٹا آتا ہے وہ بھی رفع ہو جائے گا۔

اس ادارے سے ان لوگوں نے اپنی ایک کمیٹی بنائی اور جو لوگ کہ پہلے اس پل کو بنا رہے تھے، ان سے وہ ادھورا پل مع تمام اسباب کے بیس ہزار روپے کو خرید لیا اور شیئر یعنی حصے جاری کیے گئے؛ چنانچہ بہت لوگ حصہ دار ہو گئے اور تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ حصہ داروں کا جمع ہوا جو اس کے بنانے کے لیے کافی تھا۔

اس زمانے میں ٹیمز دریا کا ایک آہنی لٹکواں پل آتارا جاتا تھا اس لیے کہ وہاں ریل کے لیے پل بنانا منظور تھا۔ اس کمپنی نے وہ تمام پل اور اس کا سامان خرید لیا اور مسٹر ہاک شاپ انجنیر مقرر ہوئے۔ انھوں نے یہ پل بنا کر تیار کر دیا جو آٹھویں دسمبر ۱۸۶۴ء کو کھولا گیا۔

www.taemeernews.com

اب یہ پل اس کمپنی کی ملکیت ہے اور اس لیے تھوڑا سا محصول آمد و رفت کا اس پر لگایا گیا ہے اور وہ بیس ہزار روپیہ قیمت کا جو کمپنی سے لیا گیا ہے، جمع ہے اور تجارت وغیرہ میں لگ رہا ہے۔ جب وہ اس قدر ہو جائے گا کہ اس کمپنی کا روپیہ ادا کر سکے تو اسی وقت کمپنی سے یہ پل مول لے لیا جائے گا اور پھر کچھ محصول اس کی آمد و رفت پر نہ رہے گا۔

اب میں ہم وطنوں سے نہایت دست بستہ اور ادب سے پوچھتا ہوں کہ یہ لوگ آدمی ہیں یا ہم؟ جو صرف حیوانوں کی طرح اپنی خودغرضی میں مبتلا ہیں اور پھر صاحب ہمت ایسے ہیں کہ ہر ایک کام میں کہتے ہیں کہ گورنمنٹ بندوبست کر دے، لڑکیوں کے پڑھانے کا بھی گورنمنٹ بندوبست کرے، لڑکوں کے پڑھانے کا بندوبست بھی گورنمنٹ کرے، ان کو ان کا مذہب سکھانے کا بھی گورنمنٹ ہی بندوبست کرے۔ افسوس صد افسوس ہزار افسوس! حقیقت میں ڈوب مرنے کے جگہ ہے، ہم اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کسی تربیت یافتہ ملک کے لوگوں کو اپنا منہ بھی دکھلاویں۔

یہ پل نہایت خوشنما ہے، پل کے اوپر پھرنے سے گھاٹی کی خوبصورتی اور پہاڑوں کی اونچان نیچان جو نہایت ہری گھاس سے زمرد کی طرح پر سبز ہیں اور ان پر خوبصورت خوبصورت درختوں کا اگا ہوا ہونا اور نیچے دریا کا بہتا ہوا دکھائی دینا اور اس میں اسٹیمروں اور کشتیوں کا چلنا اور فرحت بخش ہوا ایسی اچھی معلوم ہوتی ہے جس کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ دریا کے کنارے پر سے وہ پل پل نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک کہکشاں دکھائی دیتی ہے جس سے آسمان کو رونق ہو گئی ہے۔ میں کئی دفعہ اس پل پر گیا اور ٹہلتا رہا اور سیر کرتا رہا۔

(۲) لنگر گاہ اسٹیمروں و جہازوں کا برسٹل میں

وہ ٹکڑا پانی کا جو شہر کے اندر گھس آیا ہے نہایت خوبصورت ہے، اس کے

www.taemeernews.com

کنارے پر مکانات بنے ہوئے ہیں اور جہاز شہر کے اندر چلے آتے ہیں۔ وہیں سے اسباب لدتا ہے اور مسافر وہاں سے سوار ہو کر اور اطلانٹک سمندر میں ہو کر امریکہ کو جاتے ہیں: یہاں جہازوں کا آنا جانا کھڑے رہنا نہایت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

(۳) رصد خانہ کوہ سینٹ ونسینٹ کلفٹن میں

اسی پل کے قریب جس کا ہم نے ذکر کیا ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے، بہت اونچا نہیں ہے، مگر خوبصورت اور خوش قطع ہے۔ اس پر سے کلفٹن اور اس کا جنگل اور پہاڑ بہت خوبصورتی سے دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں ایک رصد خانہ مسٹر وسٹ کی ملکیت ہے؛ چند دوربینیں پرانی، سڑیل، خراب اور چند اور آلے رکھے ہوئے ہیں اور سب چیز نہایت خراب اور بے مرمت ہے۔ اس کی چھت پر ایک کمرہ بنا ہوا ہے اور اس کی چھت کے بیچوں بیچ میں ایک شیشہ لگا ہوا ہے جو چاروں طرف پھرتا ہے۔ جس طرف اس کو پھیر دیتے ہیں اس طرف کے تمام مکانات اور دریا اور جنگل اور درخت اور آدمیوں کی تصویر کمرے میں آ کر بن جاتی ہے اور تمام آدمی چلتے پھرتے معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ پہنچانے جا سکتے ہیں؛ چنانچہ اتفاقاً اس شیشے کو جو ایک طرف پھیرا، اس طرف ایک سڑک پر ایک شخص اسکاچ چلا جاتا تھا جس کو ہم جانتے تھے۔ بمجرد اس کی تصویر کمرے میں آنے کے ہم نے پہچان لیا کہ فلاں شخص چلا جاتا ہے۔

اسی کے پاس ایک اور چھوٹا کمرہ ہے۔ اس میں جو شیشہ ہے وہ حرکت نہیں کرتا مگر بڑی تصویر اور مفصل دکھاتا ہے۔ آدمی کی تصویر تخمیناً دو فٹ کی دکھائی دیتی ہے۔

کمرے کے باہر جو شخص اس شیشے کے مقابلے میں جا کھڑا ہو یا لوگ جو راستہ چلتے ہیں، اس شیشے کے مقابلے میں آ جاتے ہیں، ان کی تصویر کمرے میں بن جاتی ہے؛ خوبی یہ ہے کہ بدن کا اور کپڑوں کا رنگ بھی بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اصلی کا ہے۔

ہم کو یقین ہے کہ اگر ہم اپنے ملک کے کسی بڑے قبلہ و کعبہ جناب مولوی

www.taemeernews.com

صاحب سے اس کا سبب پوچھیں گے تو ایک لفظ منہ سے نہیں نکلنے کا۔ مگر امید ہے کہ شاید اس بات کو سن کر ہمارے زمانے کے علماء اور فلسفی اور منطقی ضرور شرم کریں گے کہ یہ تمام کارخانہ ایک عورت کے سپرد ہے اور جس قدر آلات کہ اب اس میں موجود ہیں اور جو جو عمل اس سے ہو سکتے ہیں، وہ عورت کر کے دکھاتی ہے۔ میں دو دفعہ اس میں گیا اور اس عورت نے سب کام کر کے دکھایا۔ مجھ کو تو اپنی سفید داڑھی پر اس عورت کے سامنے شرم آئی مگر افسوس ہے کہ ہمارے ہم وطنوں کو شرم بھی نہیں آتی اور جب سچی بات ان کو لکھی جاتی ہے تو الٹا برا کہنے اور الزام دینے کو موجود ہیں اور مہیب مہیب آوازیں سناتے ہیں۔

اسی پہاڑ میں ایک غار ہے ۹ فٹ گہرا اور اخیر میں کچھ کچھ چوڑی جگہ ہے اور یہ اس قسم کے غار ہیں جہاں اگلے زمانے میں عیسائی درویش بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور شاید اسی سبب سے یہ پہاڑ سینٹ ونسینٹ کے نام سے مشہور ہے۔

(۴) مکان سر ولیم میلز کا قریب کلفٹن کے

یہاں کے امیروں اور متمول لوگوں کا یہ دستور ہے کہ اپنی سکونت کے لیے ایک مکان مفصل میں یا جنگل میں کسی عمدہ جگہ پر بناتے ہیں اور طرح طرح پر آراستہ رکھتے ہیں اور اس میں رہتے ہیں۔ اسی طرح پر سر ولیم میلز نے جو ایک بڑے سوداگر ہیں، یہ مکان اپنے لیے بنایا ہے۔

ایک نہایت وسیع احاطہ گھیرا ہے، شاید پندرہ بیس میل مربع کا ہوگا۔ اس میں ہر قسم کے خوشنما درخت لگے ہوئے ہیں اور تمام احاطہ سرسبز و شاداب ہے، باغ کا، جنگل کا، سبزہ زار کا سب کا اسمیں لطف آتا ہے۔ چرند اور پرند جن کا شکار ہوتا ہے، اس میں مثل جنگل کے میدان کے چھوٹے پھرتے ہیں اور جب شکار کرنے کو دل چاہتا ہے اسی طرح ان کا شکار ہوتا ہے جیسے جنگل کے جانوروں کا۔ اس میدانی احاطے کے بیچ میں ایک نہایت عمدہ نفیس عالیشان کوٹھی بنی ہوئی ہے، اس کے کمرے ایسے آراستہ ہیں کہ دیکھنے سے تعلق ہے۔ ہر مقام پر پھولوں کی آراستگی ایسی خوشنما تھی کہ دل کو

www.taemeernews.com

لبھائے لیتی تھی۔ ایک وسیع کمرے میں کتب خانہ آراستہ تھا اور ہر قسم کی کتابیں زرنگار جلدوں کی نفیس نفیس الماریوں میں رکھی ہوئی تھیں اور سب سے شان دار اور خوبصورت یہ کمرہ تھا۔ صاحب خانہ کا مشغلہ بعد سنہ ضروریہ کے کتابوں کا پڑھنا اور کچھ تصنیف کرنا، کوئی آرٹیکل لکھنا، کوئی ایسی سے (مضمون) تصنیف کرنا تھا۔ دل بہلانے کے لیے ایک کمرے میں عمدہ عمدہ قسم کے باجے بھی تھے اور تمام میدان ریاضت بدنی کے لیے ہر قسم کے سپاہیانہ ہنر کو اکھاڑہ موجود تھا۔ ان کمروں میں نہایت عمدہ اور نفیس اور بڑی بڑی تصویریں نامی آدمیوں اور مشہور واقعات کی زرین چوکھٹوں میں جابجا لگی ہوئی تھیں اور تاریخانہ واقعات کو یاد دلاتی تھیں۔ اور نیکی اور عمدہ اخلاق کا ہر وقت بن بولے سبق پڑھاتی تھیں۔ ہم نے بخوبی تمام چیزوں کی سیر کی اور اس بات کے خیال سے کہ ہمارے ملک کے متمول اور دولت مند لوگ کیسی بری طرح اور بداخلاقی میں اور خراب عادتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہاں کے لوگ کیسی خوبی سے اپنی زندگی کو صرف کرتے ہیں، دل جل کر کباب ہوگیا۔ اب میں زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا کیونکہ مجھ کو کانپور کی مہیب آواز کا بڑا اندیشہ ہے (۱) اس زمانہ میں کانپور سے ایک اخبار شعلۂ طور نکلا کرتا تھا جو سرسید کی مخالفت کے لیے وقف تھا۔ مولوی امداد العلی نام ایک بزرگ اس میں سرسید کے خلاف نہایت شد و مد سے مضامین لکھا کرتے تھے۔ بعد کے زمانے میں انھیں مولوی صاحب نے دہلی، رام پور، امروہہ، مراد آباد، بریلی، لکھنؤ، بھوپال اور دیگر مقامات کا دورہ کر کے ہندوستان کے ساٹھ بڑے بڑے علماء سے سرسید کے کفر کے فتوے پر دستخط کروائے تھے۔ ''کانپور کی مہیب آواز'' کا اشارہ اسی اخبار کی طرف ہے۔ 'اسماعیل') اور مجھ کو اپنے ملک کے نہایت لائق اور عالی طبیعت اور تربیت یافتہ و شائستہ لوگوں کا جو اپنا نظیر کسی کو نہیں سمجھتے برا مان جانے کا اندیشہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

از مقام لندن — راقم

۱۱ مارچ ۱۸۷۰ء — سرسید

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر : ۱

ابتدائی چھ ماہ کے حالات سفر
خط بنام سیکرٹری سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ

فارسی کی قدیم عمدہ کتابیں دوبارہ شائع کرنے اور انگریزی سے سائنس، تاریخ اور مختلف علوم وفنون کی بہترین کتابیں اردو میں منتقل کرنے کے لیے سرسید نے ۱۸۶۳ء میں غازی پور میں جہاں وہ اس وقت ملازم تھے سائنٹیفک سوسائٹی کے نام سے ایک خالص علمی انجمن قائم کی تھی؛ وزیر ہند اس کے سرپرست اور یوٹی اور پنجاب کے لفٹنٹ گورنر اس کے نائب سرپرست تھے اور ممبر ملک کے تمام معزز اور تعلیم یافتہ ہندو اور مسلمان۔ سرسید اس کے آنریری سیکرٹری تھے مگر عملاً سب کچھ وہی تھے۔ اس سوسائٹی نے بہت سی اعلیٰ پایے کی انگریزی کتابوں کے اردو ایڈیشن نہایت نفاست کے ساتھ شائع کیے۔ جب سرسید کی تبدیلی علی گڑھ کی ہوگئی تو سوسائٹی کا دفتر بھی علی گڑھ منتقل ہوگیا اور پھر مستقل طریقے سے یہیں رہا۔

اس سوسائٹی کی طرف سے ایک اخبار بھی سرسید نے نکالا۔ جب سرسید انگلستان جانے لگے تو اپنی بجائے راجا جے کشن داس کو اس کا آنریری سیکرٹری بنا گئے۔ سرسید اپنے حالات سفر لکھ کر اسی اخبار کو بھیجا کرتے تھے؛ چنانچہ اس سلسلے میں انھوں نے ۱۵ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو ایک طویل تحریر اپنے چھ ماہ کے حالات سفر کے متعلق اس اخبار میں چھپنے کے لیے بھیجی تھی۔ اسی زمانے میں ''اتالیق پنجاب'' کے نام سے محکمہ تعلیم پنجاب کی طرف سے ایک ماہنامہ نکلا کرتا تھا۔ نومبر ۱۸۶۹ء کے ''اتالیق پنجاب'' میں سرسید کی یہ تحریر اخبار سائنٹیفک سوسائٹی سے لے کر شائع کی گئی تھی جو خوش قسمتی سے ہمیں

www.taemeernews.com

مل گئی اور ہم اس سفر نامہ کے ضمیمہ کے طور پر کتاب میں شامل کرر ہے ہیں۔ (اسماعیل)

حالات سفر لکھ کر ہندوستان نہ بھیجنے کی وجہ:

جناب عالی سیکرٹری سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ دام اقبالہ! آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۹ ستمبر ۱۸۶۹ء میرے پاس پہنچا۔ آپ جو بسبب نہ پہنچنے حال سفر کے ناراض ہوئے ہیں، اس کی معافی میں آپ سے چاہتا ہوں اور اپنے قصور کا اقرار کرتا ہوں مگر میں نے سنا تھا کہ آپ کی سوسائٹی کے بعض ممبر میری آزادانہ تحریر کو ناپسند کرتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں۔ مجھ سے یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ جو کیفیت اس سفر میں میرے دل پر گذرتی ہے اور جو سچائی کہ میرے دل میں آتی ہے اس کو آپ کی سوسائٹی کے ممبروں کے ڈر سے چھپاؤں اور جس گناہ کا الزام میں اپنے ہم وطن ہندوستانیوں پر دیتا ہوں، خود بھی اسی گناہ کا مرتکب ہوں؛ اس لیے میں نے بہتر سمجھا کہ اس کا لکھنا ہی موقوف کر دیا جائے۔ اگر آپ میری آزادانہ رایوں اور باتوں کے چھپنے سے اپنی سوسائٹی کا کچھ نقصان نہیں سمجھتے اور کچھ ممبروں کی بلکہ سوائے خدا کے اور کسی کی ناراضی کا اندیشہ نہیں کرتے تو مجھ کو تمام حالات کے بھیجتے رہنے اور یہاں کے عجائبات کے لکھنے اور نصیحت آمیز اور عبرت خیز باتوں کے بیان کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے۔

سرسید ولایت میں کن کن لوگوں سے ملے؟

کہاں کہاں گئے؟ اور کیا کیا دیکھا؟:

اگر آپ میرے اس نیاز نامے کو بجنسہ اپنے اخبار میں چھاپ دیں گے اور امر مذکورہ بالا کی نسبت صاف صاف اپنی رائے لکھ دیں گے تو میں بدستور سابق ہمیشہ ایک پرچہ بھیجتا رہوں گا، بالفعل بطور تلافیٔ مافات چھ مہینے کے سفر کا جواب تک نتیجہ ہوا ہے وہ میں آپ کو لکھتا ہوں مجھ کو یہاں آئے ہوئے چھ مہینے کے قریب ہوئے؛ اس عرصے میں اگرچہ بسبب تنگی روپیہ کے بہت سی چیزوں کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا مگر با ایں ہمہ کچھ نہ کچھ دیکھا: میں لارڈ اور ڈیوک کی مجلسوں میں بھی گیا ان کے ہاں بڑے

www.taemeernews.com

بڑے کھانوں اور مجلسوں میں بھی شریک ہوا، ان سے کم درجے کے بعض امیروں سے بھی اسی طرح ملا، متوسط درجے کے بھی رئیسوں اور اشرافوں سے جو گویا ہمارے ہم جولی یعنی ہمارے سے درجے اور رتبے کے تھے دوستانہ ملا اور کھانوں اور مجلسوں میں بھی شریک ہوا، ہر موقع پر لیڈیوں اور اشراف اور قابل تربیت یافتہ عورتوں کو بھی دیکھا، یہاں کے امیروں اور متوسط درجہ کے بھلے مانسوں اور غریب اشرافوں بلکہ بعض نہایت کم درجے کے لوگوں کے گھروں کو اور ان کے رہنے سہنے اور زندگی بسر کرنے کے طریق کو بھی دیکھا، بڑے بڑے سوداگروں کے کارخانے اور متوسط درجے کے سوداگروں کی دکانیں اور ان کے اسباب رکھنے اور سودا بیچنے اور خریدار کے ساتھ پیش آنے اور گفتگو کرنے کے طریق کو بھی دیکھا، یہاں کے کاریگروں اور قلیوں کو بھی دیکھا، بڑے بڑے عالیشان مکانات اور میوزیم بھی دیکھے، انجنیر وں کے کارخانے اور جہاز بننے کے کارخانے، توپوں کے بننے کا کارخانہ، تار برقی بننے کا کارخانہ جو سمندر میں ڈالا جاتا ہے اور ایک دنیا کو دوسری دنیا سے ملا دیتا ہے، جنگی جہاز (جن میں سے ایک جہاز پر کئی میل سفر بھی کیا) اور گریٹ ایسٹرن کو دیکھا، بعض سوسائٹیوں کے میٹنگ میں بھی شریک ہوا۔ بعض کلبوں کے جلسوں اور کھانوں میں بھی شریک ہوا۔

تمام میل ملاقات اور سیر و تفریح کا نتیجہ:

ان سب باتوں کا جو نتیجہ حاصل ہوا وہ یہ ہوا کہ ہم جو ہندوستان میں انگریزوں کو ایک نہایت بداخلاقی کا ملزم ٹھہرا کر (اگرچہ اب بھی میں اس الزام سے ان کو بری نہیں کرتا) یہ کہتے تھے کہ انگریز ہندوستانیوں کو بالکل جانور سمجھتے ہیں اور نہایت حقیر جانتے ہیں، یہ ہماری غلطی تھی؛ وہ ہم کو سمجھتے ہی نہیں تھے بل کہ درحقیقت ہم ایسے ہی ہیں۔

سرسید کے خیال میں تہذیب و شائستگی کے لحاظ سے انگریزوں اور ہندوستانیوں کا مقابلہ:

میں بلا مبالغہ نہایت سچے دل سے کہتا ہوں کہ تمام ہندوستانیوں کو اعلیٰ سے

www.taemeernews.com

لے کر ادنیٰ تک، امیر سے لے کر غریب تک، سوداگر سے لے کر اہل حرفہ تک، عالم فاضل سے لے کر جاہل تک، انگریزوں کی تعلیم وتربیت اور شائستگی کے مقابلے میں در حقیقت ایسی ہی نسبت ہے جیسے نہایت لائق اور خوبصورت آدمی کے سامنے نہایت میلے کچیلے وحشی جانور کو۔ پس تم کسی جانور کو قابل تعظیم یا لائق ادب کے سمجھتے ہو؟ کچھ اس کے ساتھ اخلاق اور بداخلاقی کا خیال کرتے ہو؟ ہرگز نہیں کرتے۔ پس ہمارا کچھ حق نہیں ہے (اگر چہ وجہ ہے) کہ انگریز ہم ہندوستانیوں کو ہندوستان میں کیوں نہ وحشی جانور کی طرح سمجھیں۔

ہندوستانی یورپین تہذیب کا خیال بھی نہیں کر سکتے:

اگر چہ میرے ہم وطن میری اس تحریر کو بہت سخت سمجھیں گے اور وہ تعجب کریں گے کہ کس چیز کی ہم میں کمی ہے اور کس چیز کی انگریزوں میں فوقیت ہے جو میں نے ایسا لکھا ہے مگر ان کا تعجب کرنا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے وہ یہاں کی کسی چیز سے واقف نہیں ہیں اور جو کچھ یہاں ہے وہ حقیقت میں وہم وخیال سے باہر ہے؛ جو کچھ میں نے یہاں دیکھا اور دیکھتا ہوں امکان نہ تھا کہ وہ ہندوستان میں وہم وگمان میں بھی آ سکتا، جو کوئی میرا ہم وطن میری اس تحریر کو سچی اور واقعی حقیقت نہ سمجھے آپ یقین کیجیے کہ اس کی مثال مینڈک اور مچھلی کی ہے (۱ ایک زندہ مچھلی اتفاقاً ایک مچھلی والے کے پاس سے ایک کنوئیں میں گر پڑی۔ اس کنوئیں میں مینڈک رہتے تھے۔ انھوں نے ایک نیا مسافر گورے گورے رنگ، چاندی کی سی چمک کا دیکھ کر اس کی خاطر کی اور پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اس نے کہا ''میں گنگا جی کی رہنے والی ہوں''۔ مینڈکوں نے پوچھا کہ تمہارا ملک بھی ایسا ہے جیسے ہمارا یہ آبی ملک ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے مگر نہایت روشن ہے، نہایت عمدہ ہے، لطیف ہوا اس پر چلتی ہے، بڑی بڑی موجوں کی ایسی لہریں آتی ہیں کہ ہم ان میں جھولے کی طرح جھولتے ہیں اور خوشیاں کرتے ہیں اور نہایت وسیع اور چوڑا چکلا ملک ہے جس

www.taemeernews.com

میں ہم تیرتے پھرتے ہیں۔ یہ سن کر ایک مینڈک کنوئیں کی دیوار سے ہاتھ بھر الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اتنا وسیع جتنا کہ میں اور کنوئیں کی دیوار؟ اس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ۔ وہ مینڈک ہاتھ بھر اور ہٹ گیا اور پھر پوچھا۔ اس نے کہا ''اور بھی زیادہ''۔ وہ اور ہٹتا گیا اور پوچھتا گیا اور مچھلی یہی جواب دیتی گئی کہ اور بھی زیادہ، یہاں تک کہ مینڈک کنوئیں کی دوسری دیوار سے جالگا اور پوچھا کہ اتنا بڑا؟ جب مچھلی نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ تو مینڈک نے کہا کہ جھوٹ؟ اس سے زیادہ کیا ہوگا، اتنے میں ایک شخص نے ڈول ڈالا اور پانی ہلا۔ مینڈک نے پوچھا کہ ایسی ہی لہریں آتی ہیں؟ وہ مچھلی ہنسی اور کہا کہ اس چیز کو جس کو تم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ تم کو اس کا خیال میں لانا ممکن ہے اور وہ چیز بغیر دیکھے بتائے سے بھی خیال میں نہیں آسکتی تو پھر اس کو کیوں پوچھتے ہو؟ 'سید احمد')۔ مادر زاد اندھا آپ کی دانست میں سورج کی روشنی کی کیفیت یا چاندنی کی خوشنمائی کی فرحت سمجھ سکتا ہے یا خیال میں لاسکتا ہے میں ان باتوں پر مطلق خیال نہیں کرتا جو بسبب خاصیت ملک کے ایک دوسرے میں مختلف ہیں بلکہ میں صرف اخلاقی اور تعلیمی اوصاف نفسانی اور صفائی اور خوش سلیقگی اور ہنر و کمال کا ذکر کرتا ہوں جو تعلیم و تربیت سے علاقہ رکھتا ہے۔

ساری خوبیاں یورپ میں جمع ہوگئی ہیں:

تمام خوبیاں دینی اور دنیوی جو انسان میں ہونی چاہئیں وہ خدا تعالیٰ نے یورپ کو اور اس میں بالتخصیص انگلینڈ کو مرحمت فرمائی ہیں۔ دینی خوبیوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ جس دین کو وہ لوگ حق سمجھتے ہیں ایسی خوبصورتی اور ایسی عمدگی سے اس کے تمام متعلقات کو پورا کرتے ہیں اور انجام دیتے ہیں کہ کسی ملک میں اور کوئی مذہب والے اس وخوبی وخوش اسلوبی وسلیقے سے نہیں کرتے؛ یہ تمام نتیجہ ہے زن و مرد کے عموماً تعلیم یافتہ ہونے کا اور تمام قوم کا ان امور کی طرف متوجہ ہونے کا۔ اگر ہندوستان کے لوگ بھی عموماً تربیت پاجاویں تو ہندوستان بسبب اپنے قدرتی اوصاف

www.taemeernews.com

کے انگلستان سے زیادہ نہیں تو یقینی اس کے قریب قریب گلزار ہو جاوے۔

جو درخواست میں نے آپ سے اس نیاز نامے میں کی ہے اگر آپ اس کو منظور کرلیں گے تو میں اپنے سفر کا حال تو لکھا ہی کروں گا مگر میں کچھ تھوڑا حال اپنے پرائیویٹ لائف کا جو یہاں ہے لکھتا ہوں اور غالباً دلچسپ ہوگا اور میرے ہم وطنوں کو یا تعجب میں ڈالے گا یا مجھ پر ہنسوا دے گا یا ایک اور تیر ملامت ان کے ہاتھ آئے گا۔

کچھ ذاتی حالات:

جب میں لندن میں پہنچا تو تین چار دن چیرنگ کراس ہوٹل میں ٹھہرا۔ میرے پاس نہ اتنا روپیہ تھا نہ مجھ کو ایسا مقدور تھا کہ میں ایک علیحدہ مکان کرایے پر لے کر اس میں رہتا اور تمام اسباب خریدتا اور نوکر رکھتا؛ اس لیے میں نے لاجنگ کرایہ پر لیا۔

لاجنگ کا طریقہ:

لاجنگ کے یہ معنے ہیں کہ جس مکان میں صاحب مکان رہتا ہے اسی میں سے چند کمرے وہ کرایہ پر دے دیتا ہے، مکان کو اسباب ضروری سے یہاں تک کہ سونے کے پلنگ، اوڑھنے بچھونے سے مرتب کر دیتا ہے۔ مکان والا لینڈ لارڈ اور اس کی بی بی لینڈ لیڈی کہلاتی ہے، کھانا بھی وہی پکوا کر کھلوا دیتی ہے، نوکروں کا بندوبست بھی وہی کر دیتی ہے، ہر ہفتہ ایک بل دے کر جو خرچ ہوتا ہے لے لیتی ہے اور نہایت آرام سے گزرتی ہے۔

اس بیان سے آپ خیال کریں گے کہ ایسے لوگ جو اپنے رہنے کے مکانوں میں اوروں کو بھی کرایے پر رکھ لیتے ہیں، لندن کے غریب آدمی ہیں گو کہ اشراف ہیں مگر باعتبار دولت و روپیہ کے نہایت غریب ہیں۔

ان لوگوں کی کیفیت جن کے ہاں سرسید مقیم ہوئے:

میں جس مکان میں رہتا ہوں وہ مسٹر جے لڈلم کے قبضے میں ہے، اس کی ایک بی بی مسز لڈلم ہے اور مسز لڈلم کی دو بہنیں ہیں مس الن وسٹ و مس فانی وسٹ وہ؛

www.taemeernews.com

بھی کبھی بطور مہمان اپنی بہن کے پاس آتی ہیں اور دو تین ہفتے رہ کر چلی جاتی ہیں۔ مسٹر جے لڈلم ایسا لائق اور قابل آدمی ہے جیسے کہ نہایت لائق اشراف کو ہونا چاہیے: متعدد علوم سے واقف ہے اور ایسا شوقین آدمی ہے کہ جب فرصت ملتی ہے، راتوں کو علمی مجلسوں (ا یہ مجلسیں اور اس قسم کی اور بہت خود لوگوں نے قائم کی ہیں اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان سے دو تین آنے فیس کے لیے جاتے ہیں۔ ان جلسوں میں اس قدر آمدنی ہوتی ہے کہ اس کے تمام اخراجات اور لکچر دینے والوں کی تنخواہیں اور آلات اور مکان غرض سب چیز کا خرچ اس میں سے چلتا ہے اور عام لوگوں کو ایسی تربیت پہنچتی ہے جو ہندوستان میں کسی بڑے عالی فلسفی کو بھی نہ تھی)۔ میں جہاں کیمسٹری یا بیالوجی یا زولاجی وغیرہ علوم پر لکچر ہوتے ہیں۔ چھ مہینے ہوئے مگر بجز اس کے کہ کبھی ملاقات ہوئی اور بات چیت ہوئی یا کمرے میں جانے نکلنے کے وقت اتفاقیہ صاحب سلامت ہوگئی، کبھی میرے کمرے تک اس کی آواز نہیں آئی۔ ہر وقت اس بات کا خیال رہنا کہ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ رہتے ہیں ان کو کبھی تکلیف نہ ہو، کیسی عمدہ اخلاق کی بات ہے؛ بہر حال میں مسٹر جے لڈلم کی ذاتی خوبیوں کو جتانا نہیں چاہتا کیوں کہ ممکن ہے، کہ دوسرے میں نہ ہوں، بلکہ اس بیان سے یہاں کی عام تعلیم و تربیت کا نقشہ اپنے ہم وطنوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

مسز لڈلم ایک ایسی قابل اور تعلیم یافتہ، نہایت شائستہ نہایت پڑھی لکھی، نہایت نیک بی بی ہے کہ اس کی خوبیاں مجھ سے بیان نہیں ہوسکتیں؛ تہذیب اور اخلاق اور ادب اور انسانیت سب چیز کی مجسم ہے، تمام کام اور تمام معاملات خانہ داری کے نہایت لیاقت سے خود کرتی ہے۔ اور مسٹر لڈلم کو بجز آفس میں جانے اور اپنے علمی جلسوں میں شریک رہنے کے کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔

ان کی دونوں بہنیں بھی اسی طرح پڑھی لکھی قابل ہیں، ان میں سے مس الن وسٹ کو کتابوں کے پڑھنے کا نہایت شوق ہے، ان دنوں میں میں ایک کتاب متعلق مذہب مسلمانوں کے لکھ رہا ہوں اور میں نے بہت سی انگریزی کتابیں جو مسلمانوں

www.taemeernews.com

کے مذہب کے متعلق خواہ اس کی تائید میں خواہ اس کی تردید میں لکھی گئی ہیں اور نیز چند کتابیں نہایت لامذہبوں کی جو کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتے اور سب کی تردید کرتے ہیں، جمع کی ہیں۔ چند روز ہوئے کہ مس الن وسٹ واقعۂ نہایت بیمار ہوگئی تھی، دوسرے دن بیماری کو آرام ہوگیا الّا ضعف بہت تھا، پلنگ پر سے اٹھنے پھرنے کی بخوبی طاقت نہ تھی۔ انھوں نے مجھ سے کہلا بھیجا کہ جو کتابیں حال میں تم نے خریدی ہیں۔ ان میں سے کوئی کتاب میرے پڑھنے اور دل بہلانے کو بھیج دو۔ میں نے کہا کہ میرے پاس اس قسم کی کوئی کتاب نہیں ہے، مذہبی کتابیں ہیں اور وہ بھی جھگڑے اور رد وقدح کی۔ اس نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں، انھیں میں سے کوئی دو۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب بھیج دی۔ دو دن میں اس نے اس کتاب کو پڑھ ڈالا اور جب اس کو بالکل صحت ہوئی اور باہر آئی تو چند باتیں نہایت عمدہ اس کتاب میں سے بیان کیں۔

یورپین اور ہندوستانی خواتین کا مقابلہ:

پس اب سمجھنا چاہیے کہ مستوسط درجے سے کس قدر کم درجے کی عورتوں کی تو کیسی عمدہ تعلیم ہے! کیا یہ تعجب انگیز بات نہیں کہ ایک عورت حالت بیماری میں کتاب پڑھنے سے دل بہلاوے۔ آپ نے ہندوستان میں کسی امیر، کسی نواب، کسی راجا، کسی مرد اشراف کو ایسی خصلت کا دیکھا ہے؟

اگر ہندوستان میں کوئی عورت بالکل برہنہ بازار میں پھرنے لگے تو ہمارے ہم وطنوں کو کیسا تعجب اور کس قدر حیرت ہوگی۔ بلا مبالغہ یہ مثال ہے کہ جب یہاں کی عورتیں یہ سنتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں پڑھنا لکھنا نہیں جانتیں اور حلیۂ تربیت اور زیور تعلیم سے بالکل برہنہ ہیں تو ان کو ایسا ہی تعجب ہوتا ہے اور کمال نفرت اور کمال حقارت ان کے خیال میں گذرتی ہے۔

انگریز اور ہندوستانی مردوں کا موازنہ:

آپ یقین جانیے کہ ہندوستان میں جس طرح انگریز ہندوستانیوں کے

www.taemeernews.com

ساتھ پیش آتے ہیں، صرف وہ پولٹیکل پالیسی گورنمنٹ سے مجبور ہیں جو ان کو ہندوستان کے ساتھ ملنا اوران کی خاطر داری کرنی پڑتی ہے اگر یہ نہ ہواور فرض کرو کہ ہندوستانی اور انگریز ایک آزاد ملک میں اکھٹے بساوے جائیں اور بالفعل جو عادتیں اور طرز زندگی اور پرائیویٹ لائف ہندوستانیوں کی ہے وہ ایسی ہی رہے اور جو انگریزوں کی ہے وہ ویسی رہے تو ہرگز انگریز اور ہندوستانیوں کے پاس بھی نہ کھڑے ہوں اور جانور سے زیادہ نہ سمجھیں۔ میں بے شک ہندوستان کے انگریزوں کو کہتا ہوں کہ ہندوستانیوں کے ساتھ نہایت بداخلاق ہیں اوران کو ایسا ہونا نہیں چاہیے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ باعتبار شائستگی کے میں ہندوستانیوں کو اس بات کا مستحق ٹھہراتا ہوں بلکہ اس وجہ سے کہتا ہوں کہ انگریزوں کو خود اپنی شائستگی کے لحاظ سے ایسا کرنا، خود اپنی تربیت اور شائستگی پر بٹہ لگانا اور حقیقت میں عام شائستگی کے پھیلنے کو سدراہ ہونا ہے اور لاکھوں باتوں کو اور کروڑوں منافع عام کو نقصان پہنچانا ہے۔

انڈیا آفس کا البم:

انڈیا آفس میں تمام ہندوستان کی قوموں کی تصویریں اور حالات ورسومات کی ایک کتاب ہے اور جس رسم کا اس میں بیان ہے اس کی بعینہ تصویر بھی ہے اور اکثر تصویریں فوٹو گراف کی لی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عین اسی حالت میں لی گئی ہیں؛ پھر ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کیسی کچھ وحشیانہ ہیں اور جانوروں سے زیادہ کچھ رتبہ نہیں رکھتے۔ جوان انگریز جو سول سروس میں پاس ہونے کے بعد دو برس تک واسطے دینے بعض خاص امتحانوں کے یہاں رہتے ہیں، وہ قریب اپنے زمانہ روانگی کے انڈیا آفس میں آتے ہیں اور ہندوستان کے حالات سے کچھ واقفیت بہم پہنچانا چاہتے ہیں، وہ بھی اس کتاب کو دیکھتے ہیں اور وہ حالات پڑھنے اور تصویریں دیکھنے کے بعد جو عزت اور قدر و منزلت ہندوستانیوں کی ان کے دل میں آتی ہے وہ ایک ادنیٰ غور سے خیال میں آسکتی ہے۔

www.taemeernews.com

ایک دن میں اور حامد محمود انڈیا آفس میں گئے۔ محمود نے اس کتاب کو دیکھنا شروع کیا، اتنے میں ایک جوان انگریز شاید کوئی سول سروس پاس کیے ہوئے تھا، آن کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محمود سے پوچھا کہ تم بھی ہندوستانی ہو؟ محمود نے اسی وقت بلا خیال کہا ''یس'' (ہاں) مگر یہ کہتے ہی اس کو ایسی شرمندگی ہوئی کہ اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس نے کہا کہ

I am of a foreign nation, and not an Indian.

یعنی میں ہندوستانی قوم کا آدمی نہیں ہوں بلکہ پردیسی قوم کا ہندوستان میں آیا ہوں۔ پس خیال کرو کہ جب تک یہ کلنک کا ٹیکا ہندوستانی اپنے منہ سے نہ چھٹاویں گے اس وقت تک کبھی ان کی عزت اور قدر کسی تربیت یافتہ قوم کی آنکھ میں نہیں ہونے کی۔

بنگالیوں اور پارسیوں کی تعلیم اور ہندو مسلمانوں کی جہالت:

میں نہایت خوش ہوں کہ ہمارے بھائی بنگالیوں اور پارسیوں نے کسی قدر شائستگی میں ترقی کرنی شروع کی ہے مگر وہ ایسا دوڑ کر چلے ہیں جس سے گر پڑنے کا اندیشہ ہے؛ مگر ہمارے ہم وطن ہندو اور مسلمان بھائی اب تک کوئے جہالت میں پڑے ہیں اور آئندہ مدت تک پڑے رہیں گے اور شاید مسلمان تو اتنے دنوں تک پڑے رہیں گے کہ پھر وقت اور زمانہ ان کی ترقی اور شائستگی کا باقی نہ رہے اور جواب مرض ہے وہ علاج پذیر نہ رہے کیوں کہ ان کو یعنی مسلمانوں کو جہل مرکب نے گھیرا ہے: اپنے باپ دادا کے قصے یاد کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے بہتر کون ہے اور حال میں جو باغ ان کے سامنے ہے اور گل پھول کھل رہے ہیں اسی جہل مرکب نے ان کی آنکھوں کو اس کے دیکھنے سے اندھا کر رکھا ہے۔

مصر اور ترکی میں تہذیب و شائستگی کی ترقی:

مگر مجھ کو اس بات کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہے کہ گو ہمارے ہندوستان

www.taemeernews.com

کے مسلمان بھائی جہل مرکب میں مبتلا ہوں مگر اور ملکوں میں جو ہمارے مسلمان بھائی ہیں انھوں نے تربیت وشائستگی میں ترقی کرنی شروع کی ہے۔ مصر اور ترکی یعنی سلطان روم کی عملداری کے مسلمان روز بروز شائستگی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ترکی کے مسلمانوں میں سے وہ تعصب جس کی بنا حماقت اور جہالت پر ہوتی ہے اور جس کا آخیر نتیجہ مذلت اور خواری ہوتا ہے روز بروز جاتا جاتا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ معدوم ہوگیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے خدیو مصر کو انگلستان میں دیکھا اور ایک ایسی قوم سے جن میں ایک زمانہ میں باہم نفرت تھی، دوستانہ طور سے ملتا اور جلسوں میں شریک ہوتا ہوا دیکھا۔ سلطان روم کو بھی اپنی ہمسایہ قوموں سے روز بروز محبت اور اتحاد اور دوستی بڑھتی جاتی ہے؛ چند روز ہوئے کہ ایک بہت بڑا ثبوت جہالت کے تعصبات کے جاتے رہنے کا، سلطان روم کے فرانس اور لندن میں آنے اور باہم دوستانہ ملاقاتیں کرنے اور کھانوں میں ایک میز پر شریک ہونے سے ہوا تھا اور دوسرا بڑا ثبوت ایمپریس آف فرانس یعنی شہنشاہ فرانس کی ملکہ اور شہنشاہ آسٹریلیا کے روم میں جانے اور سلطان کے ہاں مہمان ہونے سے ہوگا۔ ان دنوں میں اس مہمان داری کی روم میں بڑی بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں: سلطان خود ایمپریس آف فرانس کے استقبال کو جائے گا اور سب شہنشاہ آپس میں ایک ہفتہ تک برادرانہ محبت وارتباط سے ملیں گے اور جلسوں میں اور کھانوں میں شریک ہوں گے اور پھر ساتھ سفر کریں گے اور سلطان اپنے مہمانوں کو اپنے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کرانے لے جائے گا۔ ابھی چند روز ہوئے کہ پرنس آف ویلز سلطان روم کے ہاں مہمان تھے اور تمام ترکی زبان حال سے اس طرح پر ترانہ سنج تھے۔

اے آمدنت باعث آبادیٔ ما　　ذکر تو بود کہ زمزمۂ شادیٔ ما

پس اس بات کے دیکھنے سے کہ آپس میں انسانوں کی روز بروز محبت بڑھتی جاتی ہے اور جہالت اور وحشیانہ پن کم ہوتا جاتا ہے جو اصلی منشاء نیچر کا ہے، کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے!

www.taemeernews.com

مصری خواتین کی تعلیمی ترقی:

روم اور مصر دونوں میں روز بروز تعلیم کی ترقی ہے، عورتیں بھی روز بروز بہت زیادہ پڑھی لکھی ہوتی جاتی ہیں۔ مصر کی ایک مسلمان لڑکی کا میں نے حال سنا کہ سوائے عربی زبان کے جو اس کی اصلی زبان ہے اور جس میں وہ نہایت فصاحت سے لکھتی پڑھتی ہے، فرنچ زبان بھی نہایت خوب بولتی ہے اور لیٹن اس قدر جانتی ہے کہ جو مضمون یا شعر اس کے سامنے رکھا جائے اس کو پڑھ لیتی ہے اور مضمون سمجھ لیتی ہے۔ اس کے بھائی نے فرانس میں تربیت پائی تھی، جب وہ اپنے گھر گیا تو اس کی بہن نے جس کو پڑھنے کا بہت شوق تھا اور اپنے کنبے کے بزرگوں سے اس نے اپنی زبان عربی میں بہت کچھ پڑھا تھا، اپنے بھائی سے فرنچ اور لیٹن سیکھ لی۔

لندن میں سرسید کے رہنے کا مکان:

اب میں ایک نہایت دلچسپ مکان میں رہتا ہوں (یہاں کے مکانات اور ان کے موقعوں کا حال پھر لکھوں گا)، چھ کمرے اس مکان کے ہم سے متعلق ہیں: چار تو بیڈ روم ہیں یعنی ہم چاروں کے لیے سونے کے چار کمرے۔ حامد، محمود مرزا خداداد بیگ کے سونے کے کمرے میرے سونے کے کمرے سے کسی قدر زیادہ اچھے ہیں اور ان میں فرنیچر بھی کسی قدر زیادہ ہے اس لیے کہ وہ اسی کمرے میں رات کو پڑھتے بھی ہیں اور کتاب بھی دیکھتے ہیں۔ میرے کمرے میں صرف سونے کا سامان ہے مگر ایسا ہے کہ میں نے ہندوستان میں نہیں دیکھا تھا، شاید کلکتہ و بمبئی والوں نے دیکھا ہو۔ ایک کمرہ میرے لکھنے اور کتاب دیکھنے اور کتاب کے تصنیف کرنے کا ہے اور اسی کمرے میں ہم کھانا بھی کھاتے ہیں اور چائے بھی پیتے ہیں اور ایک بڑا کمرہ آراستہ ہے جو سٹنگ روم کہلاتا ہے یعنی ملاقات کا کمرہ، اس میں کبھی ہم سب مل بیٹھتے ہیں اور دل خوش کرتے ہیں اور جب کوئی دوست ہم میں سے کسی سے ملاقات کو آتا ہے تو اس کمرے میں ملاقات ہوتی ہے۔

www.taemeernews.com

مکان کی لائق اور مستعد خادمائیں:

ہماری مہربان لینڈ لیڈی نے ہمارے کاموں کے انجام کے لیے دو نوکریں رکھی ہیں، ایک کا نام این اسمتھ ہے اور دوسری کا ایلیز بتھ ماتھیوز، پچھلی تو نوعمر غریب لڑکی ہے، متفرق کام کرتی ہے اور پہلی نہایت ہوشیا اور لائق پڑھی لکھی خوشخط با سلیقہ ہے، کتابیں پڑھ سکتی ہے، تمام ضروری مضمون لکھ سکتی ہے، اخبار پڑھ سکتی ہے اور اس سے خوشی حاصل کر سکتی ہے، اپنا متعلق کام اس خوبی سے انجام دیتی ہے کہ جیسے کوئی کل یا گھڑی بلا تفاوت با قاعدہ اپنا کام کرتی ہے۔

ہم اپنے سونے کے کمرے میں سے بعد فراغ تمام ذاتی کاموں کے پوری پوشاک پہن کر قریب ساڑھے آٹھ بجے کے اپنے لکھنے پڑھنے کے کمرے میں آتے ہیں۔ اس عرصے میں این اسمتھ دونوں کمرے صاف کر رکھتی اور ہر چیز، کیا چوکی اور کیا میز اور کیا الماری اور کیا تصویریں اور کیا قلمدان اور کیا کتابیں غرض کہ تمام چیزیں جھاڑ پونچھ کر اور آراستہ کر کے اپنے اپنے موقع پر رکھ دیتی ہے، آتشدان میں بقدر حالت سردی کے آگ جلا رکھتی ہے، اگر کوئی چٹھی کسی کے نام کی آئی تو اس نے ہر ایک کا نام پڑھ کر ہر ایک کی نشست کی چوکی کے آگے رکھ دی، اگر کوئی اخبار ہوا تو اس کو سب کے بیچ میں رکھ دیا کہ جس کا دل چاہے وہ اول لے کر پڑھے، غرضکہ ہم کمرے میں آئے، سب چیز کو آراستہ پایا۔ قریب نو بجے کے وہ کمرے کے دروازے پر آئی اور دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آنے کی اجازت چاہی، جب معمولی الفاظ سے اجازت ملی وہ اندر آئی اور کھانے کی میز پر چادر بچھائی اور بریک فاسٹ کا سامان سب تیار کیا؛ تمام گفتگو نہایت شستہ، نہایت مودّب اور باوجود مودّب ہونے کے خوش خو، اخلاق اور انسانیت سے بھری ہوئی، ہر ایک سے ''سر'' کہہ کر بات کہی، حامد کو مسٹر حامد، محمود کو مسٹر محمود اور مرزا خداداد بیگ کو مسٹر بیگ نہایت ادب آمیز طریقہ سے کہنا اور چونکہ وہ جان گئی ہے کہ مرزا خداداد بیگ کا یہ پورا نام نہیں ہے ایک آدھ دفعہ یہ بھی کہہ دیا ہے۔

www.taemeernews.com

''سر پلیز پارڈنمی۔ یورفل نیم از ویری ڈفیکلٹ''

Sir, please pardon me, your full name is very difficult.

یعنی آپ مجھے معاف فرمائیں جو میں نے آپ کا پورا نام نہیں لیا۔ آپ کا پورا نام نہایت مشکل ہے۔

اب بڑا تماشہ ہوگیا ہے کہ ہم سب نے مرزا خداداد بیگ کا نام مسٹر بیگ رکھ دیا ہے۔ غرض کہ اسی طرح تمام چیزیں وقت پر موجود اور تیار رکھتی ہے اور ڈنر اور سپر سب کا سامان اسی طرح خوبی و درستی کے ساتھ انجام دیتی ہے۔ آپ یقین جانیے کہ اگر یہ عورت جو نہایت غریب آدمی اور اصیل گزی کی نوکری کی محتاج ہے اور دن رات ہماری خدمت میں حاضر رہتی ہے، اگر ہندوستان میں جاوے اور اچھے سے اچھے امیر آدمیوں کی عورتوں سے ملے تو ان کو محض جانور سمجھے اور نہایت حقارت سے ان سے نفرت کرے۔ یہ صرف نتیجہ عام تعلیم و تربیت کا ہے۔

اس نوعمر لڑکی ایلز بتھ ماتھیوز کو دیکھو کہ باوجود قلت تنخواہ کے ہمیشہ ہاف پینی والے اخبار جس کا نام ''ایکو'' ہے مول لیتی ہے اور جب کام سے فرصت ملی تو اس کو پڑھتی ہے، اخبار کا کوئی پرچہ لے کر اس میں جو تصویریں عورتوں کی مسترز اور کسٹم پر ہوتی ہیں ان کو دیکھتی ہے اس کے اڈیٹر کے کنائے اور اشارے کو پڑھتی ہے اور طبیعت خوش رکھتی ہے۔

تمام سودے والوں کی دکانوں کی پیشانیوں پر ان کے نام بڑے خوشخط سنہری اور رنگین حرفوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ تمام نوکریں ہر ایک تحریر کو پڑھ لیتی ہیں اور تمام کام کر لاتی ہیں۔

انگلستان میں تعلیم کا عام رواج:

کیب مین اور کوچوان اپنی گدی کے نیچے کوئی اخبار یا کتاب دبائے رکھتے ہیں، جہاں سواری پہنچائی اور کیب یا اور جو سواری ہو وہ کھڑی کی اور انھوں نے اخبار نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔ آپ خیال کر لیں کہ یہاں کیب مین کی ایسی حیثیت ہے

www.taemeernews.com

جیسی کہ بنارس میں وہاں کے یکہ کرایہ پر چلانے والوں کی حیثیت۔ پر جب تک کہ اس قدر ترقی عام تعلیم کی نہ ہو شائستگی اور تربیت کسی قوم میں آنی اور اس قوم کی عزت ہونی ناممکن ہے۔

انگلستان کی ترقی کا راز اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنا ہے:

اس تمام ترقی کا باعث انگلستان میں صرف یہ ہے کہ تمام چیزیں، تمام علوم، تمام فن جو کچھ ہے اسی قوم کی زبان میں ہے جو عموماً یا قریب عموماً کے بولی جاتی ہے۔ گو اسی انگلستان میں بعض مقاموں کی زبانیں ایسی گنواری ہیں جن پر انگریزی کا اطلاق کرنا مشکل ہے مگر انگریزی زبان انگلستان میں ایسی ہے جیسے ہندوستان میں علی الخصوص شمال و مغربی اضلاع اور صوبہ بہار میں اردو جس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

ہمالیہ کی چوٹی پر یہ الفاظ کھودے جائیں کہ ہندوستان اسی وقت ترقی کر سکتا ہے جب وہاں تعلیم اسکی اپنی زبان میں دی جائے:

پس جو لوگ حقیقت میں ہندوستان کی بھلائی اور ترقی چاہنے والے ہیں وہ یقین جان لیں کہ ہندوستان کی بھلائی صرف اسی پر منحصر ہے کہ تمام علوم اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک انھیں کی زبان میں ان کو دیے جاویں۔ میری یہ رائے ہندوستان کے ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر نہایت بڑے بڑے حرفوں میں آئندہ زمانے کی یادگاری کے لیے کھود دیے جاویں، ''اگر تمام علوم ہندوستان کو اسی کی زبان میں نہ دیے جائیں گے کبھی ہندوستان کو شائستگی و تربیت کا درجہ نصیب نہیں ہونے کا، یہی سچ ہے، یہی سچ ہے، یہی سچ ہیں''۔

اس معاملے میں گورنمنٹ کو نہایت مشکل ہے اور جب گورنمنٹ کی زبان ملکی زبان نہیں ہے تو لوگوں کو ورنیکلر پر متوجہ ہونے کا بہت کم حوصلہ ہوتا ہے کیوں کہ اس وقت تک ہندوستان میں سوائے نوکری کے لالچ کے کوئی شخص علم کی قدر سے علم کو تحصیل نہیں کرتا۔

www.taemeernews.com

اپنی زبان میں تعلیم کے متعلق سرسید کا ہندوستانیوں کو پرزور مشورہ:

مگر اے ہندوستان کے بھلائی چاہنے والو! تم کسی سے توقع مت رکھو اور خود اپنے اپنے بھروسے اور آپس کے چندے سے اپنے ملک میں تمام علوم اعلیٰ درجے سے ادنیٰ درجے تک اپنی زبان میں پھیلاؤ، پھر جب تم علوم سے واقف ہو جاؤ گے اور شائستگی و تربیت تک پہونچو گے تب تمہاری نگاہ میں گورنمنٹ کی نوکریوں کی لالچ کی کچھ بھی حقیقت نہیں معلوم ہوگی؛ امید ہے کہ کسی نہ کسی دن ایسا ہی ہوگا، ہوگا، ہوگا۔

کچھ سائنٹیفک سوسائٹی کے متعلق:

مجھ کو اس بات کے دریافت ہونے سے کہ حضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے آپ کی سوسائٹی کی بڑی دستگیری کی ہے اور صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن بہادر اضلاع شمال مغرب نے بھی بہت بڑی اعانت اور پرورش فرمائی ہے نہایت خوشی ہوئی اور خدا کا بہت بہت شکر ادا کیا مگر اے مائی ڈیر راجا! اپنی سوسائٹی اور اخبار کی آزادی کو ہرگز ہاتھ سے مت دینا۔ سررشتہ تعلیم کی بھلائی اور برائی پر تمام ہندوستان کی زندگی اور موت منحصر ہے۔ ہمیشہ نہایت غور کی مگر نہایت منصفانہ نگاہ سے اس کو دیکھتے رہنا، صرف سچائی اور عام کی بھلائی کو اپنا دوست جاننا۔

مجھ کو سوسائٹی کے قرضے کا بہت رنج ہے۔ میں نے جو بنارس سے سوسائٹی کے لیے فوارے کا حوض تیار کرا کے بھیجا ہے اس کا حساب میں آپ کو بھیج آیا تھا اور شاید کئی سو روپیہ میرا فاضل بذمہ سوسائٹی بابت لاگت حوض کے تھا۔ آپ نے جو حساب قرضۂ سوسائٹی کا مرتب کیا ہے اس میں وہ رقم بھی داخل ہے یا نہیں، اگر داخل ہو تو میں چاہتا ہوں کہ بقدر رقم مذکورہ میری طرف سے ڈونیشن سوسائٹی کے حساب میں جمع کیجئے اور اس رقم کو قرضے کے ادا میں خرچ میں ڈال لیجیے؛ غرض کہ جس قدر میرا روپیہ بطور قرض بابت لاگت حوض سوسائٹی کے ذمے لینا ہے اس کا جمع خرچ برابر کر دیجیے۔ زیادہ نیاز فقط

عاجز آپ کا تابعدار

سید احمد

از مقام لندن

۱۵/ اکتوبر ۱۸۶۹ء

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر۲

سرسید کے سفرلندن کے حالات

(نوشتہ مولانا الطاف حسین حالی)

سرسید کی مبسوط اور تفصیلی سوانح عمری مولانا الطاف حسین حالی نے ایک ہزار صفحات میں مرتب کر کے ۱۹۰۱ء میں شائع کی تھی۔ اس میں مولانا نے مختلف مقامات پر سید کے سفرلندن کے جو دلچسپ حالات تحریر فرمائے ہیں ان کی تفصیلات ہمیں کسی اور جگہ سے نہیں ملیں۔ سفرنامے کی تکمیل کے لیے ان حالات وواقعات کا ہونا ضروری تھا۔ لہٰذا ہم انہیں ''حیات جاوید'' کے مختلف مقامات سے اخذ وانتخاب کرنے کے بعد یہاں درج کرتے ہیں۔ (محمد اسماعیل)

لندن کے عمائد سے ملنا:

سرسید بمبئی سے چوبیس دن میں لندن پہنچے اور میکلن برگ اسکوائر میں ایک مکان کرائے پر لے کر ٹھہرے اور اپنے تمام دوستوں اور آشناؤں سے ملے۔ لارڈ لارنس سب سے زیادہ مہربانی، مروّت اور خُلق سے ان کے ساتھ پیش آئے، جیسے کہ وہ ہمیشہ ہندوستان کے مسافروں کے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہ ہندوستان میں سرسید اور ان کے خاندان کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کی خدمات سے آگاہ تھے۔ لندن میں وہ اکثر ان کو اپنے گھر ڈنر پر بلاتے تھے اور مہینے میں ایک بار ہمیشہ ان سے ملنے کو آتے تھے۔ انہوں نے ہی سرسید کو لندن کے اکثر امراء ومشاہیر سے ملوایا تھا۔ لارڈ اسٹینلی آف ایلڈرلی جو قسطنطنیہ میں بطور سفیر انگریزی کے رہتے تھے وہ بھی جب لندن میں آتے تھے تو سرسید سے ملتے رہتے تھے۔ سرجان ولیم کے انڈر سیکرٹری وزیر

www.taemeernews.com

ہند کے ساتھ بھی سرسید کو زیادہ خصوصیت ہوگئی تھی۔ ملکہ معظمہ کے سمدھی ڈیوک آف آرگائل جو اس وقت وزیر ہند تھے اور سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ کے پیٹرن بھی تھے، وہ بھی سرسید سے بڑے اخلاق اور تپاک سے ملتے رہے اور اپنے بیٹے مارکوئس آف لارن سے بھی جو ملکہ معظمہ کے داماد ہیں، ان کو ملوایا۔

جلسہ سول انجینئرز سوسائٹی میں شریک ہونا:

سرسید نے پورے سترہ مہینے لندن میں قیام کیا اور شب و روز ان کاموں میں جن کے لیے یہ سفر اختیار کیا تھا، مصروف رہے۔ باایں ہمہ ان کو اکثر خاص خاص تقریبوں میں بلایا جاتا تھا اور ان کی عزت افزائی کی جاتی تھی۔ ۲۳ جون ۱۸۶۹ء کو وہ لارڈ لارنس کے ہاں ایک بہت بڑے ڈنر پر بلائے گئے اور ۱۳ جولائی کو سمٹونین سوسائٹی آف سول انجینئرز کے ایک عظیم الشان جلسے میں اور اس کے بعد جو اسی کے متعلق گرینچ میں ڈنر ہوا، اس میں شریک ہوئے۔ اس جلسے کی کیفیت ڈیلی نیوز مورخہ ۲۱ر جولائی میں مفصل درج ہوتی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسٹر پن نے جو سوسائٹی مذکور کے پریذیڈنٹ تھے، سرسید کو اس جلسے میں شریک ہونے کے لیے مدعو کیا تھا اور لکھا تھا کہ آپ وقت معین پر میرے آئیمر مین جو پارلی منٹ ہاؤس کے سامنے موجود ہوگا، آئیں مگر خود لارڈ لارنس سرسید کے مکان پر آئے اور ان کو اپنے ساتھ سوار کرا کے لے گئے۔ سید حامد اور سید محمود بھی ساتھ تھے۔ اسٹیمر میں جا کر حاضری کھائی اور ٹیمز کے کنارے جو بڑے بڑے کارخانے تھے دیکھے۔ پھر خاص اجازت سے ایک جنگی جہاز اور اس میں توپیں بھرنے اور چلانے کا تماشا دیکھا۔ وہاں سے گرینچ میں جا کر ڈنر کھایا۔ اس ڈنر میں کئی ڈیوک اور بہت سے لارڈ اور بڑے بڑے انجینئرز شریک ہوئے۔ کھانے میں طرفہ بات جیسا کہ ڈنر مذکور کی مینو (☆ مینو ایک خوبصورت چھپا ہوا کاغذ ہوتا ہے جس پر ڈنر کے تمام کھانوں کی تفصیل ہوتی ہے اور کھانے کے وقت ہر مہمان کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس ڈنر کا مینو سرسید کے کاغذات میں اب تک

www.taemeernews.com

موجود ہے جس میں تیس کھانوں کے نام لکھے ہیں۔ 'حالی') میں مندرج ہے، یہ تھی کہ تیس طرح کے کھانے صرف دریائی پیداوار اور دریائی جانوروں سے تیار کیے ہوئے تھے، خشکی کی پیداوار سے کوئی چیز میز پر نہ تھی۔ تمام انجینئروں نے جو اس جلسے میں شریک تھے، کھانے کے بعد اسپیچیں دیں اور سال گزشتہ کی مختلف ترقیات کا جو انجینئرنگ میں ہوئیں ذکر کیا۔ سب کے بعد پریذیڈنٹ نے اسپیچ دی اور آخر میں لارڈ لارنس اور سرسید کا ذکر کر کے ان کے شامل ہونے پر فخر ظاہر کیا۔ اس کے شکریے میں لارڈ لارنس نے تقریر کی (سرسید کے پاس ایک ترجمان کو اس غرض سے بٹھا دیا تھا کہ جلسے کی تمام کارروائی کو ان کو اردو میں سمجھا تا جائے)، لارڈ لارنس کے بعد سرسید اٹھے۔ ایک ایسے جلسے میں جہاں انگلستان کے نامور انجینئر جمع ہوں اور جلسے کا موضوع انجینئرنگ کے سوا اور کوئی مضمون نہ ہو، سرسید کو گفتگو کرنا نہایت دشوار تھا۔ باوجود اس کے ڈیلی نیوز نے اسی زمانے میں لکھا تھا کہ سید احمد خاں کی اسپیچ شان دار اور دلچسپ تھی۔ پریذنڈنٹ نے لارڈ لارنس کو سیویر آف انڈیا کہا تھا، سرسید نے ان کو فادر آف انڈیا کہہ کر یاد کیا۔ سرسید کی اسپیچ کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان میں انگریزی سلطنت کا رعب وداب اور دبدبہ پیدا ہونے کے بہت سے ذریعے ہیں مثلاً تعلیم، ہتھیار اور عدل وانصاف وغیرہ مگر یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن سے صرف انہیں لوگوں کے دل میں اس کی وقعت ہوئی ہے جن کو ان سے کام پڑا ہے یا جن کو ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہے لیکن وہ چیز جس نے خاص وعام سب کے دل میں انگلش گورنمنٹ کی عظمت پیدا کی ہے وہ فن انجینئری کے نتائج ہیں جیسے ریل، بڑے بڑے دریاؤں کے پل، نہریں اور بڑے بڑے پہاڑی چھتے جن میں سے ریل گذرتی ہے؛ ان چیزوں کو ہر شخص دیکھتا ہے اور اس کے دل میں خود بخود انگریزی سلطنت کا رعب وداب اور اس کی بڑائی پیدا ہوتی ہے۔ اس پر جلسے میں نہایت زور سے چیرز دی گئیں اور جب لارڈ لارنس نے اس کو انگریزی میں ترجمہ کر کے سنایا تو پہلے سے بھی زیادہ چیرز کا غل ہوا۔ سرسید کہتے ہیں کہ میرا ارادہ اسپیچ کرنے کا پہلے سے نہ تھا مگر چونکہ میری نسبت

www.taemeernews.com

ایسے الفاظ کہے گئے تھے جن کا شکریہ ادا کرنا ضروری تھا اس لیے مجھ کو بھی کھڑا ہونا پڑا۔

خطاب اور تمغہ ملنا:

۶/اگست ۱۸۶۹ء کو انڈیا آفس میں ڈیوک آف آرگائل کے ہاتھ سے ان کو سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب اور تمغہ ملا۔ اس کی تحریک لارڈ لارنس نے کی تھی، تاریخ معین پر سرسید انڈیا آفس میں گئے۔ وہاں سر جان ڈبلیو کے انڈر سیکرٹری وزیر ہند آئے اور سرسید سے ہاتھ ملا کر ان کو اپنے ہمراہ اس کمرے میں لے گئے جہاں ڈیوک آف آرگائل ان کے منتظر تھے۔ ڈیوک کھڑے ہو کر چند قدم آگے بڑھے اور سرسید سے ہاتھ ملا کر پھر اپنے بیٹے مارکوئس آف لارن سے ملاقات کرائی اور تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد تمغہ اپنے ہاتھ سے پہنایا اور مبارک باد کہہ کر سرسید کو رخصت کیا۔ اسی روز چار اور شخصوں کو بھی یہی تمغہ ملنے والا تھا۔ جب سب کو تمغے مل چکے تو ڈیوک موصوف نے سرسید کو کھانے پر بلایا جہاں بہت سے معزز لوگ پارلیمنٹ کے ممبر آئے تھے۔ سرسید کو اس موقع پر ڈیوک کے برابر بائیں جانب جگہ دی گئی تھی۔

ملکہ معظمہ کی لوی وغیرہ میں جانا:

۶/نومبر ۱۹۶۹ء کو ملکہ معظمہ کے ہاتھ سے بلیک فرائز ربرج، ہالبورن اور ایڈکٹ کے افتتاح کا جلسہ ہونے والا تھا۔ جلسے کی انتظامی کمیٹی نے سرسید کو بھی خاص طور پر وہاں مدعو کیا تھا۔ سرسید کہتے ہیں کہ یہ جلسہ نہایت شان وشوکت کا تھا۔

پھر ۱۱/مارچ ۱۸۷۰ء کو ملکہ معظمہ کی لوی میں ان کو بلایا گیا۔ سرسید کہتے ہیں کہ حسب معمول لوی کی محل میں مجھ کو اور درباریوں کے ساتھ بٹھایا گیا تھا۔ جب ملکہ معظمہ تشریف لائیں تو میں نے بھی مثل تمام درباریوں کے اپنے نمبر پر جا کر سلام کیا۔ سلام کرنے کا دستور یہ ہے کہ ملکہ معظمہ سے ہاتھ ملا کر اور بایاں گھٹنا ٹیک کر حضور ممدوحہ کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہیں۔ جب تک تمام درباریوں کا اس طرح سلام نہیں ہوتا اس وقت تک ملکہ معظمہ کھڑی رہتیں۔

www.taemeernews.com

پرنس آف ویلز کی لوی میں جانا:

اس کے بعد ۱۸۷۰ء کو پرنس آفس ویلز کی لوی میں ان کو شریک کیا گیا۔ یہ لوی صرف فوجی افسروں کے لیے تھی، کسی سویلین کو شریک ہونے کی اجازت نہ تھی مگر چونکہ سرسید ولایت سے جلد واپس آنے والے تھے اور ممکن تھا کہ ان کو پھر پرنس آف ویلز کی کسی لوی میں شریک ہونے کا موقع نہ ملے اس لیے ان کو خاص اجازت لوی میں شریک ہونے کی مل گئی تھی۔

اتھینیم کلب کی ممبری:

لندن کی علمی مجلسوں میں بھی سرسید شریک ہوتے رہے۔ لندن جانے سے پہلے وہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے فیلو مقرر ہو چکے تھے، جب لندن میں گئے تو اس کے کئی اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ چارلس ڈکنس کی آخری ریڈنگ پر بھی میں وہاں تھا لیکن سب سے بڑا امتیاز جو ان کو لندن میں ایک علمی حیثیت سے ملا، وہ اتھینیم کلب (اس کلب کا مفصل حال سرسید کے اپنے قلم سے ضمیمہ نمبر ۴ میں مندرج ہے۔ 'اسماعیل') کا آنریری ممبر مقرر ہونا تھا..... سرسید خاص قاعدے سے جو نامور اور مشہور باکمال لوگوں کے لیے مقرر ہے دو دفعہ اتھینیم کلب کے آنریری ممبر ہوئے اور جب تک لندن میں رہے اس کے ممبر رہے۔ اس کلب کی ممبری کی تحریک سر ایڈورڈ ٹامس نے کی تھی جو سرسید کی منصفی کے زمانے میں دلی کے جج تھے اور جنہوں نے ان کو آثار الصنادید کو دوبارہ لکھنے اور ترمیم کرنے کی صلاح دی تھی۔

کیمبرج یونی ورسٹی میں جانا:

آثار الصنادید کا مترجم گارساں دتاسی جو فرانس کے مشہور مستشرقین میں سے تھا، وہ بھی لندن ہی میں سرسید سے خط و کتابت اور شوق ملاقات رکھتا تھا مگر یہ تمام اعزاز و امتیاز اور خاطر مدارات جن کا ہندوستان سے چلتے وقت سرسید کو سان گمان بھی

www.taemeernews.com

نہ تھا، یہ سب اجنبی اور غیر متوقع امور تھے۔ ان کے اصلی مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد انگلستان کے طریقۂ تعلیم کو دیکھنا اور اس پر غور کرنا تھا؛ چنانچہ انہوں نے اس غرض سے کیمبرج یونی ورسٹی کو خود جا کر دیکھا اور بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز پر جو یونی ورسٹی سے علاقہ رکھتی تھی، غور کی اور اس کا تمام نقشہ ذہن نشین کر لیا، پھر ملک کی عام تعلیمی حالت کا اندازہ کیا۔ تعلیم نسواں کو غور سے دیکھا اور تعلیم کے مختلف طریقوں میں سے جو طریقہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کے مناسب سمجھا اس کو نگاہ میں رکھا۔ اگرچہ انگریزی زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے ضرور ہے کہ ان کو ہر ایک بات کے سمجھنے اور دریافت کرنے میں سخت دقتیں اٹھانی پڑی ہوں گی اور شاید ان کو پوری واقفیت حاصل نہ ہو سکی ہو مگر جو نتیجے اس ادھوری واقفیت سے ہندوستان میں ظاہر ہوئے وہ بلکہ ان کا عشر عشیر آج تک ان ہندوستانیوں کی پوری پوری واقفیت سے بھی ظہور میں نہیں آیا جو ولایت سے اعلیٰ درجے کی تعلیم پا کر آئے ہیں۔

انگلستان کی تعلیم و ترقی پر غور کرنا:

انگلستان کے طریقۂ تعلیم پر غور کرنے کے بعد سرسید نے لندن ہی میں ایک پمفلٹ انگریزی میں شائع کیا جس میں ہندوستان کے طریقۂ تعلیم کے نقصانات تفصیل کے ساتھ ظاہر کیے تھے، تعلیم کے سوا یورپ کی عام شائستگی اور طرز تمدن اور حسن معاشرت اور ہر قسم کی ترقیات کے اسباب جیسا کہ ان کی تحریروں سے ثابت ہے، ملاحظہ کیے اور جہاں تک ممکن تھا اپنی معلومات کو وسعت دی۔ یورپ کے طرز معاشرت کو دیکھا، وہاں کے امراء کے محل اور مکانات اور طرز ماند و بود پر نظر کی، عجائب خانوں اور کتب خانوں میں علوم اور تحقیقات کے ذخیرے ملاحظہ کیے؛ انجینئری کے عجائبات، جہازوں کی تیاری، توپوں کا ڈھلنا، سمندری تار کا بننا، انجینئروں اور عالموں کی سوسائٹیاں، عام کاریگروں اور اہل حرفہ کے کام اور عموماً اہل انگلستان کے علمی ذوق شوق اور علمی ترقیات کو دیکھا۔ جس سرگرمی کے ساتھ اہل مذہب، مذہب کی حمایت

www.taemeernews.com

کرتے ہیں اور باوجود اس کے نہایت بے تعصبی سے غیر مذاہب والوں کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جو اخلاق کہ وہ پڑوسیوں اور مہمانوں کے ساتھ برتتے ہیں، یہ سب کچھ دیکھا، ان کے عیبوں سے قطع نظر کی اور ان کی خوبیوں کو چنا اور یہ سب کچھ ایک تماشائی کی طرح سیر تماشے اور دل لگی کے طور پر نہیں بلکہ ایک وطن دوست کی طرح، دل سوزی، غیرت اور عبرت کی نظر سے دیکھا اور انگلستان کی حالت کو اپنے ملکی کی حالت سے مقابلہ کر کے اپنے درد دل کو بڑھایا اور اس درد کو دوسروں کے دلوں میں درد پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنایا۔

ان کا ارادہ تھا کہ انگلستان اور ہندوستان کی حالت میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے اس کو اپنے سفر نامے میں مفصل بیان کر کے اہل وطن کو خبردار کریں مگر اہل وطن نے اس کو برداشت نہ کیا۔ وہ اپنی پستی کی دردانگریز داستان نہ سن سکے اور اس لیے جو سلسلہ سرسید نے اپنے سفر کے حالات کا لکھنا شروع کیا تھا وہ منقطع ہو گیا۔ باایں ہمہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہیں ہوئے اور جب کبھی موقع ملا انہوں نے کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان میں ڈال دی۔

خطبات احمدیہ کا لکھنا اور چھپوانا:

ان سب باتوں کے سوا سرسید کا سب سے زیادہ ضروری اور اہم مقصد ولایت کے سفر سے ایک ایسی کتاب کا لکھنا اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کرا کے شائع کرنا تھا جس سے اسلام کی اصلیت عیسائی قوموں پر ظاہر ہو اور جو غلطیاں اکثر عیسائی مصنفوں نے اور خاص کر سر ولیم میور نے اپنی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' میں اسلام کی حقیقت اور بانی اسلام کے کیریکٹر کو ظاہر کرنے میں دانستہ یا نادانستہ کی ہیں، ان کو رفع کیا جائے۔ سر ولیم میور کی کتاب کی نسبت اکثر انگریزوں کا یہ خیال تھا کہ اسلام کے متعلق جو ٹھیک اطلاعیں سر ولیم نے اہل یورپ کو دی ہیں، وہ پہلے کسی دوسرے ذریعے سے ان کو حاصل نہیں ہوئی تھیں مگر درحقیقت یہ کتاب صرف عیسائیوں ہی کو اسلام اور

www.taemeernews.com

بانیٔ اسلام کی طرف سے گمراہ کرنے والی نہ تھی بلکہ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانوں کو بھی اسلام کی طرف سے شک میں ڈالنے والی تھی۔

سر ولیم میور کا جواب لکھنے سے دوستوں کا منع کرنا:

سرسید کے بعض خطوں سے جو انہوں نے ولایت سے سید مہدی علی خاں کے نام بھیجے ہیں، پایا جاتا ہے کہ ہندوستان سے چلتے وقت جب انہوں نے یہ ارادہ اپنے احباب پر ظاہر کیا تو ان کے بعض دوست جو سرکاری عہدہ دار اور سر ولیم میور کی گورنمنٹ کے ماتحت تھے، ان کو سر ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھنے سے مانع آئے مگر سرسید نے ان کا کہنا نہیں مانا اور ولایت پہنچتے ہی اس کی فکر میں مصروف ہو گئے۔

خطبات احمدیہ کے لیے میٹیریل جمع کرنا:

انہوں نے انڈیا آفس کے کتب خانے سے کتابیں بہم پہنچائیں، برٹش میوزیم کی لائبریری سے بہت سی اطلاعیں حاصل کیں، سیر کی عربی کتابیں جو مصر و فرانس اور جرمنی میں چھپی تھیں، وہاں سے منگوائیں اور چند لیٹن اور انگریزی کی پرانی کتابیں جو نایاب تھیں، بہت گراں قیمت پر لندن کے بازار سے خریدیں اور شب و روز کی لگاتار محنت سے بارہ ایسے یعنی خطبے یا مضمون لکھ کر ایک لائق انگریز سے انگریزی میں ترجمہ کرائے اور لندن ہی میں خطبات احمدیہ کے نام سے اس کو چھاپ کر مشتہر کیا۔

خطبات کے لکھنے میں سرگرمی:

اس کتاب کے لکھتے وقت جس قدر جوش سرسید کے دل میں تھا اور جو مالی مشکلات ان کو اس کے شائع کرنے میں پیش آئیں اور جو سخت محنت اس کے لکھنے میں ان کو کرنی پڑی، اس کا کسی قدر اندازہ ان کے خطوں سے ہوتا ہے جو انہوں نے ولایت سے مولوی سید مہدی علی خاں کے نام بھیجے ہیں۔ (یہ خطوط اسی کتاب میں بطور ضمیمہ نمبر ۳ مندرج ہیں۔ 'اسماعیل')..... معلوم ہوتا ہے کہ سرسید اس کتاب کے لکھنے کو مذہبی فرائض میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری فرض خیال کرتے تھے اور

www.taemeernews.com

جب کہ وہ حسب دل خواہ تیار ہوگئی تو ان کو بے انتہا خوشی اور فخر اس کے لکھنے پر ہوا تھا۔

انگلستان میں صرف یادداشتوں کا خلاصہ چھپا تھا:

ولایت میں سرسید نے کتاب کی لاگت بڑھ جانے کے خوف سے صرف اپنی اردو یادداشتوں کا خلاصہ انگریزی میں ترجمہ کر کے چھپوایا تھا مگر ہندوستان میں پہنچنے کے بعد انہوں نے اس کو اردو میں بھی اپنی پوری یادداشتوں سے از سر نو مرتب کر کے تصانیف احمدیہ کے ساتھ، بڑی تقطیع پر ٹائپ میں چھپوایا تھا جس میں ہر ایک مضمون بہ نسبت انگریزی کے زیادہ وسعت کے ساتھ بیان ہوا ہے مگر چوں کہ اس کی جلدیں بہت کم چھپوائی گئی تھیں اس لیے۔ اس کی زیادہ اشاعت نہیں ہو سکی۔

اسلام کی بعض اور خدمتیں:

خطبات احمدیہ لکھنے کے سوا انہوں نے ولایت ہی میں اور بھی اسلام کی بعض خدمتیں سرانجام دی ہیں۔

جان ڈیون پوٹ کی کتاب کا چھپوانا:

جان ڈیون پوٹ کی کتاب ''اپالوجی فار محمدؐ اینڈ قرآن'' کو جو انہوں نے عیسائیوں کے برخلاف اسلام کی حمایت میں لکھی تھی خود اپنے روپے سے چھپوایا۔ سر سید کے خطوں سے جو مہدی علی خاں کے نام ہیں معلوم ہوتا ہے کہ لندن کا کوئی پبلشر اس کتاب کو چھاپنے کی حامی نہیں بھرتا تھا اور خود مصنف کو اس قدر استطاعت نہ تھی کہ اپنے روپے سے اس کو چھپوا کر شائع کر دے۔ سرسید نے وہاں پہنچ کر جب اس کتاب کے مضامین سنے تو انہوں نے فوراً اپنے پاس سے روپے کی تدبیر کر کے وہ کتاب جھٹ پٹ چھپوا دی اور اس کی کئی سو جلدیں ہندوستان بھجوا دیں۔ یہاں اس کا ایک اردو ترجمہ مولوی عنایت الرحمان خاں صاحب دہلوی نے اور دوسرا مولوی ابوالحسن نے کیا اور دونوں ترجمے چھپ کر شائع ہو گئے۔

www.taemeernews.com

گاڈفری ہنگنز کی کتاب کا ترجمہ کرنا:

انگلستان کے ایک اور ذی وقعت مصنف گاڈفری ہنگنز کی جو کسی زمانے میں مصنف مذکور نے اسلام کی تائید میں لکھی تھی اور اب نایاب ہوگئی تھی، ایک جرمن کتاب فروش کی مشہور دکان سے جہاں ہر زبان کی پرانی اور نایاب کتابیں بکتی ہیں، سرسید نے دس گنی قیمت پر لندن میں خریدی۔ اصل مطلب اس کے خریدنے سے یہ تھا کہ خطبات احمدیہ کی تصنیف میں اس سے مدد لی جائے مگر انہوں نے ہندوستان میں آکر ان لوگوں کے لیے جن کو مشنریوں سے مذہبی گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہے، پانسو روپے خرچ کر کے اس کا اردو ترجمہ بھی جو حمایت الاسلام کے نام سے مشہور ہے، شائع کر دیا۔

سرسید کے انگلستان جانے سے ملک اور قوم کو بے انتہا فائدہ ہوا:

سچ یہ ہے کہ سرسید نے جس تحریر کے ذریعے سے ولایت جانے کے لیے گورنمنٹ سے اجازت چاہی تھی، جو کچھ اس تحریر میں لکھا تھا اس سے بہت زیادہ اپنے ارادوں کو پورا کر دکھایا۔ وہ لندن سے نہایت قیمتی اطلاعیں لے کر ہندوستان میں آئے، جن سے انہوں نے ملک اور قوم کو بے انتہا فائدہ پہنچایا۔ شمالی ہندوستان میں ان سے پہلے ظاہراً کسی ہندو یا مسلمان نے اپنی اولاد کو تعلیم کے لیے ولایت نہیں بھیجا تھا۔ غالباً سید محمود شمالی ہندوستان میں پہلے شخص ہیں جو ولایت سے بیرسٹری کا ڈپلوما لے کر آئے؛ محض انہیں کی ریس سے اس ملک کے ہندو مسلمانوں کو اپنی اولاد کے ولایت بھیجنے کا حوصلہ پیدا ہوا اور انہیں کی دیکھا دیکھی ولایت جانے والے دیسی طالب علموں کا ہندوستان سے انگلستان تک تانتا بندھ گیا۔ جس زمانے میں سرسید ولایت گئے انہیں دنوں میں سائنٹیفک سوسائٹی اخبار علی گڑھ میں چھپا تھا کہ سید احمد کے ولادیت جانے سے ہندوستان کے واسطے ایک عمدہ مثال قابل تقلید قائم ہوگئی ہے؛ چنانچہ کلکتہ کے ایک نوجوان مسلمان سید امیر علی [۱] (یعنی آنریبل سید امیر علی مرحوم سی۔ ایس۔ آئی جج ہائی کورٹ کلکتہ وممبر پریوی کونسل لندن۔ 'اسماعیل') لندن روانہ ہوئے ہیں اور بہت سے ولایت جانے کو تیار ہو رہے ہیں۔ سید امیر علی نے

www.taemeernews.com

صرف ولایت کا سفر کرنے ہی میں سرسید کی تقلید نہیں کی بلکہ اسلام کی خدمت کرنے میں اور اس کی خوبیاں یورپین قوموں پر ظاہر کرنے میں بھی سرسید کا پورا پورا اتباع کیا ہے۔ ان کی دو باوقعت کتابیں ''لائف آف محمدؐ'' اور ''اسپرٹ آف اسلام'' جو انگریزی میں شائع ہو چکی ہیں، اس دعوے کی شاہد ہیں۔

نواب محسن الملک اپنی ایک تحریر میں آنریبل حاجی اسماعیل خاں کو لکھتے ہیں'' سید احمد خاں ولایت گئے مگر اس مطلب سے کہ اپنی آنکھ سے اس قوم کو جو اس وقت تمام اقوام روئے زمین پر شرف رکھتی ہے انہیں کے گھروں اور انہیں کے ملک میں دیکھیں۔ اور جو کچھ وہاں دیکھا ہے واپس آکر اپنی قوم میں پھیلائیں لوگ ولایت میں جا کر تماشا گاہ، تھیٹر، پارک، میوزیم اور عمارات کی سیر کرتے ہیں اور یہ حامیٔ دین اسلام کتب خانے میں بیٹھا ہوا خطبات احمدیہ کی تصنیف میں منہمک تھا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے انتظام پر غور کر رہا تھا۔ اس شخص کا ولایت پر جانا قوم کے واسطے تھا، رہنا قوم کے واسطے اور واپس آنا قوم کے واسطے۔''

ولایت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کے خیالات:

الغرض.....ولایت کا سفر جو سرسید نے ۱۸۶۹ء میں کیا، اگرچہ بظاہر اس غرض سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کو تعلیم کے لیے انگلستان لے جا کر اس کے آرام و آسائش و تعلیم و تربیت کا انتظام اپنی آنکھوں کے سامنے کریں اور اس کی طرف سے ہر طرح کا اطمینان حاصل کر کے واپس چلے آئیں مگر جن مشغلوں اور جن منصوبوں میں انہوں نے سترہ مہینے لندن میں بسر کیے، ان سے صرف پایا جاتا ہے کہ بیٹے کی تعلیم کا صرف ایک بہانہ تھا ورنہ اصل منشاء اس سفر دور دراز کا قوم کی خیر خواہی اور اسلام کی حمایت کے جوش کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی لگن میں سرسید کا حال بعینہ اس شعر کا مصداق تھا ؎

ترکت للناس دنیاہم ودینم۔شغلاً لحبک یا دینی ودنیائی [۱] (شاعر اپنے

www.taemeernews.com

محبوب کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی دنیا اوران کا دین مبارک ہو، میرا تو دین بھی تو ہی ہے اور دنیا بھی تو ہی۔)

دل سوزی کے آرٹیکل:

ان کے سفرنامے سے اوران کے آرٹیکلوں سے جو وقتاً فوقتاً وہ سوسائٹی کے اخبار میں چھپنے کے لیے ولایت سے ہندوستان میں بھیجتے رہے، ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان سے جاتے وقت جو حالت کہ وہ مسلمانوں کی دیکھ گئے تھے، اس سے ان کے دل پر عجب بے چینی اور قلق کا عالم تھا؛ خصوصاً ان کے دل کی کیفیت اور تلاطلی ان پرائیویٹ خطوں کے دیکھنے سے بالکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے جو انہوں نے اپنے ہمدرد اور دلی دوست سید مہدی علی خاں کو ولایت سے بھیجے۔ صاف پایا جاتا ہے کہ ایک شخص قوم کے سوز میں انگاروں پر لوٹ رہا ہے، کبھی یورپ کی ترقی کے مقابلے میں مسلمانوں کی پستی وتنزل کا اندازہ کر کے نہایت مایوسی کے الفاظ لکھتا ہے، کبھی کسی انگریزی اخبار میں کوئی مضمون مسلمانوں کے برخلاف دیکھ کر پیچ وتاب کھاتا ہے، کہیں یہ صلاح دیتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی انجمن مسلمانوں کی طرز معاشرت کی اصلاح کے لیے جلد قائم کرنی چاہیے، کبھی اسی غرض سے کوئی قومی اخبار یا میگزین ہندوستان میں جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے، کبھی انگریزی میں ایسی کتابیں لکھوانے پر کمر باندھتا ہے جن میں یورپ کے مؤرخوں کے ان بے جا اعتراضات کا جواب دیا جائے جو انہوں نے مسلمان بادشاہوں یا خلیفوں پر وارد کیے ہیں اور جن کا اثر ہندوستان کے مسلمانوں کی پولیٹیکل حالت پر بہت برا پڑتا ہے اور اس کام کے لیے ہندوستان سے چندہ طلب کرتا ہے، کبھی ایسی کتابیں لکھوانے کا ارادہ کرتا ہے جن سے مسلمانوں کو اپنی گذشتہ عظمت کا خیال پیدا ہو اور ان کو سلف کی ترقی اور اپنے تنزل کا اندازہ کرنے سے غیرت آئے، کبھی کسی ہندوستان کے مسلمان کے اعزاز کی خبر سن کر نہایت خوشی ظاہر کرتا ہے اور کبھی کسی ایسے قانون کے نافذ ہونے پر جس سے ہندوستانیوں کے حقوق کو

www.taemeernews.com

صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے افسوس کرتا ہے.....اسی طرح سرسید کے تمام خطوں میں جو ولایت سے انہوں نے سید مہدی علی خاں کو لکھے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کا دکھڑا رونے کے سوا کوئی مضمون نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں میں انگریزی تعلیم پھیلانے کی تدبیریں:

سرسید کے تمام منصوبے جو وہ ابتداء سے مسلمانوں کی بھلائی کے لیے برابر باندھتے رہتے تھے، اس رائے پر آکر ختم ہو گئے کہ ہندوستان میں چل کر قوم کی تعلیم کے لیے ایک محمدن کالج یا محمدن یونیورسٹی قائم کی جائے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی سوشل اور پولیٹیکل حالت درست کرنے کے لیے ایسوسی ایشن قائم کرنی یا کاغذ کی ناؤ سے اس دریا کو طے کرنا کسی طرح ممکن نہیں بلکہ جب تک ان میں انگریزی تعلیم نہ پھیلائی جائے گی، ان کی بھلائی کی تمام تدبیریں ایسی ہی فضول اور بے کار ثابت ہوں گے جیسے کسی کھیت میں تخم ریزی سے پہلے آب پاشی کرنا۔ انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اپنی تمام زندگی اس کام پر وقف کر دیجیے۔

ولایت میں ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر پمفلٹ لکھنا:

چنانچہ اس مقصد کے لیے تمام ابتدائی مدارج جو ولایت میں طے ہونے ممکن تھے، انہوں نے وہیں طے کر لیے۔ ایک پمفلٹ جس میں ہندوستان کے موجودہ نظام تعلیم پر اعتراض اور بجائے اس کے جو طریقۂ تعلیم ان کے نزدیک ہندوستان کی حالت کے مناسب تھا، اس کو بیان کیا تھا، لندن میں شائع کیا تا کہ جن کی رائے اس کے خلاف ہو وہ اخباروں کے ذریعے سے ظاہر کریں۔

کیمبرج یونی ورسٹی کو دیکھنا:

نیز کیمبرج یونی ورسٹی کو خود جا کر نہایت توجہ سے دیکھا اور اس کے تمام جزئی وکلی حالات پر غور کی۔

www.taemeernews.com

اشتہار جاری کرنا:

پھر مسلمانوں اور نیز گورنمنٹ کی اطلاع کے لیے اردو اور انگریزی میں اشتہار چھپوا کر سید مہدی علی خاں کے پاس اشاعت کی غرض سے ہندوستان میں بھیجے اور ہندوستان میں آ کر نہایت باقاعدہ اور دانش مندانہ طریقے سے اس منصوبے کو پورا کرنے پر کمر باندھی جوان کی سال ہا سال کی غور وفکر کا آخری نتیجہ تھا۔

ولایت سے ہندوستان واپس آنا:

سرسید ایک سال اور پانچ مہینے لندن میں قیام کرنے کے بعد ۴ر ستمبر ۱۸۷۰ء کو مع سید حامد مرحوم کے لندن سے ہندوستان کو روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی کے بعد ایک لمبا مضمون ہندوستان کے ایک مسلمان مقیم لندن سید عبداللہ نام نے اخبار ہوم ورڈ میل مورخہ ۲۶ر ستمبر ۱۸۷۰ء میں سرسید کی نسبت چھپوایا تھا جو سوسائٹی اخبار مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۸۷۰ء میں بھی نقل کیا گیا تھا۔ اس مضمون میں سے چند فقرے مختلف مقامات سے لکھے جاتے ہیں:

''جن انگریزوں سے یہاں (یعنی انگلستان میں) ملاقات ہوئی، ان پر ان کی عام لیاقت کا اور اس بات کا کہ جن شخصوں نے ان سے ہندوستان کی بابت گفتگو کی، ان سب کو ہر ایک امر سے بخوبی آگاہ کر دیا، بہت عمدہ اثر ہوا۔ یہاں کے بہت سے مدبر ان سلطنت کی رائے ہے کہ اگر ہم ایسے لائق اور واقف کار ہندوستانی مسلمان سے جیسے کہ سید احمد خاں ہیں، نہ ملتے تو ہندوستانیوں کی لیاقت کی نسبت ہماری رائے ہمیشہ ضعیف اور بودی ہوتی۔ اس مضمون کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو ہندوستانی تربیت یافتہ اور مہذب ہوتا ہے، اس کی اہل یورپ کیسی قدر ومنزلت کرتے ہیں۔ سید احمد خاں کی بدولت اس بات کا ثبوت حاصل ہونے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ اس ملک میں ہندوستان کے ایک شریف آدمی کی بڑی قدر ومنزلت ہوتی ہے اور اعلیٰ درجے کے انگریز اس سے بڑی محبت اور تواضع اور تکریم سے پیش آتے ہیں۔''

۲ر اکتوبر ۱۸۷۰ء کو سرسید مع سید حامد مرحوم کے ولایت سے بمبئی پہنچے اور اسی مہینے میں بنارس پہنچ کر اپنے عہدے کا چارج لے لیا۔

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر۳

اقتباسات از خطوط سرسید بنام مولوی مہدی علی خاں بابت سفر لندن

سرسید نے سفر لندن کے متعلق بہت سے خطوط مختلف اوقات میں اپنے گہرے دوست مولوی سید مہدی علی خاں (نواب محسن الملک) کو لکھے تھے جن میں انہوں نے نہایت دلچسپ حالات بیان کیے تھے اور ان تمام مصروفیات کا ذکر کیا تھا جن میں سرسید وہاں مصروف رہے یہ تمام خطوط سرسید کے دوسرے نہایت دلی دوست مولوی سید زین العابدین کے پاس محفوظ تھے۔ جب مولانا حالی نے ''حیات جاوید'' لکھنی شروع کی تو یہ سارے خطوط سید صاحب مرحوم نے مولانا حالی کو بھیج دیے۔ ۱۹۰۱ء میں ''حیات جاوید'' شائع ہوگئی تو مولانا حالی کے دوست مولوی سید وحید الدین سلیم نے وہ تمام خط مولانا سے لے کر اپنے رسالہ 'معارف' میں شائع کر دیئے۔ چونکہ ان خطوط میں سرسید کے سفر لندن کے متعلق بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اس لیے ہم یہاں ان خطوط کے وہ حصے درج کرتے ہیں جو صرف سفر لندن کے متعلق ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا خط ۱۶/اپریل ۱۸۶۹ء کو لکھا ہے جب کہ وہ بمبئی سے ۱۰/اپریل کو ''بڑودہ'' جہاز میں سوار ہو کر عدن پہنچنے والے تھے اور سب سے آخری خط ۸/جولائی ۱۸۷۰ء کا ہے جب کہ سرسید انگلستان سے واپسی کے لیے بالکل تیار بیٹھے تھے۔ (محمد اسماعیل)

(۱)

الوداعی نظارہ:

بعد سلام مسنون التماس آنکہ جس رنج و محبت سے آپ نے مجھ کو اور میں نے آپ کو رخصت کیا، ہمارا آپ کا دل جانتا ہے۔ اب خدا سے دعا ہے کہ ان شاء اللہ

www.taemeernews.com

تعالیٰ مع الخیر والعافیۃ پھر ہم سب تم سب سے ملیں گے۔ میرا مفصل حال اخبار سوسائٹی سے معلوم ہوگا۔

عدن پہنچنا:

میں بفضل الٰہی مع الخیر قریب عدن کے پہنچتا ہوں۔ چند گھنٹے قبل عدن کے پہنچنے کے ڈاک ہند لے لی جاتی ہے، اس سبب سے یہ خط ڈاک میں ڈال دیا۔ چند گھنٹے بعد عدن پہنچے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سائنٹیفک سوسائٹی کی فکر:

مجھ کو علاوہ فرقت احباب کے یہ رنج بڑا ہے کہ میرے پیچھے لوگ عقل کے دشمن سائنٹیفک سوسائٹی کی بڑی مخالفت کریں گے اور کوئی درجہ سعی وکوشش کا واسطے شکست دینے سائنٹیفک سوسائٹی کے باقی نہ رکھیں گے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ سوسائٹی کی طرف زیادہ متوجہ ہوں اور اس کو سنبھال لیں اور ممبروں کے بڑھانے میں زیادہ کوشش فرمائیں۔

(۲)

سفرنامہ چھاپنے کا خیال:

جس قدر مجھ کو خوشی آپ کے عنایت نامہ کے پہنچنے سے ہوئی ہے بیان نہیں ہوسکتا۔ یہ مقولہ کہ ''الخط نصف الملاقات'' غلط بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہے، مفارقت میں اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ میں برابر اپنے حالات لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں، اخبار میں چھپنے دیجیے۔ بعد معاودت ان شاء اللہ تعالیٰ نظر ثانی کر کے رسالۂ سفر مرتب کر کے چھاپوں گا۔ میں حتی الامکان نہایت مفصل حالات لکھتا رہوں گا۔ جو جو مراتب آپ نے لکھے ہیں، وہ آخر کو بالتفصیل لکھوں گا۔

ہر شخص اپنے عقیدے کو قائم رکھتے ہوئے ولایت کا سفر کرسکتا ہے:

بعد آنے کے معلوم ہوا کہ سفر چنداں سخت نہیں ہے، نہایت آرام، کا سہل ہے

www.taemeernews.com

اور کوئی چیز مذہبی ایسی نہیں ہے کہ مسلمان اس کو اپنی خاطر خواہ نہ کر سکے؛ یہاں تک کہ ایک شیعہ جو مشرک کو نجس حقیقی جانتا ہے، وہ بھی اپنے مذہب کے موافق رہ سکتا ہے مگر کسی قدر اہتمام و تردد سے، ذبیحہ مسلمان کا دستیاب ہوسکتا ہے؛ غرضیکہ کوئی بات مشکل نہیں ہے، بعضے امور بلا تکلف اور بعض امور بہ تکلف انجام پا سکتے ہیں۔

سفرنامے کی تدوین کی ہدایت:

میں چاہتا ہوں کہ حالات سفر جو اخبار میں چھپتے ہیں، آپ ان کو بطور کتاب یکجا نقل کرواتے جائیں اور جس امر کی نسبت زیادہ تفصیل کی حاجت ہے، مجھ کو لکھ کر دریافت فرمالیں اور اس کو اس میں اضافہ کردیں تا کہ آپ کی صلاح سے کتاب بھی درست ہوجائے اور سب چیز کو حاوی بھی ہو اور میرے آنے تک کتاب مرتب تیار ہوگی اور صرف چھپنا شروع ہوگا۔ میں بعض بعض عمدہ مکانات کے نقشے بھی لاؤں گا اور وہ بھی کتاب میں چھپوائے جائیں گے؛ بہر حال بعد نظر ثانی یہ کتاب حاوی تمام چیز کو ہوگی۔

تعلیمی ترقی میں ہندوؤں کی اولیت:

دو ہندو واسطے امتحان سول سروس کے بمبئی سے اور آئے ہیں۔ افسوس ہے مسلمان پیچھے رہے جاتے ہیں۔ چار بنگالی اب کی دفعہ سول سروس میں پاس ہوئے ہیں۔ محمود مدرسہ قانونی میں داخل ہوگیا ہے۔

لندن کے اراکین سے ملاقاتیں:

مجھ سے اور یہاں کے اراکین سے روز بروز ملاقات ہوتی جاتی ہے بلکہ اس قدر ملاقات کا موقع اور جگہ ہے کہ شاید میں ان سب سے نہ مل سکوں گا۔ جس اخلاق سے یہاں کے امرا اور اراکین ملتے ہیں اس کا بیان بیان سے باہر ہے کچھ میرے ہی ساتھ یہ اخلاق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں وہ لوگ با اخلاق اور سادہ مزاج اور بے غرور ہیں۔ میں ہر دم اپنے ملک کی بھلائی کے خیال میں ہوں اور عنقریب کچھ کچھ ان شاء

www.taemeernews.com

اللہ تعالیٰ مشتہر کرنا شروع کرتا ہوں۔ وزیر ہند میرے آنے کے دو تین دن بعد باہر چلے گئے ہیں، اوّل ان سے ملاقات خاص ہولے تب کچھ تحریک بہتریٔ ہندوستان شروع ہوگی۔

میور صاحب کی لائف آف محمدؐ کے جواب کا خیال:

قبل اس کے ایک عریضہ مع اشتہار کتاب کے روانۂ خدمت عالی کیا ہے، ملاحظہ سے گذرا ہوگا اور امید ہے کہ زر مطلوبہ روانہ فرمایا ہوگا۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ بعض احباب نالائق مثل مولوی زین العابدین کے میرا ارادہ در باب تحریر جواب کتاب میور صاحب جو نسبت آنحضرت صلعم کے لکھی ہے، ست کر دیا اور بروقت روانگی سامان اور چندہ کرنے نہیں دیا۔ یہاں اس کے جواب کا اس قدر سامان ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا خصوصاً وہ عالم انگریزی جس نے وہ کتاب لکھی ہے جس کا پہلے میں نے ذکر کیا، ایسا عمدہ شخص اس کے جواب کے لائق ہے کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ ا☆ (یہ عالم مسٹر جان ڈیون پوٹ تھے جن کی کتاب ''اپالوجی فار محمدؐ اینڈ قرآن'' کو جو انہوں نے عیسائیوں کے برخلاف اسلام کی حمایت میں لکھی تھی، سرسید نے خود اپنے روپے سے لندن میں چھپوایا تھا اور اپنے دوستوں کو بھی اس سلسلے میں اعانت کی تحریک کی تھی۔ سید مہدی علی خاں کو انہوں نے اس سلسلے میں جو پہلا خط لکھا تھا (جس کا اشارہ مکتوب ہذا میں بھی ہے)، وہ انہیں نہیں مل سکا (محمد اسماعیل))

کتب خانۂ انڈیا آفس و برٹش میوزیم:

کتب خانۂ انڈیا آفس میں نے دیکھا، ہوش جاتے رہے۔ کتب خانہ نہیں ہے، کتابوں کا شہر ہے۔ مجھے وہاں جانے کی اور پڑھنے کی جو چاہوں اور نقل کی سب اجازت ہوگئی۔ ابھی کتب خانہ برٹش میوزیم نہیں دیکھا ہے۔ سنا ہے کہ وہ اس سے بھی بہت بڑا ہے۔ بہرحال میں کچھ نہ کچھ نسبت جواب کتاب ولیم میور صاحب کے ضرور کروں گا۔

۴ر جون ۱۸۶۹ء

www.taemeernews.com

(۳)

لندن میں خطاب کا ملنا:

بعد سلام مسنون الاسلام عرض یہ ہے کہ سب سے اول آپ کو یہ خوش خبر سناتا ہوں کہ حضور ملکہ معظمہ نے مجھ کو بخطاب ''کمپینین آف دی سٹار آف انڈیا'' معزز وممتاز فرمایا اور تمغائے ''سٹار آف انڈیا'' مرحمت ہوگا۔ اب میں احباب کی دعا سے سید احمد خاں بہادر سی۔ ایس۔ آئی ہوگیا۔ مجھ کو یقین ہے کہ اس امر سے آپ سب سے زیادہ خوش ہوں گے اس لیے کہ باقی احباب کو ذرا عقل کم ہے۔ یہاں کے تمام معزز انگریز دوستوں نے اس قدر مبارکبادی اس درجے کی دی ہے اور ایسا معزز خیال کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ لارڈ لارنس گورنر جنرل بہادر نے میرے لیے جلسہ منعقد کیا اور بڑے بڑے رؤساء ومدبران کو ملاقات کے لیے بلایا ہے، ۲۳ر تاریخ کو وہ جلسہ ہوگا۔

مسٹر ڈیون پوٹ کی قلمی امداد کی پرزور تحریک:

وہی شخص جس کی کتاب کا اشتہار میں نے پہلے روانہ کیا ہے، وہ ایک اور کتاب لکھنی چاہتا ہے جس میں وہ ان اعتراضوں کا بالتخصیص جواب لکھے گا جو معراج اور شق صدر کی نسبت لوگوں نے کیے ہیں۔ اس کی تحریر میں وہ مجھ سے بھی مدد چاہتا ہے اس لیے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ بمجرد پہنچنے عریضۂ ہذا کے کتب مفصلۂ ذیل میں سے مقامات مندرجہ ذیل بہت خوشخط نقل کروا کے بھیج دیجیے۔ اگر کوئی لفظ غریب ہو، ضبط اعراب بھی اس کا فرما دیجیے، اور مشکل لفظ کا حل یا ترجمہ تاکہ یہاں لغت میں دیکھنے کی حاجت نہ پڑے۔

نمبر ۱- صحاح ستہ اور موطا امام مالک میں سے کل حدیثیں متعلق شق صدر اور معراج نقل فرما دیجیے۔ بالکل پوری نقل ہو مع کامل سند یعنی اسماء راویوں کے؛ کچھ اختصار یا خلاصہ نہ کیا جاوے۔ فقط

نمبر ۲- تفسیر کبیر میں سے آیات مفصلہ ذیل کی بجنسہٖ تفسیر:- "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ.....الی انہ ھو السمیع البصیر"

www.taemeernews.com

سورہ نجم از اول الی آیت " لقد رای من آیات ربه الکبریٰ"
نمبر۳-تفسیر آیہ " وما جعلنا الرویا التی اریناك (الخ)"
نمبر۴- علاوہ اس کے اگر کوئی بات آپ مناسب سمجھیں ارقام فرماویں۔ان دونوں مسئلوں کے جواب میں جو کچھ اس کی یعنی مصنف کتاب انگریزی کی رائے ہے، وہ ہمارے فائدے سے خالی نہیں۔فرض کرو کہ کوئی بات وہ ایسی لکھے جو عام مذہب کے برخلاف ہو، ہمارا کیا وہ انگریز نے لکھی ہے مگر جس قدر کہ وہ تعریف وتائید اور صحت ان واقعات کی وصداقت اور صحیح بیان کرنا پیغمبر صادق صلعم کا انگریزی روش پر بیان کرے گا ہمارے نہایت مفید ہوگا اور مسلمانان انگریزی خواں کو بہت فائدہ دے گا، ان کے کان میں کچھ اچھے اچھے خیال ہمارے مذہب کی جانب سے جاویں گے۔اب تو انگریزی میں بجز برائی کے اور کچھ نہیں ہے۔

نوٹ: بخاری میں شرح صدر دو جگہ ہے: کتاب المعراج میں اور کتاب الصلواۃ میں، دونوں جگہ سے نقل کیجیے گا۔کتاب المعراج کے اخیر میں ایک حدیث ہے جس میں یہ لفظ ہیں:-''ہذا رویا عین رأت عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔''
اس حدیث کو بھی نقل کیجئے گا۔فقط

۱۲/جون ۱۸۶۹ء

(۴)

رسالۂ اسباب بغاوت ہند کا انگریزی ترجمہ:

پہلے خط بھیج چکا ہوں۔'اسٹار آف انڈیا' کی خوش خبری سنا چکا ہوں۔ میں انڈیا آفس میں صاحب سکرٹری وزیر ہند کے پاس گیا تھا، انہوں نے مجھ کو کونسل کے کاغذات میں میری کتاب ''اسباب بغاوت ہند'' مع تمام وکمال انگریزی ترجمے کے دکھلائی۔اسے دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔جو کچھ رائیں اس کی بدولت قرار پائیں، ان کا بیان بے فائدہ ہے۔اہل ہند ناقدردان، دوست کش اور اپنے خیر خواہ کے دشمن ہیں مگر میں خوش ہوں کہ میرے ہم وطنوں کی بھلائی ہوئی۔

www.taemeernews.com

گورنمنٹ ہند کے انتظام کے متعلق ایک کتاب شائع کرنے کا خیال:

اب میں ایک اور کتاب انتظام گورنمنٹ انڈیا پر لکھ رہا ہوں۔ انڈیا کونسل کے بعض ممبروں نے فرمایا کہ ہم ایک دن فرصت کا مقرر کر کے ہندوستان کے باب میں گفتگو کریں گے۔ کچھ تھوڑی سی گفتگو نسبت انتظام پنجاب اور فائدہ میونسپل کمیٹی پر ہوئی۔ اگر وہ کتاب میری چھپی اور مجھ میں اس کے چھاپنے اور انگریزی عبارت کی اصلاح میں جو خرچ ہوگا، اس کے خرچ کا مقدور ہوا تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں اور اس کتاب سے کس قدر فائدہ ہوگا اور کیسا صاف صاف لکھ رہا ہوں۔ بغیر چھاپہ ہونے کے اس کی شہرت اور تمام لوگوں کی توجہ اور ہر جگہ اس پر بحث و گفتگو نہیں ہوسکتی اور بغیر اس کے کچھ فائدہ نہیں۔ آپ کے نزدیک جو باتیں قابل گفتگو زبانی کے ہوں یا قابل اندراج کتاب، ان کو جلد اور بہت جلد ارقام فرمایئے۔

ولایت میں ملاقاتوں پر خرچ:

جس دن کہ جناب ڈچز آرگائل یعنی اہل خانہ وزیر ہند نے دعوت میں مجھے بلایا ہے اس رات وہاں مسٹر پالک صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، انہوں نے اپنا پتا لکھ دیا۔ دوسرے دن میں وہاں گیا، وہ گھر پر نہ تھے، ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ کرایے کی بگھی میں کیا خرچ پڑتا ہے؟ دس روپے روز! میں نے کہا ''مرے! اس لیے دوبارہ نہیں گیا، پھر کسی دن جاؤں گا۔''

ملاقاتیوں کی کثرت:

اس وقت میرے پاس تیس چٹھیاں ملاقات کی اور دس پندرہ ٹکٹ رکھے ہیں اور یہ سب امراء اور لارڈ اور سر ہیں۔ صرف خرچ سواری کے ڈر کے مارے کہیں نہیں گیا اور نہ خیال کرسکتا ہوں کہ کیوں کر سب سے ملوں گا۔ جو لوگ کہ میرے گھر پر آجاتے ہیں لاچار ان کے ہاں یا جس کے پاس نہایت ضرور جانا چاہیے، وہاں جاتا ہوں۔ سو اب تک سوائے ایک دفعہ کے دوسری دفعہ کی نوبت نہیں پہنچی۔

www.taemeernews.com

ولایت میں اخراجات کی زیادتی:

ایک آدمی ڈیڑھ سو روپے مہینے میں یہاں بخوبی بآرام گزر کرسکتا ہے الا جب کہ آنا جانا چاہے اور لوگوں سے ملے اور عزت کے ساتھ جانا آنا چاہے تو صرف سواری خرچ چار سو روپے ماھواری پڑے گا، کبھی ایک گھوڑا اور کبھی دو گھوڑے کی بگھی نصیب ہوگی۔ بعضے ایسے موقع ہوتے ہیں کہ وہاں ضرور دو گھوڑوں پر جانا چاہیے۔ شب گذشتہ کو صرف محمود کی ایک انگریز نے دعوت کی تھی، دو گھنٹے ان کو وہاں لگے اور ایسی سڑیل گاڑی میں یکّے میں گئے تھے جیسے بنارس میں دو دو تین تین آنے کرایے کے یکّے ہوتے ہیں؛ ۷ شلنگ یعنی سات روپے آٹھ آنے خرچ ہوئے۔ اب مواقف یہاں کی رسم کے دوسرے یا تیسرے دن صاحب خانہ سے ضرور ملنے جانا چاہیے، اسی قدر پھر خرچ ہوگا۔ صرف ایک دوست کے ہاں بلا تکلف جانے میں سات روپے ہوئے؛ پس مجھ کو خرچ کی بڑی فکر ہے اور نہایت اندیشہ ہے کہ کیا ہوگا؟ اس لیے حد سے زیادہ تنگی سے خرچ کرتا ہوں۔

بادشاہوں کی تصویروں کا البم:

تصویریں تمام بادشاہوں کی اور سلطان روم کے جلسے کی سب ہیں؛ نہایت عمدہ کتاب جس میں قرینہ قرینہ سے سب تصویریں تمام بادشاہان روئے زمین کی حسب خواہش لگی ہوں اور کتاب البم فرمائشی حسب خاطر خواہ تیار ہو تو سو ڈیڑھ سو روپیہ خرچ ہوگا۔ میں نے تو قسم کھائی ہے؛ اگر آپ کو شوق ہو تو زر عنایت ہو، بندہ سب طرح تیار کرا کے بھیج دے گا۔

مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کے اخراجات:

حماقت سے اس فرنگی کی کتاب چھپوالی ہے، پچاس روپے تو خود چندے میں دیے اور اگر اور لوگوں کے پاس سے چندہ نہ آیا تو کئی سو روپے کا دھبہ لگے گا کیوں کہ جن احباب کو لکھا ہے، ان میں بعض ایسے بھی ہیں جن سے اس کی تعمیل کی توقع نہیں ہے اور وہ کتاب قریب نصف کے چھپ چکی ہے۔ دو ہفتے میں تمام ہو جائے گی اور چھاپہ خانے کا بل میرے نام پر پہنچے گا۔

۱۸/جون ۱۸۶۹ء

www.taemeernews.com

(۵)

مولوی مہدی علی کے لندن آنے کا خیال اور اس کے لیے اخراجات کا تخمینہ:

جو کچھ آپ نے لکھا ہے کبھی اس پر بزور یقین لاتا ہوں، پھر شک میں پڑ جاتا ہوں۔ اگر آپ لندن میں آئیں تو مجھ کو اور بالخصوص محمود کو جو خوشی ہوگی اس کا اندازہ غیر ممکن ہے مگر میں تو ان سب باتوں کو اب تک واہیات سمجھتا ہوں۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچنے کے بعد میں مسٹر پالک صاحب کے گھر گیا۔ اتفاق سے وہ نہیں ملے اور آج ڈاک ہندوستان کی روانہ ہونے والی تھی اس لیے یہ خط لکھنا ضرور پڑا ورنہ ایک ہفتہ اور تاخیر ہو جاتی۔ دس ہزار روپیہ قرض ملنا نہایت مشکل ہے، میں نہایت تکلیف ابھی اٹھا چکا ہوں۔ باوجود یکہ جائداد رہن کی اور پانچ ہزار روپے کا سود بحساب چودہ فیصدی اور پانچ ہزار کا سود بحساب آٹھ فیصدی دیتا ہوں۔

گورنر جنرل کا سرسید سے ملنے آنا:

یہاں تک میں خط لکھ چکا تھا کہ جناب لارڈ لارنس بہادر گورنر جنرل و وائسر ائے ہندوستان میرے ملنے کو تشریف لائے اور اب جو وہ تشریف لے گئے تو پھر خط لکھنا شروع کیا۔

جو باتیں آپ نے لکھی ہیں بجز دس ہزار روپیہ قرض لینے کے اور کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر حقیقت میں تم چاہو تو بخوبی آسکتے ہو اور کچھ بہت روپیہ درکار نہیں ہے۔ دو ہزار روپیہ خرچ آمد و رفت اور دو سو روپیہ ماہواری خرچ اینجا نہایت کافی ہے۔ پانچ ہزار روپے میں ایک برس بخوبی سیر کر سکتے ہو اور اگر پڑھو تو اس عرصے میں نہایت قابل انگریزی میں ہو جاؤ گے۔ میں نے انگریزی کا شوق نہیں کیا اور نہ ارادہ۔

خطبات احمدیہ کا پہلا نام اور اس کی تصنیف کی ابتداء:

''مواعظ احمدیہ فی اسرار ملۃ محمدیہ'' لکھ رہا ہوں، انگریزی میں ترجمہ ہو رہا ہے، خدا پورا کرے۔ اس کے مضمون دیکھ کر تعجب تو آپ بھی کریں گے لیکن اور

www.taemeernews.com

بہت سے مسلمان کافر بتائیں گے۔

نہ کافرم نہ مسلمان نہ دل بدست نہ دینم
خدائے بردل من دارد آگہی کہ چینم

افسوس کہ یہاں کوئی مددگار نہیں۔

گورنمنٹ کے ہندوستانی افسران کے متعلق ایک تحریک:

میں نے یہاں بڑی غل مچائی ہے کہ ہندوستانی افسروں کو جو ولایت آنا چاہیں، رخصت بلاوضع تنخواہ ملنی چاہیے۔ اکثر ممبران انڈیا کونسل کان بھی میری فریاد پر رکھتے ہیں؛ چناں چہ میں نے اپنی درخواست پیش کی ہے، نقل اس کی آپ کے ملاحظے کو بھیجتا ہوں۔ اگر یہ ہوگیا تو بلاشبہ آپ کو رخصت پوری تنخواہ پر مل سکے گی۔

۹ جولائی ۱۸۶۹ء

(۶)

مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کی طباعت کی تکمیل:

جس کتاب کے چھاپہ ہونے کا اشتہار میں نے بھیجا تھا وہ تمام ہوگئی۔ ہفتے یا دو ہفتے کے بعد اس کے نسخے آپ کے پاس روانہ کروں گا؛ آپ دیکھیں گے کہ مصنف نے کیسا انصاف اور کیسا سچ اختیار کیا ہے گو بعض خیالات اس کے ہمارے خیالات کے موافق نہ ہوں۔ وہ مسلمان نہیں ہے انگریز ہے، جب آپ اس کی کتاب دیکھیں گے تو جانیں گے کہ وہ انگریز ہزاروں مسلمانوں سے بہتر ہے۔

مسلمان حکمرانوں کے متعلق انگریزوں کی غلط بیانیاں اور ان کی تصحیح کی ضرورت:

اب ایک اور بات ضروری ہے جو لکھتا ہوں۔ انگریزوں نے مسلمان بادشاہوں اور مسلمان حکومتوں کی تاریخیں نہایت ناانصافی اور تعصب سے لکھی ہیں اور کوئی برائی نہیں ہے جو مسلمانوں کی طرف منسوب نہ کی ہو۔ ہماری قوم کے جوان لڑکے انگریزی میں انہیں کتابوں کو پڑھتے اور دیکھتے ہیں جس سے بڑا نقص پیدا

www.taemeernews.com

ہوتا ہے اور جو بات کہ از راہ ناانصافی اور تعصب کے مسلمانوں کی نسبت لکھی گئی ہے، اس کو وہ سچ اور واقعی سمجھتے ہیں اس لیے اس قسم کی انگریزی کتابوں کا پیدا ہونا جن میں مسلمانوں کا حال نہایت سچائی اور انصاف سے لکھا گیا ہو، نہایت مفید بلکہ نہایت ضروری ہے۔

اندلس اور صلیبی محاربات کے متعلق دو تاریخیں انگریزی میں لکھوانے کا خیال:

دو بہت بڑے واقعے دنیا میں ہوئے ہیں جن سے مسلمانوں کو نہایت بڑا تعلق ہے۔

ایک واقعہ فتح اندلس کا ہے جس میں سات سو برس تک مسلمانوں کی انگریزوں پر یعنی عیسائیوں پر حکومت رہی اور جو انصاف اور تعلیم و تربیت مسلمانوں نے اس قوم کی کی، عجیب اور قابل فخر ہے۔

دوسرا واقعہ کروسیڈ کا ہے یعنی آٹھ لڑائیاں جو مسلمانوں اور تمام عیسائی قوموں سے بیت المقدس پر ہوئیں۔ میں نے اس عالم صاحب سے کہا ہے کہ ان دونوں واقعوں کی دو مختصر تاریخیں وہ لکھ دیں اور ان کی رائے میں جو سچ اور انصاف ہو اور جس کا قصور اس میں ان کی منصفانہ رائے میں ہو، سب لکھیں اور چوں کہ وہ عالم صاحب نہایت منصف اور بہت بڑا عالم ہے اور جرمن، فرنچ، لیٹن، گریک زبان جانتا ہے اور سب مصنفوں کی کتابیں پڑھ کر رائے قائم کرتا ہے؛ صرف انگریزی کتابوں پر اس کو بھروسہ نہیں ہے اس لیے امید ہے کہ جیسی بلا تعصب اس نے یہ کتاب لکھی ہے ویسی ہی وہ بھی لکھے گا۔

ان دونوں کتابوں کے لیے چندے کی تحریک:

ان دونوں کتابوں کے چھپنے اور تیار ہونے میں آٹھ سو روپیہ تخمیناً خرچ ہوگا، فی کتاب چار سو روپیہ۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ وہاں کے احباب سے آٹھ سو روپیہ چندہ کر کے میرے پاس بھیج دیں۔ چندہ کرنے میں شہرت نہیں ہونی چاہیے اور صرف احباب مخلصین سے چندہ ہو، مثلاً آپ، میر ظہور حسین، زین العابدین، مرزا

www.taemeernews.com

رحمت اللہ اور احباب سے ملاقات کریں اور زبانی بات چیت کریں اور جو جو جس کی توفیق ہو اس سے لے کر جمع کریں۔

مسٹر ڈیون پوٹ کی تحقیق کہ کتب خانۂ اسکندریہ مسلمانوں نے نہیں جلایا:

ایک عجیب بات سینے کہ جو کتاب چھپ چکی ہے اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ جو الزام جلا دینے کا کتب خانہ مصر کا نسبت حضرت عمرؓ کی لگایا جاتا ہے، غلط ہے اور یونانی اور رومی تاریخوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ کتب خانہ جولیس سیزر کے وقت میں جلا (بیوقوف، شیخی پسند، بعض ناواقف مسلمان جن مورخوں نے اسی واقعہ کو مسلمانوں نے جب مصر فتح کیا اسی کے ساتھ لگا دیا) اس امر کا ایسا مستحکم ثبوت دیا ہے کہ وہ کتب خانہ جولیس سیزر نے جلایا جس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔

خطبات احمدیہ کے ایک باب کی تیاری:

مواعظ احمدیہ (۱ یہ اشارہ سرسید کی مشہور کتاب خطبات احمدیہ کے متعلق ہے۔ تالیف کرتے وقت اس کا نام سرسید نے مواعظ احمدیہ تجویز کیا تھا، بعد میں خطبات احمدیہ زیادہ موزوں نام معلوم ہوا۔ 'محمد اسماعیل') کا ایک وعظ تیار ہو گیا، انگریزی میں ترجمہ ہو گیا۔ اب انگریزی میں چھاپہ شروع ہوگا۔ اردو کتاب کے چھاپہ میں یہاں بہت لاگت لگتی ہے، بعد چھاپہ چند نسخے آپ کے پاس بھیجوں گا۔

۲۳ر جولائی ۱۸۶۹ء

(۷)

حمایت اسلام میں جان ڈیون پوٹ کی کتاب کی طباعت:

آپ کا عنایت نامہ ۲۸ر جون پہنچا۔ عجب اتفاق ہے کہ میرا نیاز نامہ مؤرخہ ۴ر جون آپ کے پاس پہنچا اور جو عریضہ مع اشتہار کتاب (مسٹر جان ڈیون پوٹ) اس سے پہلے روانہ کیا تھا وہ نہیں پہنچا۔ غالباً پہلا عریضہ سوتھمپٹن کی راہ گیا جو نہایت پھیر کا رستہ ہے مگر امید ہے بعد اس کے پہنچ گیا ہوگا۔ ایک انگریز نے جس کا نام مسٹر جان ڈیون پوٹ ہے حمایت اسلام میں ایک عجیب و غریب کتاب لکھی ہے۔ جناب

www.taemeernews.com

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حال لکھا ہے اور جس قدر اتہام اور الزام انگریزوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر اور مذہب اسلام پر لگائے ہیں، اس کا جواب دیا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب بالکل انگریزوں کے مخالف تھی، اس کا چھاپا ہونا اور فروخت ہونا مشکل تھا، میں نے کل لاگت چھاپہ کی دینی قبول کی اور احباب سے پچاس پچاس روپے اس کی لاگت ادا کرنے کو طلب کیے اور بعوض اس کے بارہ بارہ کتابیں دی جائیں گی۔ اسی بابت پچاس روپے آپ سے بھی طلب کیے تھے، پس اگر وہ خط نہ پہنچا ہو تو اب فی الفور پچاس روپے بھیج دو۔ وہ کتاب تیار ہوگئی، چھپ چکی، آئندہ میل میں روانہ کروں گا۔ تصویر مسٹر ڈیون پوٹ کی بھیجتا ہوں، نہایت تعظیم و ادب اور محبت رکھنے کے لائق آدمی ہے۔

ولایت میں رہتے ہوئے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کے متعلق سرسید کے عقیدہ:

جن لفظوں میں میں نے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کا ذکر لکھا اور جن سے آپ کو افسوس ہوا، اس کا عذر کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں، ہاتھ جوڑ کر ہندوستانی نہ شرعی طور پر توبہ کرتا ہوں۔ افسوس کہ مجھ کو ایسے لفظ لکھنے نہ آئے جن سے آپ کو افسوس نہ ہوتا، برائے خدا معاف کیجیے۔ جب میں وہ لفظ لکھ رہا تھا تم میرے دل میں اور میری آنکھوں کے سامنے تھے، یہ میں جانتا تھا کہ تم ناپسند کرو گے۔ بھائی! کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں برا کروں اور اس کو اس لیے چھپاؤں کہ لوگ برا نہ کہیں۔ ہم کو اپنے خدا سے معاملہ ہے جس کے ہاتھوں سے ایسے تنگ آئے ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہوسکتا: جو کام کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے، جو بات کہتے ہیں سن لیتا ہے، جو دل میں لاتے ہیں جان لیتا ہے، ایسا پیچھے چمٹا ہے کہ نہ جہاز میں چھوڑے نہ زمین پر چھوڑے، نہ رات کو الگ ہو نہ دن کو الگ، نہ غیر ذبح مرغی کھاتے وقت پیچھا چھوڑے۔ پس جب میں نے نہایت سچے دل اور درست اعتقاد سے ایسے دوست اور سچے رفیق خدا سے شرم نہ کی تو پھر بھائی مہدی علی سے کیا ڈر کرتا۔ میں اس کو قرآن مجید سے جائز سمجھتا ہوں نہ روایت شاذہ سے۔ بہر حال میں اس میں گفتگو نہیں کرتا، شاید میں غلطی پر ہوں۔ صرف

www.taemeernews.com

معافی چاہتا ہوں اور آپ سے نہایت سچے دل سے التجا کرتا ہوں کہ بعض آقاؤں کے نہایت بدخصلت اور بدکردار غلام ہوتے ہیں۔ وہ آقا اپنے غلام پر ناراض تو ہو جاتے ہیں مگر اس غلام کو غلام سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح گو آپ میری حرکات ناشائستہ سے ناراض ہوں مگر مجھ کو اپنا غلام سمجھتے رہیں ''برمن منگر برکرم خویش نگر''۔ یہ الفاظ میں نے نہیں لکھے، میرے دل نے لکھے ہیں۔

والی مصر کے ساتھ بعض علمائے مصر بھی تھے، سب انگریزوں کے ساتھ غیر ذبح کیے ہوئے جانور چٹ کرتے تھے۔

پالک صاحب کے پاس جانا:

میں دو دفعہ پالک صاحب کے پاس گیا، ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چار پانچ روز ہوئے کہ وہ ازراہ عنایت میرے مکان پر مجھ سے ملنے آئے، بہت عنایت سے ملے اور بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ میں نے عرضی پیش کی اور بہت کچھ کہا اور جو امداد کا وعدہ انہوں نے کیا تھا وہ یاد دلایا۔ انہوں نے بہت غور سے سنا اور غور و فکر کرتے رہے اور کہا کہ ہمارے پاس بھی ان کی انگریزی چھٹی آئی ہے۔ میں نے صاحب کلکٹر مرزاپور کے نام چھٹی لکھنے کو کہا۔ بعد تمام گفتگو کے یہ جواب دیا کہ ہم لکھیں گے اور مہدی علی کو بھی خود لکھیں گے۔ اب وہ مفصل میں چلے گئے، دو مہینے بعد آئیں گے اور وعدہ کر گئے ہیں ''بعد آنے کے تم سے بہت دفعہ ملوں گا اور بہت بات چیت کروں گا۔'' پس اگر انہوں نے اس عرصے میں کچھ نہ کیا تو جب وہ واپس آئیں گے پھر ذکر کروں گا۔

بادشاہوں کی تصاویر جمع کرنا:

میں آپ کے لیے تصویرات جمع کر رہا ہوں اور نہایت سلیقے سے عمدہ البم میں لگاؤں گا اور مکانات کی تصاویر بھی لیتا جاتا ہوں۔ آپ اس قدر عذرات مغایرانہ در باب ادائے قیمت کیوں لکھتے ہیں؟ میں نے خود تم سے قیمت طلب کی ہے۔ میں تم کو اپنے بھائی کے برابر سمجھتا ہوں، تم سے روپیہ لینے یا منگانے میں بروقت ضرورت یا بحالت لاچاری کچھ شرم نہیں ہے۔ بلاشبہ مجھ کو خرچ کی نہایت تنگی ہے، ان تصویروں

www.taemeernews.com

میں جو خرچ ہوگا تم کو دینا ہوگا بلکہ سوڈیڑھ سو روپے اس کام لے کیے پیشگی بھیج دو تو اور بھی بہتر ہے مگر میں نے جمع کرنی شروع کردی ہیں۔

لندن کے کتب خانے:

کتب خانۂ انڈیا آفس کی کوئی چھپی ہوئی فہرست نہیں ہے۔ کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی میں عربی فارسی نہایت قلیل معدود کتابیں ہیں۔ کتب خانۂ برٹش میوزیم ایک نہایت بڑا جنگل کتابوں کا ہے، کئی الماریاں صرف فہرست کی ہیں۔ اس میں سے تفسیر یاقوت التاویل کا حال دریافت کر کے آئندہ میل میں لکھوں گا۔

میور صاحب کی کتاب کے جواب کے پہلے باب کا خلاصہ:

میور صاحب کی کتاب کے جواب کا سامان نہیں ہونے کا، اب اس کی توقع نہیں۔ ایک انگریزی خوان اور ایک طالب علم جو مقامات نشان دادہ کو کتب میں تلاش ونقل کر سکتا ہے، میرے ساتھ ہوتے تو ایک برس میں اس کا جواب لکھ لیتا، اب نہیں ہوسکتا مگر میں اس کے مختلف مقامات پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ رہا ہوں اور انہیں کا نام ''مواعظ احمدیہ'' رکھا ہے۔ پہلا وعظ تیار ہوگیا، اس کا مضمون یہ ہے کہ مسلمانوں کی کتابوں میں معتبر وغیر معتبر اور صحیح وغلط روایتیں شامل ہیں اور وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی ہر ایک بات کو اصلی مذہب سمجھا جائے؛ پس جن لوگوں نے ہماری کتابوں کی روایتیں چن کر ہمارے مذہب پر یا جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت الزام واتہام دیا ہے، وہ حماقت ہے کیوں کہ اول یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ روایت صحیح ومعتبر بھی ہے یا نہیں، مگر اس کا طرز گذارش سیدھا صاف نہیں ہے، پیچ دار شمشیر برہنہ ہے۔ اس کے مصنف کے دل میں بجز مذہب اسلام کی محبت کے اور کسی کی محبت نہیں ہے۔ اس نے اس طرح یہ وعظ لکھا ہے جیسے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے محبت توحید میں'' تقویۃ الایمان'' لکھی ہے۔ ایک مقام پر لکھا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہادی اور قیاسی اصلی مذہب مسلمانوں کا نہیں ہے، وہ صرف ایک قانون دان کی رائے ہے۔ اگر ہزار ابوحنیفہ وشافعی کے مسائل اور اجتہادات غلط ہوں تو مذہب اسلام کی نورانیت

www.taemeernews.com

میں کچھ فرق نہیں آتا۔ پسکسی مجتہد کی رائے پر اعتراض کر کے مذہب اسلام کو غلط قرار دینا بجز حماقت کے اور کچھ نہیں۔

اسٹار آف انڈیا کا ملنا:

آج دربار ہے اور میں اسٹار آف انڈیا لینے جاتا ہوں۔

۶/ اگست ۱۸۶۹ء

(۸)

میور صاحب کا جواب لکھنے کی تڑپ:

ان دنوں میں ذرا قدرے دل کو شورش ہے۔ ولیم میور صاحب نے جو کتاب آنحضرت کے حال میں لکھی ہے، اس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے دل کو جلا دیا اور اس کی ناانصافیاں اور تعصبات دیکھ کر، دل کباب ہو گیا اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیر میں جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا، کتاب لکھ دی جائے۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے، قیامت میں یہ تو کہہ کر پکارا جاوے گا کہ اس فقیر مسکین احمد کو جو اپنے دادا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر فقیر ہو کر مر گیا، حاضر کرو ع

مارا تمغۂ شہنشاہی بس است

جواب کے لیے کتب کی فراہمی:

میں نے فرانس اور جرمن سے اور مصر سے کتب سیر منگانی شروع کر دیں، چٹھیات روانہ ہو گئیں، سیرت ہشامی مطبوعہ اور چند کتب لیٹن کی خرید لیں، ایک آدمی مقرر کر لیا جو لیٹن کا ترجمہ کر کے مضمون بتلا سکے، تین مقدمات لکھنے شروع کر دیے:- اول جغرافیۂ عرب و دوم انساب عرب، سوم ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کا حضرت ابراہیم تک۔ سب سے مشکل کام جغرافیہ ہے اور تمام چیزوں کے متعلق اسلام و سیر کے ثبوت کی بنیاد ہے۔ خیر اب دعا کرو خدا مدد کرے اور انجام کو پہنچا دے ''ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختم۔'' ایک نہایت عمدہ ثبوت نسل ابراہیمؑ سے ہونے کا یہ

www.taemeernews.com

ہے کہ بنی ہاشم اور دیگر اقوام عرب میں جو اولاد حضرت ابراہیمؑ سے ہیں، رسم ختنہ جاری تھی۔ آپ تلاش کریں کہ کسی کتاب میں یا حدیث وسیر وتفسیر میں کوئی ایسی قوم بھی عرب میں پائی جاتی ہے جس میں رسم ختنہ نہ ہو۔ عرب میں سوائے اولاد حضرت ابراہیمؑ کے اور قومیں بھی آباد تھیں، اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان قوموں میں رسم ختنہ نہ تھی تو نہایت عمدہ بات ہے۔ نقول مقامات جو سابق میں طلب کی ہیں، یقین ہے کہ اب تک روانہ ہو چکی ہوں گی۔

حامد کی تعلیم لندن میں:

حامد کچھ دل پڑھنے پر نہیں لگاتا، بہر حال گھر میں پڑھتا ہے۔ سو روپے مہینے کا آدمی نوکر ہے جو تین گھنٹے آکر حامد کو اور لیٹن محمود کو پڑھا جاتا ہے مگر حامد کا دل نہیں لگتا ہے۔

درباروں میں شرکت اور امراء ووزراء سے ملاقاتیں:

دربار ملکہ معظمہ کی حاضری کے لیے مجھ سے کہا گیا مگر میں نے بعض مصلحت کی نظر سے کہا ہے کہ پھر کسی دربار میں حاضر ہوں گا، ہمیشہ دربار ہوتے ہیں۔ یہاں کے امراء سے دوستانہ ملاقات نہایت بے تکلف ہوتی ہے اور کھانے پر جانا ہوتا ہے۔ ہمیشہ محمود میرے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ذریعۂ گفتگو اکثر ہوتا ہے۔ وزیر ہند سے ایک دفعہ مع حامد ومحمود ملاقات ہوئی تھی اور دو دفعہ صرف میں تنہا ملا۔ میں نے انگریزی میں ان کی سب باتوں کا جواب دیا، سب سمجھا اور سب جواب صحیح دیے مگر نہایت بدوخراب انگریزی میں۔

ممبران پارلیمنٹ کے خیالات ہندوستانیوں کے متعلق:

یہاں کے اکثر امراء اور ممبران پارلیمنٹ ہندوستان کے خیر خواہ ہیں مگر چوں کہ حالات سے بخوبی واقف نہیں ہیں اس لیے بعضے تو کچھ جانتے ہیں اور بعضوں کی رائے نہایت غلط ہوتی ہے۔

بل متعلق اقتدار گورنر جنرل ہند:

حال کی پارلیمنٹ میں جو بل متضمن مزید اقتدار گورنر جنرل ہندوستان پاس

www.taemeernews.com

ہوا ہے درحقیقت ممبران پارلیمنٹ نے نہایت نیک نیتی سے اور ہندوستان کا فائدہ سمجھ کر پاس کیا ہے مگر ایسی غلطی رائے کی ہے جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ حقیقت میں ہندوستان غلام ہوگیا اور یہ بل نہایت مضر ہندوستان کے ہے۔ اگر انگلستان میں یہ قانون جاری ہوتا تو کل رعیت اس کی منسوخی کی درخواست کرتی۔

۲۰ راگست ۱۸۶۹ء

مولوی مہدی علی کے سفر لندن کے متعلق سرسید کا مشورہ:

اپنے سفر کے بابت جو آپ نے مجھ سے رائے پوچھی ہے، درحقیقت آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔ اگر آپ یہاں تشریف لائے تو کچھ فائدہ جو معاوضہ اس قدر زیر باری قرضہ کا ہو، نہیں ہونے کا؛ میں ہرگز صلاح نہیں دیتا کہ آپ اس قدر زیر باری قرضہ اٹھاویں اور برس روز کے لیے یہاں تشریف لائیں۔ یہ اس قدر بڑا شہر ہے اور ایک ایسا کارخانہ ہے کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ میرے واسطے جو کچھ یہاں ہوا آپ اس کو تعجبات اور امور اتفاقیہ میں سے سمجھیے۔

یورپ کا سفر کن لوگوں کے لیے موزوں ہے:

صاف صاف بات یہ ہے کہ یورپ صرف دو آدمیوں کے کام کا ہے اول: ان کے جو جوان نوعمر ہیں اور علوم وفنون جدیدہ کی تربیت چاہتے ہیں اور یورپ کی زبان سے واقف ہیں، دوسرے ان لوگوں کے لیے جو صرف سیر کے خواہاں ہیں یا اپنے ملک اور اپنے ملک کے لوگوں کی ترقی میں کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ سیر کا تو مختصر یہ حال ہے کہ یہاں وہ چیزیں اور وہ کارخانے اور وہ صنائع اور وہ عمارات اور ایسے عجائبات ہیں کہ ''لاعین رأت ولا اذن سمعت''، امکان نہیں کہ جن لوگوں نے اس کو نہیں دیکھا ان کے سامنے وہ بیان ہوسکیں۔

یورپ کی شان وشوکت اور تہذیب واخلاق سے سرسید کی مرعوبیت:

جس وقت انسان یورپ کی سرحد میں پہنچتا ہے حقیقت میں اس کو ایک نہایت عالم معلوم ہوتا ہے اور اس کو یقین ہوجاتا ہے کہ ہندوستان میں جاکر جو انگریز

www.taemeernews.com

ہم کو مثل جانور کے جانتے ہیں، درحقیقت ہم ہندوستانی ایسے ہی ہیں۔ عقل مند اور عبرت اور نصیحت پکڑنے والا آدمی تمام حالات اور رسم ورواج یورپ دیکھ کر یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ کون کونسی رسمیں اور عادتیں ہندوستان کی اور خصوص مسلمانوں کی اچھی ہیں اور کون سی خراب اور قابل تبدیل ہیں۔ اصول ایمانیۂ اسلامیہ پر جس قدر یقین یورپ کے آنے سے اور یہاں کے حالات اور علوم اور علماء کی رائیں دریافت کرنے سے ہوتا ہے بلاتشبیہ نعوذ باللہ ویسا یقین حج سے نہیں ہوتا۔ زیادہ تعجب یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے صرف نج سے اور آپس میں لوگوں نے کیا ہے، گورنمنٹ سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔

یورپ کی ترقی سے ہندوستانیوں کو سبق لینا چاہیے:

یہ دیکھ کر آدمی یقین کر سکتا ہے کہ ہندوستان میں اگر بہت سے آدمی متوجہ ہوں اور علوم وفنون وسویلیزیشن پر کوشش کریں تو وہ بلا اعانت گورنمنٹ بہت کچھ کر سکتے ہیں اور ان خیالات سے اور حال دیکھنے سے عقل مند اور بیدار آدمی کو اپنے ملک کی ترقی اور بھلائی اور قومی خیرخواہی زیادہ بڑھتی ہے۔

دولت مند ہندوستانیوں کو یورپ آنے کا مشورہ:

جس شخص کے پاس روپیہ ہو اس کو صرف اس قدر کافی ہے کہ یورپ آئے اور تین چار مہینے موسم گرما میں جب کہ یہاں سب کچھ جاری ہوتا ہے ہر ایک چیز کی سیر کرے اور چلا جاوے اور اپنے ملک میں اس بھلائی کو پھیلاوے مگر میں ہرگز رائے نہیں دیتا کہ اس امر کے حاصل کرنے کو قرض سے اپنا گلا بندھاوے۔ پس میں آپ کو ہرگز رائے نہیں دیتا کہ قرض کر کے آپ یہاں تشریف لاویں اور بالفرض اگر آویں بھی تو چھ مہینے سے زیادہ کے لیے آنا محض لغو اور حماقت ہے۔ میرے حال پر خیال نہ کیجیے، میرا حال جدا تھا، چند خیالات مجھ کو تھے میں نے جائداد بیچی اور دس ہزار کا قرض کیا۔

www.taemeernews.com

عیاش آدمی کے لیے یورپ بہشت ہے:

عاقل وعیاش آدمی کے لیے جو خوشی اور نعمت یہاں متصور ہے خدا معلوم بہشت میں بھی ہوگی یا نہیں۔ میرے ایک بڑے معزز دوست نے ایک بہت بڑے جلسے میں جہاں نہایت تکلف کی پوشاک پہنے ہوئے کئی سو مرد و میم ولیڈی نہایت خوب صورت وخوش کلام اور قابل جمع تھیں، پوچھا کہ کہو لندن بہشت ہے اور حوروں کا ہونا سچ ہے یا نہیں؟

اپنے اہل ملک کی حالت پر سرسید کا رنج والم:

پس مختصر حال ونتیجہ سفر یورپ کا یہ ہے مگر ہماری قسمت میں وہی جلنا ہے۔ یہاں کا حال دیکھ دیکھ کر اپنے ملک اور اپنی قوم کی حماقت اور بے جا تعصب اور تنزل موجودہ اور ذلت آئندہ کے خیال سے رنج وغم زیادہ بڑھ گیا ہے اور کوئی تدبیر اپنے ہم وطنوں کے ہوشیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ مذہب جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خوب اختیار کیا ہے، اس میں بھی وہی حماقت اور نالائقی اور گمراہی ہے جو اور تمام کاموں میں ہے؛ پس کوئی کیا کرے، بداقبالی، بدنصیبی کا کچھ علاج نہیں!

خطبات احمدیہ کی تالیف کے متعلق بعض حالات:

میں روز وشب تحریر کتاب سیر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف ہوں؛ سب کام چھوڑ دیا ہے، لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہے۔ ادھر فکر ترتیب مضامین کتاب، ادھر فکر جواب اعتراضات؛ ادھر فکر تنقیح وتصحیح روایات صحیح میں مبتلا رہتا ہوں اور کسی شخص کے مددگار نہ ہونے سے یہ کام اور بھی سخت ہوگیا ہے، ادھر جب حساب دیکھتا ہوں تو جان نکل جاتی ہے کہ الٰہی لکھنا اور چھپوانا تو شروع کر دیا روپیہ کہاں سے آوے گا۔ مسلمان البتہ آستینیں چڑھا کر اس باب میں تو لڑنے کو تیار ہوں گے کہ انگریزوں کے ساتھ کھانا مت کھاؤ مگر جب کہو کہ مذہبی تائید میں کچھ روپیہ خرچ کرو تو جان بچائیں گے۔

www.taemeernews.com

دوسرا باب جس میں عرب کا جغرافیہ اور وہاں کی قوموں کا اور حضرت اسماعیلؑ کے وہاں آ کر آباد ہونے کا ذکر ہے، چھپ رہا ہے۔ عرب میں سے ایک کتبہ نکلا ہے جو یہاں کے برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ وہ کتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے کا ہے اور اس سے حضرت ہودؑ کا عرب میں پیغمبر ہونا اور قوم عاد کے مکانات کا وجود بخوبی ثابت ہوتا ہے؛ چناں چہ وہ کتبہ بعینہ اسی خط میں مع ترجمہ میری کتاب میں مندرج ہوگا۔

میری دانست میں نہایت خیر خواہی اسلام کی اور سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی تھی کہ یہ کتاب انگریزی زبان میں چھاپی جائے، اس لیے انگریزی چھاپنا شروع کر دیا اور اردو ابھی ملتوی ہے۔ علاوہ اس کے انگریزی عبارت لکھنے والے عمدہ اور کم قیمت پر یعنی بہ نسبت ہندوستان کے کم قیمت پر ملے ہیں، ہندوستان میں ممکن نہ تھا۔ جو شخص کہ میری کتاب انگریزی میں لکھتا ہے اس کی لیاقت کا کوئی انگریز ہندوستان میں نہیں ہے، پس ایسا شخص ہندوستان میں کہاں ملتا؟ اگر میری یہ کتاب تیار ہوگئی جس میں دس باب ہیں تو میں لندن میں آنا دس حج کے برابر اور باعث اپنی نجات کا سمجھوں گا، خدا قبول کرے۔ آمین!

کتاب کی تیاری کے سلسلے میں سرمائے کی فراہمی کا سوال:

اس معاملے میں سوائے تمہارے میں اور کسی کو کچھ نہیں لکھتا اس لیے کہ جو میرے دلی دوست ہیں ان کو خدا نے عقل نہیں دی اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک دل سے شوق نہ ہو صرف خاطر سے کچھ کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ بہر حال مجھ کو اعانت کی نہایت ضرورت ہے: اول تو انتخاب و تحریر مقامات کتب و تحقیق بعض مسائل کی جو میں آپ کو لکھوں، آپ اس کو بخوبی انجام دیں گے، اس میں کچھ تامل نہیں مگر اس قدر دیر نہ ہو جیسے کہ اب تک کی ہے، اس وقت تک حدیثیں معراج و شق صدر کی نہیں پہنچیں؛ دوسری بلاشبہ روپے کی ضرورت ہے، کم سے کم دو ڈھائی ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔ آپ وہاں احباب مخلصین سے چندہ کیجیے؛ صورت چندہ کی یہ ہو کہ جو جس کا مقدور ہے،

www.taemeernews.com

دے اور بعد تیار ہو چکنے کتاب کے، جس قدر روپیہ اس نے دیا ہے، اسی قدر قیمت کی کتابیں اس کو دے دی جاویں۔ اس چندہ کرنے میں یہ خیال نہ کرنا چاہے کہ کل ڈھائی ہزار روپیہ چندہ ہو کیوں کہ جس قدر ہو وہی غنیمت ہے اور اسی قدر بوجھ ہلکا ہوگا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں میر ظہور حسین، مرزا رحمت اللہ بیگ، مولوی زین العابدین، تراب علی، محمد احمد، مہدی علی وغیرہ آدمیوں کو خط لکھوں کہ مجھے ضرورت ہے، سو سو روپیہ بھیج دو، سوائے اس کے اور کچھ نہ لکھوں۔ یقین ہے کہ یہ لوگ بھیجیں گے، پس جس قدر مدد ہوگی وہی غنیمت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی مہاجن سے کچھ روپیہ قرض لیا جائے اور اس کتاب کی تیاری میں لگایا جائے۔ بعد تیاری کے کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ کتاب بہت بکے گی اور انگریز بہت لیں گے۔ آج تک مسلمانوں کی لکھی ہوئی کوئی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی انگریزی میں نہیں ہے۔ پس اس کی قیمت سے اس کا روپیہ دیا جاوے، اگر نقصان ہو تو میں اور وہ لوگ جو اس میں شریک ہوں، ادا کریں۔

اسلام کی تائید میں چند کتابوں کی خرید:

چند بڑے بڑے قابل انگریز جو مسلمان ہو گئے ہیں، ان کی لکھی ہوئی کتابیں نہایت تلاش سے بہم پہنچائی ہیں اور دس گنی قیمت دے کر خریدی ہیں۔ ان میں ایک کتاب ہاتھ آئی ہے جس میں اس انگریز نے نہایت خوبی سے ''یأتی من بعدی اسمہ احمد'' کے فقرے کو ثابت کیا ہے کہ ویسی دلیلیں کسی مسلمان مولوی کے خیال میں بھی نہیں گزر سکتیں۔ علاوہ اس کے میں کیا بتاؤں کہ میں نے کیا کیا ہے؟ اگر تم یہاں ہوتے تو شاید پھولے نہ سماتے۔

۱۰ر ستمبر ۱۸۶۹ء

www.taemeernews.com

(۱۰)

خطبات احمدیہ کے متعلق ضروری حوالہ جات کا شکریہ:

پلندہ نقول مقامات کا پہنچا، ممنون عنایت کیا، میرے دل نے اور میری آنکھوں نے حافظ جی صاحب کا بہت بہت شکر کیا، ایسا خوش خط تھا کہ آنکھوں کو روشنی ہوتی تھی۔

خطبات احمدیہ کی طباعت کے لیے سرسید کا احباب سے چندہ مانگنا:

میری یہ رائے ہے کہ سو سو روپیہ احباب مخلصین سے چندہ لیا جائے، پختہ تمیں آدمی جمع ہونے چاہیں۔ اس میں جس قدر ہو جائیں ہو جائیں مگر تین ہزار روپے سے کم خرچ نہیں ہونے کا۔ تین آدمیوں کو خط لکھے ہیں: محمد احمد، مرزا عباس بیگ صاحب، نواب ضیاء الدین خاں صاحب، مگر پہلے شخص سے شریک ہونے کی بہت کم توقع ہے۔ آپ تو رعیت خاص ہیں پس آپ کو لکھتا ہوں کہ سو روپے بھیج دو، بذریعہ ہنڈوی درشنی نقد بلابٹہ ونقصان۔ مولوی زین العابدین کو بھی خط لکھا ہے، سو روپے نقد مانگے ہیں، تعطیل دسہرہ میں آپ ضرور ان سے ملیں اور ان سے میرا خط لے کر ضرور پڑھیں؛ اور لوگوں کو بھی یعنی مرزا رحمت اللہ بیگ اور میر ظہور حسین اور میر تراب علی کو بھی لکھوں گا۔ مجھ کو بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ سمجھیں کہ اس شخص نے دق کر دیا ہے، اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا ہے؛ ایسا نہ ہو کہ یار شاطر سے بار خاطر ہو جاؤں۔ بہر حال خدا کے واسطے کرتا ہوں؛ کچھ اپنا ذاتی معاملہ نہیں کہ جس میں یار شاطر یا بار خاطر ہونے کا خیال کروں۔ مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے نہ خط کا جواب لکھا نہ سابق کے پچاس روپے اب تک بھیجے، اس کا سبب اب تک نہیں معلوم ہوا اور سب جگہ سے جس جس کو لکھا تھا، آ گئے۔

مولوی مہدی علی کو خطبات احمدیہ کے متعلق علمی اور مالی امداد کی تحریک:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل معجزات منتخب کر کے ایک فہرست مع مختصر حال کے بنائے؛ ان میں سے جس قدر کہ غیر ثابت ہیں ان کے اوپر تو لفظ غیر ثابت لکھ

www.taemeernews.com

دیجیے اور جس قدر کہ آپ کے نزدیک ثابت ہیں، ان کا ثبوت لکھیے اور جن کتابوں پر استدلال کیجیے ان کی عبارت کی نقل کیجیے اور جن لوگوں نے اس کے برخلاف رائے دی ہو، اس کا رد بتایئے اور ایسی وجوہات بھی لکھیے جو غیر مذہب والوں پر حجت ہوں اور یہ سب چیزیں میرے پاس بھیج دیجیے۔ میں تو یہ سب کچھ لکھوں گا مگر دیکھوں تو سہی کہ یہ حضرات جو تقلید کی غلامی کر رہے ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ بہرحال آپ ہر طرح پر اس وقت میں میری مدد کیجیے؛ جو بات جو مضمون میں آپ کو لکھوں اس کو آپ سمجھیے کہ نہایت ضروری اور نہایت تاکید سے لکھا ہے اور اس کا جلد اور نہایت جلد انجام دینا نہایت ضرور ہے، کیوں کہ جو بات میں آپ کو لکھ بھیجتا ہوں اس سے بےفکر ہو جاتا ہوں کہ وہ ضرور انجام ہو جائے گی۔ آپ بھی اپنے مخلصین احباب جو چندہ میں شریک ہوں، پیدا کیجیے، اپنے ماموں صاحب کو بھی لکھیے؛ شرط صرف اس قدر کہ سو روپے کی قیمت کی کتابیں ان کو دے دی جائیں گی۔

کتاب کی طباعت کے متعلق اخراجات کا سرسری اندازہ:

روپیہ ہر روز صرف ہوتا جاتا ہے، کتبے کھدوائے ہیں، نقشہ جات جو استدلالات کتاب میں داخل ہوں گے، بنوائے ہیں۔ صرف پنسل سے اس نقشے کی بنوائی جس میں سفر موسیٰ اور وادی الطحیٰ اور بیابان فاران کا بیان ہے، ۴۸ روپے دیے ہیں اور اب وہ چھپنے کو جاتا ہے۔ عنقریب اس شخص کا بل آنے والا ہے جو انگریزی عبارت لکھتا ہے، پس روپیہ بھیجنے میں اور شریکوں کے فراہم کرنے میں ذرا بھی توقف نہ کیجیے۔

۱۷ ستمبر ۱۸۶۹ء

(۱۱)

حالات سفر کے متعلق ایک طویل تحریر کا تلف ہو جانا:

تیسری ستمبر کو میں نے بہت بڑا خط لکھا تھا، بڑے مضمون اور مطالب اس میں تھے۔ افسوس کہ اس تاریخ کا میل جو جہاز لے کر چلا تھا، وہ عدن کے قریب ڈوب گیا۔

www.taemeernews.com

خطبات احمدیہ کے لکھنے میں مصروفیت اور کتاب کا کچھ مزید حال:

میں نے بہت صاف صاف رائے آپ کو لکھی ہے درباب سفر ولایت، یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچے گی۔ اب میرا حال سنے؛ مواعظ احمدیہ کے لکھنے میں شب وروز مصروف ہوں اس کے سوا اور کچھ خیال نہیں، جانا آنا ملنا جلنا سب بند ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ برس کی عمر تک کا حال لکھ چکا اور سر ولیم میور صاحب اور مصنفوں نے یہاں تک کے حال پر جو کچھ لکھا ہے، سب کے ایک ایک حرف کا جواب لکھا ہے۔ مگر ایسا جواب نہیں ہے جیسا کہ تمہارے ہاں کے ملاں مشرکین فی صفات النبوۃ دیتے ہیں؛ نہایت محققانہ جواب ہیں اور یہ شرط ہے کہ کسی شخص کے آگے ڈال دو، کیسا ہی بے دین کیوں نہ ہو اگر وہ کہے کہ ہاں؛ نہایت سچ اور انصاف کا جواب ہے تو تو میرا نام ورنہ میرا نام ہی نہیں۔ اپنی تحریر کو آپ بھی دیکھتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں کہ بیان سے باہر ہے۔

دوسرا خطبہ جغرافیہ عرب کا قریب الاختتام ہے، نہایت عمدہ طور سے ثابت ہوا ہے کہ فاران وہی میدان اور پہاڑ ہیں جہاں کعبہ واقعہ ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ فاران کے لفظ سے واقف ہیں یا نہیں کیوں کہ یہ بہت بڑا رکن مباحثے کا ہے۔ جس قدر لکھا ہے وہ انگریزی ہو گیا اور چھپ رہا ہے، اس وقت میرے سامنے دوسرے خطبے کے بہت ورق چھپے ہوئے رکھے ہیں۔ پہلا خطبہ جو تیار رکھا ہے ایک نسخہ اس کا آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور جب دوسرا ختم ہو جائے گا اس وقت وہ بھی بھیجوں گا اور علیٰ ھذا القیاس۔

سرسید چاہتے تھے کہ کتاب کے ختم ہونے تک اس کی شہرت نہ ہو:

مگر اس بات کی احتیاط رہے کہ اس کتاب کی تصنیف کی شہرت نہ ہو اور جب تک کہ کتاب پوری نہ ہو لے اور چھپ نہ لے، اس وقت تک کسی کو نہ معلوم ہو کہ ولیم میور صاحب کی کتاب کا جواب لکھا جاتا ہے۔ پس اغیار سے اس کو مخفی رکھنا چاہئے کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ قبل اتمام کتاب جناب سر ولیم میور صاحب کو اس کا حال معلوم ہو، بعد اتمام ان شاء اللہ تعالیٰ میں خود اپنے ہاتھ سے نذر دوں گا۔

www.taemeernews.com

کتاب کی طباعت کے متعلق فراہمی سرمایہ کا فکر اور اس کے لیے اپنی باقی ماندہ کتابیں، گھر کا سامان اور کھانے پینے کے برتن تک بیچ ڈالنے کی ہدایت:

اب بجز روپے کے اور کسی چیز کی فکر نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس خط کے پہنچنے کے بعد میر ظہور حسین صاحب کے پاس جایئے اور میری یہ درخواست ہے کہ دونوں صاحب مل کر کسی مہاجن سے میرے لیے ہزار روپیہ قرض لیجیے، سود اور روپیہ میں ادا کروں گا مگر چوں کہ میں یہاں ہوں اس لیے کچھ بندوبست نہیں کرسکتا۔ ہزار روپیہ بھیجنے کے لیے دلی لکھا ہے اور میں نے لکھا ہے کہ کتابیں اور میرا اسباب یہاں تک کہ ظروف مسی تک فروخت کر کے ہزار روپے بھیج دو۔ اگر ہزار روپیہ آپ دونوں صاحب قرض لے کر مجھے بھیج دیں اور ہزار روپیہ یقینی دہلی سے آوے اور پانچ چھ سو روپیہ چندے کے ذریعے سے وصول ہو جائے تو کتاب بخوبی چھپ جائے گی۔ میں نے میر ظہور حسین صاحب سے سو روپے چندہ کے طلب کیے ہیں گو وہ بھی کہتے ہیں کہ تنگ ہوں مگر ضرور بھیجیں گے، وہ میری بات سے کبھی انکار نہیں کرنے کے اور سو روپے آپ اپنے چندے کے بھیج دیجیے اور اس خط کا جواب بلا توقف بھیجے گا کہ ہزار روپے قرض کی تدبیر ہوسکی یا نہیں کیوں کہ اگر تدبیر نہ ہوسکے تو مجھے جلد اطلاع کرنی چاہیے۔ تاکہ میں اور فکر کروں۔ اگر یہ کتاب بعد چھپنے کے خاک میں ملا دی جائے گی تب بھی ہزار روپے جو قرض لیے جاتے ہیں، وصول ہو جائیں گے۔ کیا کہیے کہ اس کتاب کے پیچھے خواب و خور حرام ہو گیا ہے، خدا مدد کرے!

کتاب کے فروخت ہونے کی توقع:

ایک سوداگر صرف اسی خطبے کے ڈیڑھ سو نسخے خریدتا تھا، میں نے متفرق بیچنے سے انکار کیا۔ اس نے بہت سی کتابیں دی ہیں مستعار واسطے لکھنے کتاب کے اس شرط پر کہ یہ کتاب سوائے اس کے اور کسی کے ہاتھ یورپ بھر میں نہ دوں۔ پس مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ جس قدر روپیہ لگے گا اس سے بہت زیادہ قیمت سے وصول ہوگا،

www.taemeernews.com

صرف اس وقت روپیہ لگانے کی دقت ہے۔ اگر ہندوستان سے روپیہ آنے کی مایوسی ہوجاوے تو میں خود یہاں کسی بنک سے روپیہ قرض لوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب ضرور پوری کروں گا۔

یکم اکتوبر ۱۸۶۹ء

(۱۲)

خطبات احمدیہ کی مزید تالیف:

میں نہایت خوشی سے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ دو باب میری کتاب کے اور ختم ہوگئے: ایک بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں توریت وانجیل سے اور ایک حقیقت معراج وشق صدر میں، مگر جب دیکھیے گا کہ کیا لکھا ہے تو معلوم کیجیے گا!

چندے کے لیے خطوط بھیجنے کا نتیجہ:

میں نے جن جن احباب کو چندے کی شرکت کے لیے خط لکھے تھے، ان میں سے بعض نے انکار لکھ بھیجا اور بعض نے جواب نہیں بھیجا، نہ جواب آنے کی توقع ہے، صرف ایک شخص نے سو روپے بھیج دیے ہیں۔ اب صرف چھ جگہ سے آنے کی توقع ہے: مہدی علی، زین العابدین، مرزا رحمت اللہ، ظہور حسین، تراب علی، محمد احمد، پس کل سات سو روپے جمع ہوں گے۔ کتاب میں ہرگز تین ہزار سے کم خرچ نہیں ہوگا۔ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے، بغیر قرض لیے کام نہیں چلے گا۔ ایک ارادہ ہے کہ جلد اول چھاپ کر فروخت کرنی شروع کی جاوے جس قدر آوے دوسری جلد میں صرف ہو۔

کتاب کے متعلق علمی ومالی امداد بھیجنے کی تاکید:

مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب کا ترجمہ کر ڈالا، جب تک میں نہ آؤں اس کے چھاپنے کی کچھ فکر مت کرو۔ نہایت مشکل سے میں نے ایک اور کتاب مسٹر ہگنز کی تلاش کی ہے، وہ صرف ایک دفعہ چند نسخے چھاپہ ہوئے تھے۔ وہ کتاب ایسی عمدہ ہے کہ مسٹر ڈیون پوٹ کی کتاب اس کے آگے آفتاب وستارہ کی نسبت رکھتی ہے۔

www.taemeernews.com

میں نے جو ہزار روپیہ لینے کی نسبت لکھا تھا، اس کی بابت کیا صلاح ہوئی؟ مگر مرزا پور سے ہرگز قرض لینا منظور نہیں ہے، الہ آباد کے بنک سے تم اور میر ظہور حسین شریک ہو کر قرض لو۔ معجزات کا انتخاب اور اہل کلام نے جو تعریف معجزے کی بیان کی ہے اور جو بحث اس پر کی ہے اور منکرین معجزات کا جو رد لکھا ہے، اس کا انتخاب جلد بھیجو، اس لیے کہ بالفعل میں نسبت نسب آنحضرت کے لکھ رہا ہوں اور پھر نسبت روایات کے لکھوں گا، پھر نسبت قرآن کے، پھر نسبت رسوم جاہلیت کے اور یہ سب باب ایک مہینے ڈیڑھ مہینے میں ختم ہو جائیں گے، پھر بحث معجزات شروع ہوگی۔

آپ نے اپنے چندے کا روپیہ یقین ہے روانہ کر دیا ہوگا اور مرزا رحمت اللہ اور زین العابدین نے بھی بھیجا ہوگا، میر ظہور حسین کے پاس سے کچھ جواب نہیں آیا۔ عنقریب چھاپے والے کا بل آئے والا ہے۔

۲۶/نومبر ۱۸۶۹ء

(۱۳)

خطبات احمدیہ کے مختلف نام:

اس کتاب کا حال سنیے جو تصنیف ہو رہی ہے جس کا نام آپ تجویز کر دیجیے۔ انگریزی میں اس کا نام ہے ''سیریز لیسیز آن دی لائف آف محمدؐ'' اور عربی میں اس کا نام میں رکھنا چاہتا ہوں ''خطبات احمدیہ علیٰ سیرۃ محمدیہ۔'' میں نہیں جانتا کہ ناموں پر الف لام لانا جائز و صحیح ہے یا غلط یعنی اگر بجائے نام مذکورہ بالا کے یہ نام رکھا جائے تو دل کو اچھا معلوم ہوتا ہے ''خطبات الاحمدیہ علی السیرۃ المحمدیہ'' اور یہ نام بھی ہو سکتا ہے ''خطبات احمدیہ علیٰ سیرۃ سیدنا محمد رسول اللہ'' ''خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ۔'' یہ اخیر کا نام اگر بموجب قواعد نحویہ کے صحیح ہو تو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ بہر حال آپ تجویز کر کے جلد بھیج دیں کیوں کہ اس خط کا جواب آنے تک اس کی پہلی جلد ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور چھپ جائے گی مگر خیال رہے کہ نام میں لفظ خطبات کا ضرور ہو اس لیے کہ میں نے ہر ایک حصے کو بلفظ خطبہ تعبیر کیا ہے۔

www.taemeernews.com

کتاب کے خطبوں کی تفصیل:

پہلی جلد میں بارہ خطبے ہیں جو سب مرتب ہو چکے، برابر چھپ رہے ہیں۔

خطبہ اول: جغرافیہ عرب کا مخلوط تاریخ عرب سے جس میں کمال تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ فاران مکے کے پہاڑ ہیں، جہاں سے پیغمبرؐ ہونے کی توریت میں بشارت تھی۔

خطبہ دوم: رسم ورواج وعادات عربوں کے زمانۂ جاہلیت میں جس میں دکھایا گیا ہے کہ اسلام نے کس قدر ان کو آراستہ کیا۔

خطبہ سویم: عرب میں کس قدر مذاہب قبل اسلام کے جاری تھے اور ان میں سے اسلام کس سے مناسب رکھتا ہے اور اس مناسبت سے اسلام کا بھی خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہے یا صرف ایک بنایا ہوا مذہب۔

خطبہ چہارم: یہودی اور عیسائی مذہب کو اسلام سے فائدہ ہوا یا نقصان

خطبہ پنجم: اوپر بیان حالت کتب اسلامی کے۔

خطبہ ششم: مذہبی روایتوں اور ان کے اعتبار وعدم اعتبار کا حال۔

خطبہ ہفتم: قرآن مجید پر، اس میں نہایت عمدہ عمدہ بحثیں ہیں۔

خطبہ ہشتم: تاریخ مکہ وتاریخ بزرگان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم:

خطبہ نہم: نسب نامے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جواب ان تمام بحثوں کا جو آنحضرتؐ کے نسب نامے کی نسبت ہیں۔

خطبہ دہم: بیان بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از توریت وزبور۔

خطبہ یازدھم: حقیقت شق صدر ومعراج۔

خطبہ دوازدھم: حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیدائش سے بارہ برس کی عمر تک کے۔

کتاب کی لاگت کا تخمینہ:

اس ایک جلد کے چھپنے اور تیار ہونے میں چودہ پندرہ سو روپے کے خرچ کا

www.taemeernews.com

تخمینہ ہے مگر اب تک کسی نے زر نقد نہیں بھیجا، سوائے ایک شخص کے۔ میر ظہور حسین صاحب کا خط اب تک نہیں آیا۔ ۱۷ر دسمبر ۱۸۶۹ء۔

(۱۴)

خطبات احمدیہ کا ختم ہونا اور اس کی طباعت کا روح فرسا اندازہ:

میں اپنا حال آپ کو کیا لکھوں؛ دن رات کی محنت و مشقت سے اور اس طرح کی تکلیف سے جو میرا دل ہی خوب جانتا ہے، جلد اول ''خطبات الاحمدیہ'' کی تصنیف تمام ہوئی اور اسی مہینے میں چھاپہ بھی تمام ہو جائے گا۔ اب جو اندازہ اس کے یعنی ایک جلد کے چھاپے کی لاگت کا کیا گیا تو ڈھائی ہزار روپے سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے، ہوش جاتے رہے ہیں اور جان میں جان نہیں ہے۔

کتاب کے لیے چندے کی اپیل:

میر تراب علی نے نہایت مدد کی ہے، تین سو روپیہ اس کے چندے کی بابت بھیجا ہے۔ میر ظہور حسین صاحب نے ڈیڑھ سو روپیہ بھیجا ہے۔ مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے اپنا چندہ سو روپے کا بھیج دیا اگر چہ میں نے بھی تاکید کی ہے مگر آپ بھی تاکید کیجیے، زین العابدین سے سو روپیہ منگا کر بھجوا دیجیے۔ وہاں اس کو ہنڈوی لندن ملنے کی دقت ہوئی ہوگی مگر اب وقت زیادہ توقف کا نہیں رہا۔ قرضہ ہزار روپے لینے کی نسبت معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ بہر حال اب اپنا ذاتی چندہ سو روپیہ کا جلد روانہ فرمایئے۔

۱۰ر جنوری ۱۸۷۰ء

(۱۵)

خطبات احمدیہ کی وجہ سے خرچ کی تنگی اور تکلیف:

کتاب جو چھپ رہی ہے، میں یقین کرتا ہوں کہ اس کی بدولت مجھے لندن میں بسبب تنگی خرچ نہایت تکلیف اور محتاجی اور قرض داری اٹھانی پڑے گی، تن بتقدیر!

www.taemeernews.com

کتاب کی قدر کی توقع اہل وطن کی طرف سے:

انگریزی مصنفوں اور جناب میور صاحب نے ایسا کچھ لکھا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی چاروں جلدوں کا جواب چار جلد سے کم میں آوے۔ جلد اول میری کتاب کی بالکل جواب ہے ان کی پہلی جلد کا اور اور مصنفوں کا جنہوں نے اس قدر مضمون پر لکھا ہے۔ میرے ہم قوم اس محنت کی جو میں نے اس کتاب کی تصنیف میں کی ہے، قدر نہیں کرنے کے بلکہ نہایت الزام دیں گے اور کافر مرتد بتلاویں گے کیوں کہ میں پابند تقلید نہیں رہا ہوں اور شاید دو یا تین مسئلوں میں جمہور سے اختلاف کیا ہے اور چند علماء کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ پس ہمارے شفیق تمام چیزوں کو چھوڑ کر انہیں مسئلوں کی بدولت فتویٰ کفر دیں گے۔

۲۱ جنوری ۱۸۷۰ء

(۱۶)

مسلمانان ہند کی حالت پر افسوس:

افسوس کہ مسلمان ہندوستان کے ڈوبے جاتے ہیں اور کوئی ان کا نکالنے والا نہیں۔ ہائے افسوس! امرت تھوکتے ہیں اور زہر اگلتے ہیں۔ ہائے افسوس! ہاتھ پکڑنے والے کا ہاتھ جھٹک دیتے ہیں اور مگر کے منہ میں ہاتھ دیتے ہیں۔ اے بھائی مہدی! فکر کرو اور یقین جان لو کہ مسلمانوں کے ہونٹوں تک بانی آ گیا ہے، اب ڈوبنے میں بہت ہی کم فاصلہ باقی ہے۔ اگر تم یہاں آتے تو دیکھتے کہ تربیت کس طرح ہوتی ہے اور تعلیم اولاد کا کیا قاعدہ ہے اور علم کیوں کر آتا ہے اور کس طرح پر کوئی قوم عزت حاصل کرتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں یہاں سے واپس آ کر سب کچھ کہوں گا اور کروں گا مگر مجھ کافر، مردود، گردن مروڑی مرغی کھانے والے، کفر کی کتابیں چھاپنے والے کی کون سنے گا؟

www.taemeernews.com

دیباچہ خطبات احمدیہ کی تکمیل:

میں اپنی کتاب کا دیباچہ بھی آج لکھ چکا، الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

۱۱ر فروری ۱۸۷۰ء

(۱۷)

واپسی کی اطلاع اور مصر میں قیام کا ارادہ:

میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور نصف آخر ماہ اگست میں یہاں سے روانہ ہوں گا اور ایک ہفتہ مصر میں رہوں گا اور وہاں کے مسلمانوں کا حال دیکھوں گا اور آخر ستمبر میں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی زیارت بمقام الہ آباد حاصل کروں گا۔

خطبات احمدیہ کا دیباچہ:

میں نے اپنی کتاب کے دیباچے میں ان انگریزیوں کی تصنیف کا حال جنہوں نے آنحضرتؐ پر اعتراض کیے ہیں، لکھا ہے اور ان انگریزوں کا جنہوں نے نہایت انصاف سے مذہب اسلام کی حمایت کی ہے شکر کیا ہے اور ان کے اقوال اور رائیں بھی جابجا نقل کی ہیں۔ منجملہ ان کے دو شخصوں کی رایوں کے دو پرچے اس عریضے میں ملفوف کرتا ہوں؛ ان کے ترجمے صحیح صحیح لکھیے اور دیکھیے کہ کیا چیز ہیں اور میرے حق میں دعائے خیر کیجیے کہ میں نے کس کس محنت سے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں۔ ہزاروں باتیں کہنے کو ہیں، کہاں تک لکھتا جاؤں؟

کتاب کی لاگت کی ادائیگی کا صدمہ:

جو صدمہ ادائے لاگت کتاب کا مجھ پر ہے، بیان نہیں ہوسکتا مگر آپ کے عنایت نامے سے جس میں ہر طرح کی تقویت ہے، جان آ گئی، خدا انجام بخیر کرے! نواب ٹونک کے پاس سے اگر ہزار روپیہ ملے تو کیا کہنا ہے، خدا ایسا ہی کرے! مگر جب تک نہیں آجاتے تسلی نہیں ہوسکتی، زیادہ اس بات میں لکھنا فضول ہے۔

۱۶ر مارچ ۱۸۷۰ء

www.taemeernews.com

(۱۸)

لندن میں بیٹھے ہوئے مسلمانان ہندوستان کی بہبودی وبہتری کے لیے ایک انجمن بنانے کا مشورہ مولوی مہدی علی کو:

میں چاہتا ہوں کہ میرے ہندوستان پہنچنے سے پہلے آپ ایک ایسوسی ایشن خاص مسلمانوں کی بہتری واصلاح کے لیے قائم کر رکھیں۔ اپنی طرف سے آپ ایک التماس واسطے تقرر مجلس مذکورہ کے چھاپ کر لوگوں کو تقسیم کریں اور ممبر جمع کر کے ایسوسوایشن بنائیں تا کہ مجھ بدنام کا نام اس میں نہ آنے پائے اور کسی کو احتمال بھی نہ ہو کہ کچھ میری شرکت اس میں ہے۔ ایک مسودہ التماس کا جو آپ کی طرف سے تقسیم ہونا چاہیے، سرسری طور پر لکھ بھیجتا ہوں۔ اس کے پڑھنے سے میرے خیالات آپ کو بخوبی واضح ہو جائیں گے۔ آپ اس کو اپنے طور پر اور اپنی عبارت میں بعد تغیر وتبدل جس طرح چاہیں، مرتب کر کے چھاپیں، کارروائی سوسائٹی کی میرے آنے کے بعد شروع ہو۔ آپ غور فرمائیں کہ ایسی سائٹی یا ایسوسی ایشن کا بنانا نہایت ضرور ہے، اس پر آپ ضرور متوجہ ہوں۔ اس ایسوسی ایشن کا کوئی عمدہ سا نام تجویز فرمایئے؛ میں نے جو نام رکھا ہے نہایت برا ہے، آپ کوئی تجویز کریں۔ میرے خیال میں مفصلہ ذیل نام آتے ہیں: ''مجلس الفلاح فی معاشرہ المسلمین'' ''مجلس المومنین فی اصلاح معاشرۃ المسلمین'' ''مجلس تہذیب اخلاق مومنین'' مگر ان میں سے کوئی نام بھی عمدہ نہیں ہے۔ بہر حال آپ جو نام تجویز کریں اس کو ایک پرچہ کاغذ پر نہایت خوش خط عربی خط میں جناب حافظ جی صاحب سے لکھوا کر میرے پاس بھیج دیں کہ میں اس نام کی نہایت خوب صورت آہنی پٹڑی (بلاک) یہاں سے بنواتا لاؤں گا کہ جو ماھواری رسالہ ایسوسی ایشن سے نکلا کرے گا، اس پر وہ نام بذریعہ اس پٹڑی کے جو نہایت خوب صورت ہوگا، چھپا کرے گا۔ یہاں سب خوب صورتی اس پٹڑی کی ہو جائے گی، الا حرف جیسے لکھے آویں گے بعینہ ویسے ہی بنیں گے، اس لیے حرف نہایت خوش خط

www.taemeernews.com

ہوں اور بہت پرکار قلم سے نہ لکھا جاوے بلکہ متوسط قلم سے ہو اور اس کا قلم اس سے زیادہ موٹا نہ ہو جیسا کہ یہ لفظ بطور نمونے کے لکھتا ہوں۔

اب ج

چندہ اور رسوم داخلہ جو میں نے تجویز کی ہے، اس میں کچھ زیادتی کمی نہ فرمایئے گا کیوں کہ وہ نہایت مناسب ہے۔

میں نہیں جانتا کہ آپ کی رائے میں ایسوسی ایشن کا مقرر کرنا اچھی بات ہے یا نہیں مگر میں تو اس کو نہایت مفید سمجھتا ہوں۔ اس کے انجام کے لیے چنداں خرچ کی بھی ضرورت درکار نہ ہوگی؛ قواعد اس کے اور تمام بندوبست اس کی کارروائی کا وہاں پہنچ کر میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا مگر آپ اس کا اشتہار میرے آنے سے پہلے دے دیجیے اور ممبر جمع کر لیجیے۔ جہاں تک ممکن ہو مختصر نام تجویز کیا جائے اور جب پرچۂ کاغذ پر نام عربی خط میں لکھا جائے تو خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی سطر اس لکیر سے جو میں نیچے کھینچتا ہوں، زیادہ لمبی نہ ہو جائے بلکہ اگر اس سے کچھ کم ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ پٹری کے بننے اور اس کی خوب صورتی میں دقت پڑے گی۔ اگر اس قلم سے جس کا نمونہ میں نے بتایا ہے نہ آ سکے تو قرر ے قلم اور باریک کر لیا جائے مگر سطر اس سے بڑی نہ ہونے پائے۔ فقط

۲۲/اپریل ۱۸۷۰ء

(۱۹)

مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مدرسے کی تجویز:

عریضہ سابق میں درباب تقرر ایسوسی ایشن کے لکھا تھا اور اس عریضے میں منع لکھا۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ ان دونوں باتوں میں سے آپ کسی کو نہ مانیں بلکہ جو آپ کا دل چاہے اور آپ کی رائے میں مناسب ہو، اس کے مطابق کام کریں۔ اگر بالتخصیص مسلمانوں کی تربیت کے لیے جداگانہ مدرسہ مقرر ہو جاوے تو ایک رحمت ہمارے لیے

www.taemeernews.com

ہے؛ کوئی رات نہیں جاتی کہ ایسے مدرسے کے تقرر کی باتیں اور تجویزیں یہاں نہیں ہوتیں مگر بغیر دس لاکھ روپے نقد ہوئے ممکن نہیں ہے۔ ☆ (سرسید کی اسی خواہش کا اظہار ہندوستان پہنچ کر محمدن کالج علی گڑھ کے قیام کی صورت میں ظاہر ہوا۔) (محمد اسماعیل)

۲۹ اپریل ۱۸۷۰ء

(۲۰)

بڑے بڑے انگریزوں کا سرسید سے حسن سلوک:

لندن کے احباب اور علماء اور اشخاص نامی جس محبت و اخلاق وعنایت سے مجھ سے ملے اور صرف اپنے اخلاق سے مجھ غریب نالائق کی جس قدر خاطر کی، اس کا میں نے کبھی ذکر نہیں لکھا۔ اگر وہ لکھا جاتا تو مبالغے پر محمول ہوتا اور حاسد شاید آتش حسد میں اس قدر برافروختہ ہوتے کہ بغیر آتش حسد کے اور کچھ نہ رہتا۔

خطبات احمدیہ قسطنطنیہ کے ایک فاضل کی نظر میں:

میری کتاب ''خطبات احمدیہ'' ایک مسلمان عالم متبحر نے پڑھی جو قسطنطنیہ سے یہاں آیا ہے؛ جو الفاظ کہ اس نے کہے اور مجھے لکھے اور جس طرح میرے ہاتھ چومے، اس کی لذت میں جانتا ہوں۔ اس کے چند مقام ایسے ہیں جن کو دیکھ کر مسلمانان ہند فتوئ کفر دیں گے۔

کتاب کے اخراجات اور ہمشیرہ حامد محمود کی وفات کا دوہرا صدمہ:

کتاب کے اخراجات کا صدمہ اور عین اسی صدمے میں صدمۂ غم انتقال ہمشیرہ حامد و محمود کا لاحق ہونا جیسا کچھ مصیبت کا وقت مجھ پر گزرا، واقعۂ کربلاء سے کم نہ تھا۔ ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

آپ نے جو الفاظ اپنی محبت والفت سے لکھے ہیں ان کا بہت بہت شکر کرتا ہوں اور بے تکلف لکھتا ہوں کہ اب کچھ حاجت نہیں رہی۔ تین ہزار روپیہ قرض لیا گیا،

www.taemeernews.com

سب بے باق ہوگیا، آپ نہ کچھ قرض لیجیے نہ اپنی تنخواہ بھیجیے۔ اگر نواب ٹونک سے درحقیقت روپیہ ملے تو وہ بھیج دیجیے گا؛ اس کے سوا اور کچھ نہ بھیجیے گا، اگرچہ یقینی وہ نہیں ملنے کا۔ کل جو اخبار لندن میں چھپے، ان میں آپ کی گفتگو کا بالکل اور نواب ٹونک کے ہزار روپے دینے کا ذکر چھپا ہے۔ افسوس ہے کہ ہزار روپے کا اس قدر چرچا ہوگیا اور جناب مولوی سید امداد العلی صاحب نے مضمون چندۂ دستگیریٔ مسافر لندن بھی لکھ دیا اور جو جو کچھ انہوں نے متعدد جلسوں میں اس کی ہنسی آڑائی جس کی صحیح خبر مجھے پہنچی، اس کا بے فائدہ مجھے رنج ہوا اور آپ یقین جان لیجیے گا کہ وہاں سے ایک کوڑی نہیں ملے گی۔ یہ آپ کی غلطی تھی جو آپ نے اس پر یقین کرلیا۔

مرزا خداداد بیگ امتحان میں ناقص نکلے اور بہت نیچا ان کا نمبر رہا اور آئندہ بھی مجھے توقع نہیں ہے۔

۱۰ر مئی ۱۸۷۰ء

(۲۱)

ہمشیرہ حامد و محمود کے انتقال کا صدمہ:

جو حادثۂ جانکاہ قضا و قدر سے دہلی میں گزرا اور غالباً جس کی خبر آپ نے مجھ سے پہلے ہندوستان میں سنی ہوگی اور جو غم اس حادثے کا مجھ پر اور حامد محمود پر ہوا، اس کا آپ خیال کر سکتے ہیں اور فطرتی جو حال میری طبیعت کا ان دنوں میں ہے، وہ بھی آپ تصور کر سکتے ہیں مگر بہر حال شکر خدا کا ہے۔ فقط

کتاب کے اخراجات کی ادائیگی کے لیے سرسید کی پریشانی:

آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۲۶ اپریل مع ہنڈوی تعداد بیس پونڈ یعنی دو سو روپیہ کے پہنچا اور آپ کا شکر کیا اور دعا کی کہ خدا اس کی جزا دے۔ ان دنوں میں کہ طبیعت ایسی رنجیدہ ہے کتاب کے خرچ کے نہ سرانجام ہونے کا دوسرا رنج ہے۔ مجبوری یہاں روپیہ قرض لینا پڑا؛ چنانچہ تین ہزار روپیہ قرض لینے کے گفتگو ہو رہی ہے،

www.taemeernews.com

خدا راست لاوے۔ آئندہ ڈاک میں فہرست لاگت کتاب کی بھیجوں گا جس سے معلوم ہوگا کہ کس قدر روپیہ خرچ ہوا۔ آپ نے اور تمام دوستوں نے جس قدر مدد کی وہ نہایت ہی عمدہ اور بہت ہی غنیمت تھی ورنہ زہر کھا کر مر جانے کے سوا اور کچھ چارہ نہ ہوتا مگر اس نالائق پاگل زین العابدین نے اب تک اپنا چندہ بھی نہ بھیجا، آپ اس کو نہایت تاکید کیجیے۔ اس وقت میرے پاس دس روپے بھی کہیں سے آجاتے ہیں تو ہزار روپے کے برابر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ اپنے پاس سے اور اپنے ذاتی روپے سے اس سے زیادہ جو کہ آپ کر چکے ہرگز ہرگز مدد نہ کیجیے گا اور آپ نے جو لکھا ہے کہ میری تنخواہ ملنے والی ہے میں بھیج دوں گا، ہرگز ہرگز مت بھیجنا۔ میں اس قدر تکلیف اور اس قدر خرچ میں جو آپ کی طاقت سے باہر ہے، آپ کو ڈالنا ہرگز گوارا نہیں کرتا اور نہ اس طرح پر پڑنا چاہیے۔ علاوہ اس کے صرف یہی کام نہیں ہے، ہم کو اور بہت کام کرنے ہیں لیکن کسی کو چندے میں شریک کرنے یا کتاب کا خریدار بہم پہنچانے میں کوشش کرنی چاہیے؛ اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ کوشش بھی چنداں مفید نہ ہوگی، بقول شخصے ''تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود''، اب مجھ کو اور میرے حال کو خدا پر چھوڑ دو!

خطبات احمدیہ کی مکمل تیاری:

کتاب جلد بندی سے تیار ہوگئی اور کتب فروش کی دوکان میں فروخت کو رکھی گئی۔ خدا کرے کہ کچھ بک جاویں اور اس بے انتہا مصیبت سے مجھے کسی قدر سبکدوشی ہو۔ اگر ممکن ہوا تو اسی ڈاک میں ورنہ آئندہ ڈاک میں ایک جلد آپ کے پاس اور ایک ایک ہر ایک اہل چندہ کے نام روانہ کروں گا۔

لندن میں رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کی ابتدائی تیاریاں:

(ہندوستان پہنچ کر) ایک اخبار خاص مسلمانوں کے فائدے کے لیے جاری کرنا میں نے تجویز کرلیا ہے اور ''تہذیب الاخلاق'' اس کا نام فارسی میں اور

www.taemeernews.com

انگریزی میں ''محمدن سوشل رفارمر'' رکھ لیا ہے۔ اس کا سرنامہ بہت خوب صورت یہاں کھدوالیا ہے، کاغذ بھی ایک برس کے لائق یہاں خرید لیا ہے اور یہ سب چیزیں یہاں سے بذریعۂ جہاز بادبانی روانہ کردیں کہ میرے وہاں پہنچنے تک پہنچ جائیں گی۔ خرچ ماہواری اجرائے اس اخبار کا سو روپیہ ہوگا۔ ہم بیس دوست پانچ پانچ روپیہ مہینہ کر کے دیں گے اور اخبار مفت میں بانٹیں گے اور بہ قیمت بھی بیچیں گے اس اخبار میں بجز اس کے کہ خاص مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بھلائی کے آرٹیکل ہوں گے اور کچھ نہیں ہوگا؛ اس میں میں اور آپ دو شخص آرٹیکل لکھنے والے ہوں گے اور اگر صلاح ہوگی تو منشی ذکاء اللہ صاحب کو اور منشی نجم الدین صاحب ڈپٹی انسپکٹر کو بھی آرٹیکل لکھنے میں شریک کریں گے؛ غرضکہ میں چاہتا ہوں کہ میرے وہاں پہنچنے تک آپ کچھ نہ کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ میں عنقریب وہاں پہنچتا ہوں۔

لندن سے روانگی کی اطلاع:

میری روانگی کا زمانہ بالکل مقرر ہوگیا اور سکرٹری آف سٹیٹ کو اطلاع دے دی گئی اور منظوری ہوگئی۔ اب میں ان شاء اللہ تعالیٰ مع حامد یہاں سے حسب مندرجہ ذیل رونہ ہوں گا۔

۲۸ راگست ۱۸۷۰ء کو ان شاء اللہ تعالیٰ میں لندن چھوڑوں گا، ایک ہفتہ مصر میں رہوں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ مع الخیر ۲ راکتوبر ۱۸۷۰ء کو بمبئی میں پہنچوں گا اور چوتھی پانچویں کو ان شاء اللہ تعالیٰ الہ آباد میں آپ کا جمال مبارک دیکھوں گا اور آپ کے قدموں کو ہاتھ لگاؤں گا، ان دنوں میں تعطیل دسہرہ کی ہوگی ۲۶ راکتوبر تک۔ اگرچہ دہلی جانے کو مطلق دل نہیں چاہتا مگر بہ مجبوری بہن اور بھتیجوں کے سبب ایک دن کے لیے جانا پڑے گا، باقی ایام تعطیل علی گڑھ میں اور کچھ مرزا پور میں بسر کروں گا۔

۲۷ رمئی ۱۸۷۰ء

www.taemeernews.com

(۲۲)

واپسی کا پروگرام:

میں نے حسب ضابطہ انڈیا آفس میں اطلاع کردی کہ میں ۲۸ راگست کو لندن سے روانہ ہوں گا اور تین چار روز فرانس میں رہوں گا۔ ۲ رستمبر کے جہاز میں مارسیلز سے سوار ہوں گا، ۹ کو اسکندریہ پہنچوں گا اور وہاں مصر میں دونوں جگہ صرف ایک ہفتہ قیام کروں گا اور ۱۶ رستمبر کو سویز سے پھر جہاز میں سوار ہوں گا اور ان شاءاللہ تعالیٰ ۲ راکتوبر کو بمبئی میں اور چوتھی پانچویں کو الہ آباد پہنچ کر آپ کے دیدار فرحت آثار سے مشرف ہوں گا اور یہ شعر۔

باز آمدم کہ سجدۂ ایں خاک پاکنم
گر طاعتے قضا شدہ باشد ادا کنم

پڑھ کر آپ کے قدموں کو مثل نعلین بوسہ دوں گا۔

۱۷ رجون ۱۸۷۰ء

(۲۳)

کتاب کی طباعت کے سلسلے میں چھ سو روپے کی بروقت امداد:

ایک ہی وقت میں آپ کے دو عنایت نامے مؤرخہ ۲۱ رجون و ۲۴ رجون مع دو قطعہ ہنڈویات تعدادی تین تین سو روپے کی پہنچے۔ اگرچہ مجھ کو اس خیال سے کہ دو سو روپے جو آپ نے اپنے پاس سے بھیج دیے بلاشبہ اس کے سبب تنگی اخراجات ہوئی ہوگی، رنج ہوا مگر میں آپ سے اس خوشی اور تقویت کو بیان نہیں کرسکتا جو اس روپے کے آنے سے ہوئی۔ اس وقت یہ روپیہ ایسا غنیمت ہوا کہ میرا دل ہی جانتا ہے، حقیقت میں جناب منشی ممتاز علی خاں صاحب کے چندہ دینے سے میرا دل بے انتہا خوش ہوا۔ جو تکلیف کہ میں نے اس کتاب کے تصنیف کرنے میں اٹھائی اور جو کچھ آئندہ اس کے سبب اٹھانی پڑے گی جیسا کہ بعض دفعہ خیال ہوتا ہے، اس سب کا بدلہ میں نے پالیا۔ اگر اس کتاب کی تالیف میں درحقیقت میں نے کچھ ثواب کمایا ہو اور ثواب عبادت

www.taemeernews.com

بدنی کا منتقل بھی ہوتا ہو تو میں نے کل ثواب بتمامہ منشی ممتاز علی خاں صاحب کو بخش دیا۔

ہندوستان آنے کے لیے خرچ نہ تھا:

برائے خدا تم اپنے پاس سے کچھ مت بھیجو، میرے ایجنٹ نے وعدہ کرلیا ہے کہ تمام اخراجات جہاز وہ دے کر ہندوستان پہنچادے گا؛ پس اپنی ذات خاص پر تکلیف گوارا کرنے کی اب ضرورت نہیں رہی ہے، اگر ضرورت ہوتی تو میں بلاشبہ تم کو لکھتا کہ اپنا گھر بیچ کر بھیج دو، میں اپنے روپے میں اور تمہارے روپے میں کچھ فرق نہیں سمجھتا۔

سرسید کی طرف سے چندہ دھندگان کے نام شکریے کے خطوط:

میں نے ہر ایک صاحب کے نام جن کا چندہ آپ نے بھیجا، عرائض شکریہ لکھ بھیجے اور ایک ایک کتاب بھی روانہ کردی۔

یورپ میں خطبات احمدیہ کے کم فروخت ہونے کی وجہ:

۲۰ راگست کو میرا ایجنٹ اطلاع دے گا کہ کس قدر کتابیں فروخت ہوئیں، ان کی قیمت بعد مہنائی اخراجات روانگی کتب بہ ہندوستان میرے پاس آجائے گی مگر ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں بارہ پندرہ سے اب تک زیادہ فروخت نہیں ہوئیں۔ امید تھی کہ فرانس اور جرمنی میں یہ کتابیں فروخت ہونگی، اتفاقات قسمت سے انہیں دنوں میں دونوں ملکوں میں لڑائی شروع ہوگئی ہے۔

خطبات احمدیہ کے آمدوخرچ کی تفصیل:

حساب چھاپۂ کتاب ملفوف عریضہ ہذا مرسل خدمت عالی ہے۔ اس کے ملاحظے سے معلوم ہوگا کہ کل آمدنی اس وقت تک ۱۶۹۱ روپے ہوئی اور خرچ ہوا ۳۹۴۸ روپے، فاضل خرچ ہوا ۲۲۵۷ روپے، جو روپیہ قرض لیا گیا تھا اس میں سے زر فاضل ادا ہوا۔

واپسی کے اخراجات کے لیے قرض کی ضرورت:

الا زادراہ واسطے مراجعت ہندوستان کے باقی نہ رہا اور اب جب تک کہ اور قرض نہ لیا جائے مراجعت متعسر ہے، پس یہ تردوات ایسے جانکاہ ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتا۔

www.taemeernews.com

ہندوستان سے مزید روپے کی طلبی:

دوسو روپے جو آپ کے پاس بابت چندہ جناب ممتاز علی خاں و منشی محمد صدیق صاحب کے جمع ہیں، ان کا اور سو روپیہ چندہ مولوی زین العابدین کے آنے کا ہر دم'' چوں گوش روزہ دار بر اللہ اکبر منتظر'' رہتا ہوں، خیر خدا ہر حال میں مددگار ہے۔ آئندہ عریضے میں جو کچھ اس مصیبت کا حال ہوگا عرض کروں گا۔

خطبات احمدیہ کی ہندوستان کو روانگی:

کتابیں مطبوعہ صندوقوں میں بند ہو رہی ہیں واسطے روانگی ہندوستان کے، ان کے محصول وغیرہ میں بھی دوسو روپے سے کم خرچ نہیں ہونے کا۔ اب زیادہ حال تردات کا لکھنا آپ کو رنج و تردد میں ڈالنا ہے۔

سید محمود کے تعلیمی اخراجات:

چھجو (ذاتی ملازم) دست بستہ آداب عرض کرتا ہے، وہ محمود کے ساتھ رہے گا اور اس کے ساتھ کیمبرج جائے گا۔ محمود کو اپنی پڑھائی اور اخراجات پورے کرنے کو علاوہ اس روپے کے جو سرکار سے ملتا ہے، تین ہزار روپیہ اور درکار ہوگا؛ سو ان شاء اللہ تعالیٰ ہندوستان پہنچ کر اس کے بھیجنے کا بہ قسط ماہواری یا یکشمت بہ فروخت کدامی مکان تجویز کروں گا۔

(۲۴)

لندن سے سرسید کا آخری خط:

چوں کہ اب میں بالکل پا بہ رکاب بیٹھا ہوں اور تردات بے شمار دل پر ہیں اس سبب سے جو کچھ دل میں ہے وہ لکھ نہیں سکتا۔ والسلام

سید احمد

۸/ جولائی ۱۸۷۰ء

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر۴

آتھی نیم کلب لندن کا حال

آتھی نیم کلب لندن کی نہایت شاندار اور مشہور ومعروف علمی مجلس تھی؛ برطانیہ کے تمام اعلیٰ پایے کے ادیب، ملک کے تمام باکمال ہنرور، تمام بلند پایہ سائنسدان اور نامور موجد اس کے ممبر تھے اور جو شخص اس کا ممبر منتخب ہو جاتا تھا وہ اس کو بہت بڑا فخر سمجھتا تھا۔ سرسید کو بھی بزمانۂ قیام لندن، دو مرتبہ اس مجلس کے آنریری ممبر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مجلس کی مفصل کیفیت اور اپنے ممبر ہونے کا حال سرسید نے نہایت تفصیل کے ساتھ اپنے رسالے ''تہذیب الاخلاق'' کے ماہ رجب ۱۲۹۷ھ کے پرچے میں بہت دلچسپ طور پر لکھا ہے۔ چوں کہ یہ نایاب مضمون بھی سرسید کے سفر لندن کا ایک حصہ ہے اس لیے ہم اسے بھی ''تہذیب الاخلاق'' سے لے کر، یہاں درج کرتے ہیں۔ ''تہذیب الاخلاق'' کا یہ فائل پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے۔

(محمد اسماعیل)

آتھی نیم کلب کی اہمیت:

لندن میں یہ ایک نہایت نامی اور معزز کلب ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ معزز کوئی کلب نہیں ہے۔ اس کلب میں جو کوئی ممبر ہوتا ہے اس کے دوست اس کو مبارک باد کی چھٹیاں لکھتے ہیں اور اس کو ایسا فخر ہوتا کہ ویسا فخر کسی خطاب کے ملنے سے بھی نہیں ہوتا۔

ممبری کے قواعد:

اگر ہماری یاد میں غلطی نہ ہو تو اس کلب میں یہ قاعدہ ہے کہ کوئی شخص جو

www.taemeernews.com

صاحب تصنیف نہ ہو یا اور کوئی کمال میں مشہور نہ ہو، وہ اس کلب کا ممبر نہیں ہوسکتا؛ یہ قاعدہ ٹھہرایا ہے کہ اس کلب میں بارہ سو ممبر سے زیادہ نہ ہوں گے۔

ممبری کے امیدواروں کی کثرت:

سینکڑوں آدمیوں کی درخواست ممبر ہونے کے لیے آتی ہیں کہ بروقت خالی ہونے کسی ممبری کے ان کا تقرر ہو اور ان کا نام بطور امیدواران ایک رجسٹر میں مندرج ہوتا ہے۔ ۱۸۷۰ء میں جب کہ ہم لندن میں تھے، تین ہزار سے زیادہ امیداروں کا نام رجسٹر میں مندرج تھا اور دس دس و بارہ بارہ برس امیدواری پر گزر گئے تھے۔

سرسید کا آنریری ممبر مقرر ہونا:

دوامی ممبروں کے سوا جن کی تعداد بارہ سو سے زیادہ نہیں ہوسکتی، کوئی نامی اور مشہور شخص کسی میعاد معین کے لیے آنریری ممبر ہوسکتا ہے۔ ہم نے دو دفعہ اس کلب کے آنریری ممبر مقرر ہونے کی عزت حاصل کی ہے۔ پہلے تقرر کی میعاد گزر جانے کے بعد دوسری دفعہ پھر تقرر ہوا اور جب تک ہم لندن میں رہے، اس معزز کلب کے آنریری ممبر تھے۔

ایڈورڈ طامسن کی لیاقت اور علمیت:

ایڈورڈ طامسن صاحب .....نہایت ذی علم اور نامی مصنف ہیں اور قدیم زمانے کے تاریخی حالات کی تحقیقات میں اور قدیم سکوں اور کتبوں کے انکشاف حال میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اس کلب کے منتظم ممبروں میں ہیں، وہ ہمارے آنریری ممبر ہونے کے باعث ہوئے تھے، جس کی عزت ہمیشہ میرے دل میں رہے گی۔

کلب کی خوبیاں:

اس کلب کی روحانی خوبیوں کا لکھنا تو مشکل ہے مگر جو ظاہری باتیں ہیں ان کا کسی قدر بیاں کیا جاتا ہے گو اس کا لطف بھی بغیر دیکھے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مثل مشہور ہے:

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

www.taemeernews.com

کلب کا مکان:

پال مال میں ایک نہایت عالیشان مکان دو منزلہ بنا ہوا ہے: ممبر جو وہاں جاتے ہیں اکثر حاضری کھا کر جاتے ہیں اور رات کا کھانا کھا کر آتے ہیں۔ ممبروں یا آنریری ممبروں کے سوا اور کسی کو وہاں جانے کا استحقاق نہیں ہے۔ جب اس کے دروازے میں داخل ہو تو نیچے کی منزل کا ایک کمرہ ملتا ہے جس میں فرش ہے اور دو تین کوچیں بچھی ہوئی ہیں اور اس کے کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ بطور حجرے کے بنا ہوا ہے جس کی دیواریں آئینہ بندی کی ہیں۔ اس میں ایک شخص بطور منیجر کے رہتا ہے جو تمام احکام ممبران کی تعمیل کرتا ہے۔ اس چھوٹے کمرے کی دیواریں آئینہ بندی کی اس لیے ہیں کہ جو شخص وہاں آوے منیجر کو معلوم ہو۔

ممبروں کے ملاقاتی:

چوں کہ اس کلب میں ممبر بہت دیر تک رہتے ہیں اور ان کے دوستوں کو، ان کے گھر ان سے ملنے کا بہت کم موقع ہوتا ہے اس لیے ان کے دوست بحالت ضرورت کلب ہی میں، ان سے ملنے آتے ہیں اور اس ڈیوڑھی کے کمرے میں ٹھہرتے ہیں؛ جو ملازم بطور چپراسی حاضر باش کے، وہاں موجود ہوتا ہے، اس کو اپنا ٹکٹ دیتے ہیں اور وہ چپراسی اس ٹکٹ کو اس ممبر کے پاس پہنچا دیتا ہے جس سے وہ ملنے آئے ہیں۔ وہ ممبر وہاں آجاتا ہے اور مل کر چلا جاتا ہے۔ یہ ملاقات گپ شپ کی ملاقات نہیں ہوتی، ضروری بات سن لی، جواب دے دیا؛ چار پانچ منٹ سے زیادہ ملاقات میں صرف نہیں ہوتے۔

کلب کا ریڈنگ روم:

اس ڈیوڑھی کے کمرے کے دائیں طرف ایک نہایت وسیع کمرہ بطور ہال کے ہے۔ یہ کمرہ اخباروں کے پڑھنے کا ہے، نہایت عمدہ فرش سے آراستہ ہے، عمدہ عمدہ کوچیں اور آرام چوکیاں بچھی ہوئی ہیں، بیچ میں درجے دار گول میز لگی ہوئی ہے

www.taemeernews.com

جس پر گویا تمام دنیا کے اخبار رکھے جاتے ہیں؛ چاروں طرف دیواروں میں عمدہ سے عمدہ جغرافیے کے نقشے اس حکمت سے لگے ہوئے ہیں کہ ایک ادنیٰ اشارے سے کھل جاتے ہیں اور ادنیٰ اشارے سے از خود لپٹ جاتے ہیں۔ جو ممبر اخبار پڑھنا چاہتے ہیں، اس کمرے میں آتے ہیں اور کوچوں اور آرام چوکیوں پر بیٹھے اخبار پڑھتے ہیں۔ اگر کسی خبر میں ایسا مضمون ہوا جس کے سمجھنے کو جغرافیے کا نقشہ دیکھنا ضرور ہے، ایک اشارہ ڈوری کا کیا، نقشہ کھل گیا، جب دیکھ لیا چھوڑ دیا، نقشہ از خود لپٹ گیا۔ کوئی شخص اس کمرے میں آپس میں باتیں نہیں کرتا، خاموش مثل تصویر اخبار پڑھتے ہیں؛ جو کوئی آتا ہے نہایت آہستہ سے چلتا ہے کہ پاؤں کی آواز نہ ہو اور دوسروں کے پڑھنے میں ہرج نہ ہو اور دھیان نہ بٹے۔

لکھنے پڑھنے کا کمرہ:

اس کے پہلو میں ایک اور بڑا کمرہ ہے، اس میں لکھنے کا سامان ہر قسم کا موجود ہے؛ بیچ میں گول میز درجے دار لگی ہوئی ہے، ہر قسم کا کاغذ اور چٹھیاں لکھنے کے متعدد قسم کے کاغذ دلفافے رکھے ہوئے ہیں، لکھنے کے خوبصورت مقام مہیا ہیں اور ہر جگہ دوات و قلم موجود ہے جس ممبر کو کچھ لکھنا ہو، اس کمرے میں جاتا ہے اور لکھنے میں مصروف ہوتا ہے۔

کلب میں خطوط کی روانگی کا قاعدہ:

جو ممبر چٹھیاں ڈاک کی روانگی کے لیے لکھتے ہیں، انہوں نے چٹھی لکھی اور اسی میں ایک نل بنا ہوا ہے، اس میں ڈال دی۔ وہ چٹھی اس منیجر کے پاس پہنچی، اس نے اس کا وزن کیا، ڈاک کے محصول کے ٹکٹ لگائے اور روانہ کر دی۔

ممبروں کی ڈاک:

جو لوگ اس کلب کے ممبر ہیں ان کے نام کی چٹھیاں اکثر اسی کلب کے پتے سے آتی ہیں، جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں منیجر ان کو وہ چٹھیاں تقسیم کر دیتا ہے، جو اور

www.taemeernews.com

ملک میں چلے جاتے ہیں، وہ اپنا پتا منیجر کو بتلا جاتے ہیں اور وہ اس پتے پر روانہ کر دیتا ہے، ہر ایک ممبر کے لیے ڈاک کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شاید اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔

ڈائننگ ہال:

ڈیوڑھی کے کمرے کے بائیں طرف ایک اور بہت وسیع کمرہ ہے۔ یہ کھانے کا کمرہ ہے جو نہایت عمدگی سے کھانا کھانے کے سامان سے آراستہ ہے، تمام عمدہ سے عمدہ اشیاء کھانے پینے کی یہاں موجود ہیں، خانساماں وخدمتگار نہایت خوب صورت وردیاں پہنے حاضر ہیں، جابجا چھوٹی وبڑی میزیں لگی ہوئی ہیں، ہر وقت ہر چیز موجود ہے، جس ممبر کا دل چاہے اس میں جاوے اور جو چاہے، کھاوے اور پیوے۔

سگرٹ پینے کا کمرہ:

چرٹ بھی نہایت عمدہ اقسام کے موجود ہوتے ہیں۔ چرٹ پینے کے لیے ایک علحدہ کمرہ ہے جس کی دیواریں اور چھت بالکل آئینہ بندی کی ہیں، اس کے اندر سے باہر کا چمن پھولوں کا بالکل دکھائی دیتا ہے۔ اس کی چھت میں دھواں نکلنے کے لیے ایک روشندان ہے جس میں سے چرٹ کا دھواں نکل جاتا ہے۔

سگرٹ پینے کے لیے علحدہ کمرے کی وجہ:

لندن میں چوں کہ سردی ہے اور اس سبب سے ہمیشہ کمروں کے کواڑ بند رہتے ہیں اس لیے چرٹ پینے کے لیے علحدہ خاص کمرہ ہوتا ہے۔ ہر کمرے میں چرٹ نہیں پی سکتے کیوں کہ اس کا دھواں باہر نہیں نکل سکتا اور کمرے کی دیواروں پر جو سنہرا گل دار گاغذ لگا ہوتا ہے اس میں چرٹ کے دھوئیں کی بو ہو جاتی ہے اور اس لیے ہر جگہ چرٹ پینا ایک بدتمیزی کی بات خیال ہوتی ہے اور چرٹ پینے کا کمرہ علیٰحدہ بنا ہوا ہے۔

کھانے کا طریق:

اس کھانے کے کمرے میں نہایت عمدہ انتظام ہوتا ہے۔ اس میں ممبروں کو اختیار ہے کہ تنہا کھاویں یا چند ممبر جو آپس میں نہایت دوست ہیں، ایک میز پر کھاویں؛

www.taemeernews.com

وہ خانساماں کو حکم دیتے ہیں کہ پانچ آدمی یا چھ آدمی یا زائد یک جا کھاویں گے، یہ فی الفور اسی مقدار کی میز کو آراستہ کر دیتا ہے۔ جو ممبر وہاں جاتے ہیں اکثر ٹفن اور رات کا کھانا وہیں کھاتے ہیں، رات کے کھانے میں آپس میں بولنے، ہنسنے، بات چیت کرنے کی کچھ ممانعت نہیں ہے۔

سرسید کلب کے ڈائننگ ہال میں:

ہم بھی اس کمرے میں چند دفعہ گئے ہیں مگر ایک رات جب کہ ہمارے دوست ایڈورڈ طامسن صاحب نے بلایا تھا، نہایت لطف تھا۔ قریب پندرہ سولہ آدمیوں کے ایک میز پر تھے اور راس میز پر تین شخص ایشیا کے رہنے والے تھے: ایک میں، ایک حاجی محمد حسین خاں سفیر شاہ ایران اور ایک منشی صاحب جن کا نام اس وقت یاد نہیں ہے اور مدرسۃ العالیہ روس کے مدرس اول زبان فارسی کے تھے اور اسی زمانے میں سینٹ پیٹرز برگ (پیٹروگراڈ) سے لندن کی سیر کو آئے تھے۔ نہایت لطف سے وہ کھانا ہوا جس میں سوائے میرے اور سب لوگ نہایت عالم و فاضل و نامی و گرامی اور ایک نہ ایک فن میں مشہور و کامل تھے۔

اوپر کی منزل:

اوپر کی منزل اس سے بھی زیادہ عجیب ہے؛ ایک کمرہ نوکروں کے حاضر رہنے کا ہے، ایک کمرہ اس لیے ہے کہ وہاں جا کر چرٹ پی سکیں یا ٹہل سکیں۔

لائبریری:

علاوہ اس کے ایک نہایت وسیع کمرہ ہے، سب کمروں سے زیادہ وسیع؛ اس میں جا بجا لکھنے پڑھنے کی میزیں لگی ہوئی ہیں اور اس کے پاس نہایت عمدہ و نفیس کتب خانہ ہے جس میں داروغۂ کتب خانہ حاضر رہتا ہے۔ جو ممبر کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں یا کوئی کتاب یا رسالہ تالیف کرتے ہیں، کوئی مضمون لکھنا چاہتے ہیں یا کسی بات کی تحقیقات پر کچھ لکھتے ہیں، وہ اس کمرے میں جاتے ہیں اور جو جگہ ان کے لیے تجویز

www.taemeernews.com

ہوتی ہے، وہاں بیٹھ کر اپنا کام کرتے ہیں، جو کتاب درکار ہوتی ہے فی الفور کتب خانے سے ملتی ہے۔

لائبریری میں کامل یکسوئی:

یہ کمرہ درحقیقت تصویر کا عالم ہے؛ بات کرنی یا آواز دینی تو درکنار، کھانسنا بھی نامناسب خیال کیا جاتا ہے اس قدر آہستہ سے اٹھنا اور چلنا ہوتا ہے کہ ذرا آواز نہ ہو بلکہ بقول شخصے کہ حرکت بھی معلوم نہ ہو۔ ہر ایک شخص اپنے خیال میں اور اپنی دھن میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اس کو دنیا و مافیھا کی خبر نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے عالم، دانش منداپنی فکر اور اپنے علم اور اپنی تحقیقات کا نتیجہ قلم کی زبان سے اس مقام پر دنیا کی اطلاع کے لیے ظاہر کرتے ہیں۔

ایک فاضل انگریز سے ملاقات:

اسی کمرے میں ہم نے ڈین اسٹانلے کو دیکھا جو نہایت مشہور عالم لندن میں ہیں۔ وہ کسی امر کی تحریر میں مشغول و مستغرق تھے۔ پہلی دفعہ انہوں نے بے انتہائی مہربانی ہم پر یہ کی کہ کرسی پر سے اٹھ کر ہم سے ہاتھ ملایا اور پھر چپکے بیٹھ گئے، یہ پہلی ملاقات تھی۔ ہم خاموش ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور چپکے ان عالموں کو دیکھا کیے جو اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ ان کو دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی تھی اور عقل متحیر ہوتی تھی کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔

پال مال گزٹ کا ذکر:

لندن میں ایک اخبار چھپتا ہے جس کا نام ''پال مال گزٹ'' ہے۔ ہم کو شبہ پڑ گیا ہے یہ اخبار اسی کلب سے متعلق ہے یا اس سے علیٰحدہ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کلب کے اکثر ممبروں کے مضمون اور آرٹیکل اس اخبار میں چھپتے ہیں اور اسی لیے وہ اخبار نہایت عمدہ اور ذی وقعت خیال کیا جاتا ہے۔

www.taemeernews.com

ہندوستانی کلب میں کیا ہوتا ہے؟

ہمارے ہم وطن اس مضمون کو پڑھ کر کسی قدر خیال کر سکیں گے کہ یورپ میں کلب کس مقصد کے لیے قائم ہوتا ہے اور کیا نتیجہ اس کلب سے حاصل ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی کلب قائم ہو تو اس کا نتیجہ بجز اس کے کہ ایک مکان میں چند صورتیں جمع ہو جاویں اور حقے کی گڑگڑ بلند آواز ہو اور پانوں کی تواضع کی جاوے اور آپس میں مل کر کچر کچر لغو و بیہودہ باتیں کریں اور قہقہہ اڑاویں، اور کیا ہو سکتا ہے؛ زیادہ ترقی ہو تو ایک دوسرے کو کچھ سخت کہہ بیٹھے، کیا عجب ہے کہ نوبت رنجش اور سخت کلامی وہاتھا پائی کی پہنچے۔ ان تمام چیزوں کے لیے وہ لیاقت چاہیے جس کے لیے ایسے مجمعے موضوع ہیں۔ جب ہم میں ایسے لوگ ہی موجود نہیں ہیں جو ایسے مقاموں اور ایسے مجمعوں کے لائق ہوں تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

علی گڑھ سائنٹیفک سوسائٹی کا ذکر:

ہم نے علی گڑھ سائنٹیفک سوسائٹی قائم کی، اس کے لیے ایسا عمدہ و عالیشان مکان بنایا جو اس وقت تک ہندوستان کے ہندوستانی مجمعوں کے لیے نہیں ہے؛ پھر اس سے کیا نتیجہ ہے؟ ہم وہ آدمی کہاں سے لاویں جو اپنے ملک، اپنی قوم کی بھلائی وترقی کے لیے کچھ محنت اختیار کریں۔ اس کو جانے دو؛ ہم کو تو ایسے دو چار آدمی بھی نہیں ملتے جو اس مکان میں بیٹھ کر اگر کچھ نہ کریں تو اپنی قوم کی ابتر حالت پر رو ہی دیں۔

سوسائٹی کا باغ:

ہاں اس مکان کا باغ ایسا عمدہ آراستہ ہے جو بہت ہی کم اپنا نظیر رکھتا ہے۔ وہ بھی کسی ہندوستانی کی سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک فیاض و عالی ہمت اور نیک دل، نیک خصلت، فرشتہ سیرت، ہمہ تن نیکی و سرتا پا خیر، مجسم یورپین لیڈی کا نتیجہ ہے جس نے اپنے شوق و محبت سے اس کو آراستہ کر دیا ہے۔ ہماری قوم میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں ہے کہ اس پر فضا باغ کی سیر کے بھی لائق ہوں۔ پس کسی جگہ کلب یا سوسائٹی قائم ہونے سے ہم کو کیا خوشی ہو سکتی ہے؟

www.taemeernews.com

ہم وطنوں کو نصیحت:

اے ہمارے عزیز ہم وطنو! ہماری قوم کے جولوگ بوڑھے ہیں وہ کے دن کے ہیں، ان کو خدا جلد بہشت نصیب کرے گا؛ جو جوان ہیں، ان سے ہاتھ اٹھاؤ، جب درخت کی شاخ سخت (خشک) ہوجاتی ہے وہ ٹوٹ جاتی ہے پر کسی طرف پھر نہیں سکتی۔ ہاں اپنی اولاد کی جو چھوٹی پود ہے، خبرلو، ان کی تعلیم وتربیت کا فکر کرو۔تمہاری حالت تمہارے باپ دادا کی حالت سے زیادہ خراب ہے اور تمہاری اولاد کی حالت تم سے بہت ہی زیادہ بدتر اور ابتر ہوگی۔ اگر تم اس کی فکر نہ کروگے تمہاری ارواح قبر میں ان کے لیے رووین گی۔

قوم کی بہتری تعلیم پر منحصر ہے:

سکرٹری محمدن کلب الہ آباد نے اپنی رپورٹ میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ کا ذکر کیا ہے۔ ہم نہایت سچے دل سے اور تمہاری نہایت خیرخواہی سے کہتے ہیں کہ صرف یہی ایک علاج ہے جو تمہاری اولاد کی بھلائی و بہتری کے لیے ہوسکتا ہے۔ اے عزیز ہم وطنو! تم نے اس مدرسے کی نہایت ناشکری کی ہے اور بہت کچھ جھوٹ اور محض غلط باتیں اپنی بداقبالی اور بدقسمتی سے اس کی نسبت کہی ہیں۔ تم کو لازم ہے کہ تم آؤ اور اس کی حالت کو دیکھو اور خود اپنی دریافت اور اپنی تحقیقات سے اس پر رائے قائم کرو اور اس کی تکمیل پر ہمت باندھو۔ دیکھو، سمجھو! یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اس وقت تم جھوٹی باتیں بنا کر ہنس لو قہقہے آڑا لو مگر یقین جان لو کہ اس کے بعد رونا اور دانت پیسنا ہے۔

سید احمد

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر ۵

شہر لندن کے تاریخی حالات

(بیان کردہ سرسید)

جب سرسید لندن گئے ہیں اس زمانے میں وہاں اور ہندوستان میں ملکہ وکٹوریا کی حکومت تھی۔ ذیل کی تقریر میں (جو سرسید نے مشنری سکول، گورکھپور میں، بتقریب سالگرہ ملکہ وکٹوریہ، ۲۹ رمئی ۱۸۷۴ء کو کی) پہلے ملکہ وکٹوریا کے کچھ سوانحی حالات بیان کیے، پھر لندن کے لوگوں کی معاشرت، ایمانداری، دیانت، سچائی اور قومی ہمدردی کا کچھ حال سنایا پ؛ ازاں بعد شہر لندن کے ایسے تاریخی حالات بیان کیے جو سفرنامے میں نہیں ہیں چونکہ یہ بیان سرسید کے لندن کا ایک حصہ ہے اس لیے ہم اسے سرسید کی ان تقریروں سے لے کر یہاں درج کرتے ہیں جن کا مجموعہ مولانا امام الدین گجراتی نے مرتب کیا اور جسے ملک فضل الدین تاجر کتب لاہور نے ۲۱ رفروری ۱۹۰۰ء کو شائع کیا۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

سوانح ملکہ وکٹوریا

پیدائش اور والد کا انتقال:

اپنی تقریر کی ابتدا میں سید صاحب نے پہلے کچھ مختصر حال ملکہ وکٹوریا کی ولادت کا بیان کیا اور فرمایا کہ حضور ممدوحہ کے پدر بزرگوار کا نام ایڈورڈ آف کنٹ ہے اور ۲۴ رمئی ۱۸۱۹ء کو حضور ممدوحہ بمقام کنزنگٹن پیلس میں پیدا ہوئیں۔ اگلے ہی سال میں حضور ممدوحہ کے شفیق باپ نے قضا کی اور ہماری ملکہ معظمہ یتیم ہوگئیں۔ اس وقت یہ بات کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آسکتی تھی کہ یہ بن باپ کی لڑکی ایک روز ایسی

www.taemeernews.com

عظمت اور شان کو پہنچے گی کہ یورپ اور افریقہ اور ایشیا اور امریکہ ہر ایک حصۂ ملک میں اس کی حکومت اور طاقت کا لوگ اقرار کریں گے۔

تعلیم وتربیت:

اب میں آپ صاحبوں کو بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جس کے سبب ہماری ملکہ معظمہ نے ایسی بڑی ناموری حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کی؛ یہ حضور ممدوحہ کی مادر مشفقہ کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ حضور ممدوحہ کی والدہ ماجدہ کا نام ڈچس آف کنٹ ہے جو بادشاہ بلجیم کی بہن تھیں، انہوں نے بعد انتقال اپنے شوہر کے بڑے استقلال اور قابلیت کے ساتھ اپنی یتیم لڑکی کی تعلیم وتربیت کا اہتمام خود اپنے ذمے لیا۔ سب سے پہلے انہوں نے جناب ملکہ معظمہ کو ورزش سکھلائی یعنی وہ کام جن سے بدن چست اور طبیعت خوش رہے ہمارے ملک کے آدمی ابھی اس اہم معاملے کی خوبی سے آگاہ نہیں ہیں اور اپنی اولاد کی صحت جسمانی کا زیادہ لحاظ نہیں کرتے حال آنکہ یہ ابتدائی احتیاط ہر ایک قسم کی تعلیم کی جڑ ہے۔ اگر بچوں کی صحت وعافیت میں ابتدا سے کچھ خلل آجاوے تو پھر ان کی ہر ایک قسم کی استعداد پژمردہ ہوجاتی ہے اور وہ تعلیم کے اعلیٰ درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

ورزش کے بعد جس چیز کی (ملکہ وکٹوریا کو) تعلیم دی گئی وہ اعتدال ہے یعنی ہر ایک کام میں سلامت روی اختیار کرنا۔

اس کے علاوہ گھوڑے کی سواری اور جہازی سفر وغیرہ امور کی بھی تعلیم دی گئی تاکہ جب کبھی سفر پیش آجاوے یا فوجوں کے ساتھ رہنے کی ضرورت پڑے تو حضور ممدوحہ ہر ایک موقع پر مستعد رہیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور بڑی عمدہ چیز سکھلائی گئی یعنی کفایت شعاری جو بادشاہوں کے لیے نہایت ضروری ہے مگر اس ملک کے لوگ شاید اس کو بہت کم سمجھیں گے، اس لیے کہ یہاں ہمیشہ ایسے بادشاہوں نے فرمانروائی کی جن کو

www.taemeernews.com

کفایت شعاری سے کچھ غرض نہ تھی، جس وقت جس کام میں ان کا جی چاہا خزانہ صرف دیا۔ کوئی ان سے پوچھنے والا نہ تھا؛ برخلاف اس کے ہماری ملکہ معظّمہ کی طبیعت میں ابتدائی ہی سے ایسا اعتدال اور کفایت شعاری داخل کی گئی کہ کسی وقت اس سے قدم باہر نہیں رکھا۔

وائی کونٹ مل برن صاحب نے حضور ممدوحہ کو ان تمام اصول انتظام سلطنت کی تعلیم دی جن کے بموجب اس وقت انگلستان کی سلطنت میں کارروائی ہوتی تھی۔

تخت نشینی:

آخر اس تمام عمدہ تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بادشاہ ولیم چہارم نے انتقال کیا اور صحیح النسب وارث سلطنت نہ رہا تو بموجب قانون انگلستان کے ۲۰ر جون ۱۸۳۷ء کو ہماری ملکہ معظّمہ خلد اللہ ملکہا وسلطنتہا تخت نشین ہوئیں جو اس وقت ہر طرح سے ایسے بڑے عہدے کے لائق تھیں۔

شادی:

۱۰ر فروری ۱۸۴۰ء کو حضور ممدوحہ کی شادی ہوئی اور ۱۸۴۱ء میں پرنس آف ویلز ولی عہد سلطنت پیدا ہوئے اور اب حضور ممدوحہ کا سن پچپن سال کو پہنچا۔

ملکہ وکٹوریا کا عہد:

جناب ملکہ معظّمہ کے عہد کی نسبت جس قدر تعریف اور توصیف کی جاوے، وہ سب بجا اور درست ہوگی۔ میں اس وقت ایک بڑے لائق مصنف لارڈ بروھم کا قول بیان کرتا ہوں جس نے بہت ہی مختصر اور سیدھے اور سچے لفظوں میں ہماری ملکہ معظّمہ کی نسبت رائے دی ہے: لیکن قبل اس قول کے بیان کرنے کے میں آپ صاحبوں پر یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یورپ کے مصنفوں کے بیان کو ایشائی مصنفوں کے بیان پر قیاس نہ کریں جن کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کی تعریف میں وہ باتیں بیان کرتے ہیں جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور محض جھوٹ ہوتی ہیں اور جن سے ہرگز

www.taemeernews.com

کسی بادشاہ کے اصلی حالات معلوم نہیں ہو سکتے۔ یورپ کے مصنفوں کا طرز اس سے بالکل برخلاف ہے، یہ مصنف کبھی کسی کی ایسی تعریف نہیں کرتے جس کا وہ مستحق نہ ہو۔ پس لارڈ بروھم کا قول جو میں اب بیان کرتا ہوں اس کی نسبت کسی طرح یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ اس نے اس بیان میں کچھ بھی مبالغہ کیا ہوگا۔ اس عالی مرتبہ مصنف کا وہ قول یہ ہے'' کسی ملک میں ایسی ملکہ آج تک نہیں ہوئی جو پبلک اور پرائیویٹ باتوں میں ملکہ وکٹوریا سے بڑھ کر قابل تعریف اور رعایا کی شکرگذاری کی مستحق ہو۔''

کیسی سچی اور کس قدر بڑی تعریف کی بات ہے اور جو سچ اور بالکل سچ ہے۔

انگلستان کی رعایا کو حقوق کی آزادی:

کسی ملک کی رعایا کو اس قدر آزادی اور اس قدر حقوق حاصل نہیں ہیں جیسے انگلستان کی رعایا کو حاصل ہیں اور وہاں اگرچہ ایک بادشاہ مانا جاتا ہے لیکن اس کے اختیارات کی وہ کیفیت نہیں ہے جیسے آپ صاحبوں کے خیال میں سمائی ہوئی ہوگی اور جیسے ایشیا کے بادشاہوں کی کیفیت تھی جن کو یہ اختیار تھا کہ جس شخص کی نسبت جو حکم چاہیں دے دیں، جس کام میں جس قدر چاہیں خزانہ صرف کردیں۔ انگلستان کے بادشاہ کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے؛ یہاں بادشاہ کے اختیارات محدود ہیں اور تمام قوانین جن پر سلطنت کی کل کارروائی منحصر ہوتی ہے، رعایا کی منظوری کے بعد جاری ہوتے ہیں، بادشاہ کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہے کہ سلطنت کے خزانے کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے صرف کردے۔

اس ضمن میں ایک نصیحت آمیز واقعہ:

میں جس عرصے میں لندن میں مقیم تھا تو پارلیمنٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ آئرلینڈ میں جناب پرنس آف ویلز ولی عہد سلطنت کے واسطے ایک قطعۂ اراضی جو بہت عمدہ موقعہ پر واقع تھا، سلطنت کے خزانے سے خرید کیا جاوے اور لارڈ اسچگر صاحب نے ایسی خوب صورتی سے اس معاملے کو پارلیمنٹ میں پیش کیا کہ اس کو

www.taemeernews.com

پرائیویٹ مقاصد سے نکال کر بالکل ایک پولیٹیکل معاملہ بنادیا اور بیان کیا کہ جو مخالفت آئرلینڈ کی رعایا کو لندن کے شاہی خاندان سے ہے اس کے لحاظ سے یہ بات بہت ہی ضروری ہے کہ خاندان شاہی کے واسطے اس ملک میں اس قسم کی جائداد پیدا کی جاوے اور ان کا اس ملک میں اکثر قیام ہوتا کہ اس ذریعے سے ایک خاص قسم کا ارتباط خاندان شاہی کو اس ملک کی رعایا سے پیدا ہووے۔

مگر پارلیمنٹ کے ممبروں نے اس تمام وجوہات سے انکار کیا اور ہرگز اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ پرنس آف ویلز ولی عہد سلطنت کے واسطے شاہی خزانے سے اس قسم کا خرچ روانہ کیا جاوے۔

پس جب رعایا کی آزادی اور ان کی مداخلت انتظام مملکت میں اور ان کے حقوق اس قدر بڑھے ہوئے ہیں تو لارڈ بروھم کا قول نہایت ٹھیک ہے۔

آزادی حقوق کے متعلق ہندو انگلینڈ کی رعایا میں فرق:

ہمارے اس ملک ہندوستان کی نسبت لوگ البتہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ایسے حقوق حاصل نہیں جیسے رعایائے انگلستان کو حاصل ہیں؛ قانون بنانے میں اور امور میں جو ملک کی حالت پر موثر ہیں، یہاں کے لوگوں کی رائے کو کچھ وقعت نہیں ہے۔

اس فرق کی وجہ:

میں بھی اس بیان سے انکار نہیں کرسکتا اور اس نقصان کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی انصافاً میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ تمام خرابی صرف اس لیے ہے کہ ہم لوگوں نے ابھی ایسی لیاقت حاصل نہیں کی ہے جو انگلستان کی سی رعایا کے حقوق ہم کو حاصل ہوں اور میری قطعی یہ رائے ہے کہ اگر ہمارے ملک کے آدمی ویسی ہی لیاقت حاصل کرلیں جیسی انگلستان والوں نے کی ہے اور ان لیاقتوں کو ویسی ہی نیک نیتی اور خیر خواہی سے استعمال میں لاویں جیسی نیک نیتی اور

www.taemeernews.com

خیر خواہی اہل انگلستان کو اپنی گورنمنٹ کی نسبت ہے تو بلا شبہ وہ تمام حقوق اس ملک کی رعایا کو بھی حاصل ہو جاویں گے۔ ایک بڑے مصنف کا قول ہے ''گو آزادی رعایا کا اصلی حق ہے لیکن اس قسم کے حقوق اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ رعایا میں ان حقوق کو واجبی طور سے اور نیک نیتی سے برتنے کے لیے لیاقت موجود ہو''؛ پس ہمارے ملک والوں کو اگر انگلستان کی رعایا کے سے حقوق کی آرزو ہے تو ان کو بھی ویسی ہی لیاقت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

شہر لندن کی تاریخ اور اس کی موجودہ حالت:

اب میں لندن کے شہر کی مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں جس کی مجھ سے خواہش کی گئی ہے مگر پھر اس بات کا عذر کرتا ہوں کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے کچھ زیادہ بیان نہیں کر سکتا۔

لندن کا شہر ایک قدیمی شہر ہے اور قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے جب ''لیبر شیرز'' نے لشکر کشی کی تو اس وقت یہ شہر آباد تھا اور اب یہ شہر تمام دنیا میں سب سے بڑا شہر ہے اور اگر میری یاد نے غلطی نہ کی ہو تو قریب بیس میل لمبا اور دس بارہ میل چوڑا ہے اور ۳۵ لاکھ آدمی کے قریب اس میں آباد ہیں۔ اگرچہ یہ شہر اپنی خوب صورتی میں پیرس سے اور عمدگی موقع میں قسطنطنیہ سے بہتر نہیں ہے لیکن آبادی اور مال و دولت کی کثرت کے لحاظ سے اب دنیا میں کوئی شہر اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

لندن میں آب رسانی کا انتظام:

۱۲۵۵ء میں اوّل ہی اوّل چیپ سیڈ میں پانی کے نل اس شہر میں لگ گئے تھے، جس کو آج وہ ترقی ہے کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے؛ کوئی گھر اور موقع باقی نہیں جہاں ان نلوں کے ذریعے سے پانی نہ پہنچتا ہو، ایک مقام پر گھما دینے سے اس تمام علاقے کے گھروں کے حوض پہلی منزل سے لے کر اونچی اونچی منزل تک سب بھر جاتے ہیں اور جب کوئی حوض بھر جاتا ہے تو پھر اس میں پانی جانا بند ہو جاتا ہے اور جب سب حوض بھر جاتے ہیں تو وہ کل از خود بند ہو جاتے ہیں۔

www.taemeernews.com

شہر میں روشنی کا اہتمام:

روشنی کا اہتمام بھی اس شہر میں مدت سے ہے؛ ۱۳۱۶ء میں لالٹینوں کی روشنی سڑکوں پر شروع ہوگئی تھی جس نے اب وہ ترقی پائی ہے کہ اس سے پہلے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی، ہر ایک گھر گیس کی صاف روشنی سے منور ہے جو ایک نہایت لطیف ہوا ہے۔

عمارات کی طرز:

طرز عمارت میں بھی پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ ترقی ہوگئی ہے۔ شہر میں ایک موقع پر پرانی عمارت کے کچھ مکان اتفاق سے اب تک اپنی پہلی حالت پر قائم ہیں، ان کے دیکھنے سے وقت کی طرز عمارت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

پچھلا طرز عمارت اس شہر کا یہ تھا کہ نیچے کا درجہ پاٹ کر اس کے آگے چھجا نکالتے تھے اور دوسرا درجہ چھجے کے اوپر سے بنانا شروع کرتے تھے اور پھر چھجا نکال کر تیسرا درجہ اس پر بناتے تھے، اس طرح مکان درجہ بدرجہ اوپر کو پھیلتا جاتا ہے؛ یہاں تک کہ کبھی مقابل کے دو مکان اونچے اور چوڑے ہوتے ہوتے آپس میں مل جانے کے قریب ہو جاتے تھے اور غالباً یہ طرز اس لیے اختیار کیا گیا تھا کہ ان مکانات کے اطراف میں جو لوگ راستہ چلیں ان کو بارش اور برف سے امن ملے۔

وبا اور آتش زدگی سے شہر کی تباہی:

۱۶۶۵ء میں اس شہر میں ایک بہت بڑی وبا پھیلی جس میں بہت کثرت سے انسانوں کی جانیں تباہ ہوئیں اور ۱۶۶۶ء میں ایک سخت آگ لگی؛ اس عظیم آتشزدگی میں تیرہ ہزار گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے اور بہت ہی نقصان ہوا۔

تباہی کی اصلی وجہ اور اس کا انسداد:

جب متواتر دو برسوں میں یہ دو سخت آفتیں شہر پر نازل ہوئیں تب وہاں ایک بڑی کمیٹی منعقد کی گئی اور بہت سی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ یہ دونوں آفتیں شہر کی طرز عمارت کی وجہ سے پیش آئیں؛ پس اسی وقت سے عمارت کا طرز بدلا گیا

www.taemeernews.com

جس سے اس قسم کی مصیبتیں رک گئیں اور اب وہ شہر ایسی عمدہ رونق پر پہنچ گیا ہے۔

تباہی کا یادگار مینار:

۱۶۶۶ء کی آتش زدگی کی یادگار میں ایک بہت بڑا مینار تیار کیا گیا ہے جو اب تک موجود ہے اور ۲۰۰ فٹ بلند ہے اور جس کو دیکھ کر لوگ اس بڑی مصیبت سے واقف ہوتے ہیں اور طرز عمارت کی تبدیلی کی قدر کرتے ہیں۔

لندن کی ایک عبرت انگیز تاریخی عمارت:

لندن کے مشہور مکانات میں سے ٹاور آف لندن بھی ایک مکان عبرت سے ذکر کرنے کے لائق ہے۔ یہ لندن کا ایک قدیم قلعہ ہے؛ ۱۰۷۸ء میں بادشاہ ولیم اوّل نے اس میں ایک محل ویٹ ٹور کے نام سے تعمیر کیا، ملکہ الزبتھ اور کنگ جیمس کے زمانے تک وہ محل بادشاہوں کے رہنے کا مکان رہا اور اس کے بعد سے قید خانہ ہو گیا؛ بڑے بڑے نامی سردار اس میں قید ہوئے اور بہت سی جانیں نہایت بے رحمی کے ساتھ اس میں ضائع ہوئیں، بہت سے خون اس میں بہائے گئے، وہ لوہے کا تبر جس نے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں کی گردنیں کاٹی ہیں اور کاٹ کا کندہ جس پر وہ گردنیں کٹی ہیں، ٹاور کے اسلحہ خانے میں اب تک موجود ہے۔

اسی مکان میں ایک اور برج ہے جس کی سیر سے انسان کے دل پر ایک عجیب حیرت اور عبرت طاری ہوتی ہے۔ یہ برج ایک نہایت ہی مستحکم عمارت ہے اور اس میں صرف ایک دروازہ ہے جس کے مضبوط کواڑوں کے بند ہو جانے کے بعد، وہ برج پوری مایوسی کا عالم ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے نامی سردار جو اس برج میں قید ہوئے ہیں، ان میں سے اکثروں نے اپنے ان بد اقبالی کے وقتوں میں کوئی کوئی فقرہ درودیوار کے اوپر کسی ذریعے سے کندہ کر دیا ہے؛ یہ سب فقرے اب تک جوں کے توں موجود ہیں اور اس قدر پر اثر ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی انسان ان کو دیکھے اور اس کا دل بھر نہ آوے۔

www.taemeernews.com

ان کے علاوہ اور بہت سے مکانات اور نہایت عجیب عجیب اور نادر نادر چیزیں اس شہر میں ہیں جن کے بیان کے لیے ایک زمانہ درکار ہے اس لیے میں پھر عذر کرتا ہوں اور زیادہ کیفیت وہاں کی چیزوں کی میں بیان نہیں کر سکتا۔

لندن کے تاجر:

(یہاں میں) کچھ مختصر سا ذکر اس سچائی کا بھی کروں گا جو وہاں عموماً برتی جاتی ہے۔ ایک ادنیٰ بات یہ ہے کہ جب کوئی بازار میں جاتا ہے تو جس سوداگر کی دوکان میں گزر ہوتا ہے، وہ سوداگر اس کے ساتھ نہایت اخلاق اور انسانیت سے پیش آتا ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہوئی اس کو پسند کر لیا اور مالک دوکان کو اس کی تفصیل اور مکان کا پتہ لکھا دیا، نہ قیمت کی کچھ تکرار ہے، نہ سودا ٹھہرانے میں ناحق کی بک بک ہے؛ اگر کسی نے کسی چیز کی قیمت دریافت کی تو بہت ملائمت سے اس کا جواب مل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس سوداگر کا نوکر گاڑی پر سوار، ان سب چیزوں کو لیے ہوئے دروازے پر آموجود ہوتا ہے اور وہ سب چیزیں سپرد کر جاتا ہے اور اگر قیمت پہلے سے ادا نہیں کر دی گئی ہے تو مالک کی طرف سے اس کا بل اپنے ساتھ لاتا ہے اور روپیہ لے جاتا ہے۔ اب ہم لوگوں کو غور کرنا چاہیے کہ وہاں ادنیٰ ادنیٰ موقع پر بھی کس درجے سچائی برتی جاتی ہے اور اس سے کس قدر آرام ملتا ہے۔

لندن کے بدمعاش:

اس میں بھی شک نہیں کہ لندن میں بدمعاش بھی پورے ہوتے ہیں، جو کام وہاں کے بدمعاش کر گزرتے ہیں، وہ اور کسی جگہ کے بدمعاشوں سے ممکن نہیں ہے۔

اہل لندن کی راست بازی:

لیکن لحاظ کے قابل یہ امر ہے کہ اس بدمعاش کے ساتھ وہاں نیکی اور راست بازی کس قدر شائع ہے؟ روزمرہ اخباروں میں یہ اشتہار دیکھے جاتے ہیں کہ کسی "شخص کی سونے کی گھڑی فلاں جگہ سے پڑی ہوئی کسی شخص کو ملی ہے اور اب وہ

www.taemeernews.com

فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے جس کی وہ آ کر لیوے۔"

بعض سررشتوں کے ملازم اپنے کسی افسر کی نالائقی ثابت کرنے کے واسطے کوئی غلط حساب اس کے سامنے پیش کر کے تصدیق کرا لیتے ہیں اور زیادہ روپیہ اس کے ذریعے سے وصول کر لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس زرزائد کا نوٹ وزیر کے پاس لفافے میں چلا آتا ہے اور اس کے ساتھ ایک چھٹی اس افسر کی شکایت میں ہوتی ہے کہ دیکھیے فلاں افسر اس قدر نالائق ہے کہ اس نے غلط حساب کو تصدیق کر دیا۔

پس جہاں چند بدمعاش ہوتے ہیں وہاں ایسے ایسے نیک دل انسان بھی کثرت سے موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس شہر کی خوبی اور نیک نامی اور تجارت دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور یہ سب باتیں عمدہ تعلیم کی بدولت ہیں۔

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم وتہذیب:

جس زمانے میں ہماری قوم کی تعلیم بھی عمدہ تھی، ہم میں بھی یہ سب خوبیاں موجود تھیں اور جب سے ہماری تعلیم ناقص ہوگئی، وہ سب خوبیاں ہم میں سے جاتی رہیں۔ ہماری قوم نے ایک وقت میں علوم اور فنون میں ایسی ترقی کی تھی اور ایسی فیاضی سے اپنے علوم سے یورپ کی قوموں کو نفع پہنچایا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ اگر مسلمان ان علوم میں ایسی ترقی نہ کرتے اور ان سے اور قوموں کو ایسا فائدہ نہ پہنچتا جیسا پہنچا تو آج دنیا میں ان علوم وفنون کا نام بھی نہ ہوتا؛ قرطبہ کی یونی ورسٹی نے اور ہماری بغداد کی یونی ورسٹی نے اپنے علوم وفنون کی ترقی کی وجہ سے تمام دنیا میں علم کا آفتاب روشن کر دیا۔

انگریزوں نے جو کچھ لیا ہم سے لیا:

یہ انگریزوں کی قوم جو آج ایسی اعلیٰ درجے کی شائستگی میں ہمارے اوپر حکومت کر رہی ہے، انہیں یونی ورسٹیوں اور مدرسوں سے اس کو علوم وفنون کی روشنی پہنچی۔ آج اتفاق سے ہم اور وہ قوم جس نے ایک زمانے میں ہم سے علم حاصل کیا اور ہم سے بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ گئی ہے، اتفاق سے اس ملک ہندوستان میں جمع ہو گئے ہیں۔

www.taemeernews.com

قرض کی واپسی کا مطالبہ:

پس ہمارا ان سے یہ دعویٰ ہے کہ جو قرض ان لوگوں نے ہم سے لیا تھا، وہ اب ہم ان سے وصول کریں اور میں نہایت سچے دل سے شکر کرتا ہوں کہ وہ قوم اس قرض کو مع سود دینے کے لیے بڑی فیاضی سے حاضر ہے یعنی جو بہت سے علوم وفنون خود اس نے اپنی محنت اور تلاش سے مستزاد کیے ہیں، وہ ہم کو سود میں دینے کے لیے حاضر ہے مگر ہم اپنے تعصب اور جہالت اور نالائقی کی وجہ سے ان سے محروم ہیں۔

اپنی قوم کی خدمت میں گذارش:

پس میری خواہش یہ ہے کہ ہماری قوم اپنے خستہ حالی کو دیکھے اور جو عمدہ موقع اس کو اتفاق سے ہاتھ آیا ہے، اس سے فائدہ اُٹھانے میں کوتاہی نہ کرے اور سب ایک دل ہو کر اس میں کوشش کریں اور آپس کی ضد اور بغض اور حسد سے برباد نہ کردیں۔

www.taemeernews.com

ضمیمہ نمبر ۶

پروفیسر ڈ ٹاسی کا اردو خط

سرسید کے نام

اردو کا پہلا پروفیسر اور فرانس کا مشہور مستشرق گارسن ڈ ٹاسی ہماری زبان کے غیر ملکی خادموں میں سے ایک نامور شخص تھا جو اگر چہ کبھی ہندوستان نہیں آیا مگر اردو کا ایسا عاشق تھا کہ اس نے فرانس میں بیٹھ کر بڑے شوق اور نہایت محنت سے اردو زبان سیکھی اور پھر اپنی ساری زندگی اردو کی خدمت میں صرف کردی اور عرصۂ دراز تک اردو زبان کے متعلق فرانس میں اردو کے طلباء کو نہایت معلوماتی لکچر دیتا رہا۔ یہ لکچر اردو ادب کی تاریخ کا ایک نہایت کارآمد اور زرین باب ہیں اور ان کا ترجمہ انجمن ترقی اردو نے ''خطبات گارسن ڈ ٹاسی'' اور ''مقالات گارسن ڈ ٹاسی'' کے نام سے علیٰحدہ علیٰحدہ شائع کیا ہے۔ ڈ ٹاسی اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور ترکی کا بھی بڑا فاضل تھا اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔ ''تاریخ ادبیات ہندوستانی'' اس کی نہایت قابل قدر کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ مولوی کریم الدین پانی پتی نے بہت اضافوں کے ساتھ ''طبقات الشعرائے ہند'' کے نام سے ۱۸۵۲ء میں کیا۔ یورپ کا یہ نامور مستشرق ۱۷۹۴ء میں بمقام مارسلز پیدا ہوا اور ۱۸۷۸ء میں بمقام پیرس اس نے وفات پائی۔

آج ہم پروفیسر ڈ ٹاسی کا ایک خط ذیل میں درج کرتے ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور ''سفرنامۂ مسافران لندن'' میں اس لحاظ سے بطور ''یادگار'' شامل ہونے کے قابل ہے کہ وہ ڈ ٹاسی نے سرسید کو اس وقت لکھا تھا جب سید صاحب لندن میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے ہمیں یہ خط مجلۂ ''نوائے ادب'' کی اپریل ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں مل گیا جسے مضمون نگار جناب عابد رضا صاحب بیدار نے اخبار سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ مورخہ ۲۷ راگست ۱۸۶۹ء سے لے کر ''نوائے ادب'' میں

www.taemeernews.com

نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ اپنی خاص مہربانی سے محترمی عبدالرزاق صاحب قریشی نے مجھے بمبئی سے بھیجا تھا جس کے لیے میں ان کا نہایت شکر گزار ہوں۔

یہ خط اس لحاظ سے اور بھی زیادہ قابل قدر ہے کہ پروفیسر ڈ تاسی نے یہ سرسید کو اردو میں لکھا تھا۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

صاحب عالی قدر!

جب سے آپ بخیر و عافیت لندن میں وارد ہوئے ہیں، اس وقت سے میں چاہتا تھا کہ آپ کو اردو زبان میں ایک خط لکھوں، اس لیے کہ وہ ایسی زبان ہے جس کے آپ نہایت شائق ہیں مگر چوں کہ مجھ کو اس عمدہ زبان میں تحریر کا ربط نہیں ہے، صرف پڑھنا اور ترجمہ کرنا آتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں ہندوستان میں کبھی نہیں رہا، اس وجہ سے میری ہمت نے گواہی نہ دی۔

مجھ کو "علی گڑھ انسٹیٹیوٹ" گزٹ کے ذریعے سے ابھی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ سٹار آف انڈیا کے کمپینین مقرر ہوئے جس کے آپ حقیقت میں مستحق تھے پس میں اس موقع پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔

میں نے سنا ہے کہ یہ صرف آپ ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اخبار مذکور الصدر میرے پاس آتا ہے اور جب کبھی اس میں ہندوؤں کی مخالفت پر جو ہندی کے جاری ہونے کے نہایت خواہاں ہیں، زبان اردو کی کوئی تائید ہوتی ہے تو میں اس کے دیکھنے سے نہایت محظوظ ہوتا ہوں۔

کتاب توریت مقدس کی تفسیر جو آپ نے میرے پاس بھیجی ہے، اس کا میں بہت شکریہ ادا کرتا ہوں؛ میں نے اس کتاب کی نسبت اپنے ایڈریس میں بہت کچھ ذکر کیا ہے۔

جو کتاب آپ نے دہلی کی عمارتوں کی نسبت تالیف کی تھی، میں نے اس کا بھی ترجمہ زبان فرانس میں کرلیا ہے ۱؎ (پروفیسر ڈ تاسی کا مطلب "آثار الصنادید" سے ہے جس

www.taemeernews.com

کا ترجمہ ڈ ٹاسی نے فرانسیسی میں کیا تھا اور جو ۱۸۶۱ء میں چھپا تھا۔ 'محمد اسماعیل پانی پتی')

اور میں نے سرکاری اخبار میں آپ کے اور سفر کی نسبت ایک اطلاع چھپنے کے واسطے بھیجی تھی، چنانچہ وہ اخبار آج جاری ہوا ہے لیکن نہایت افسوس ہے کہ اکثر جگہ کمپوزیٹروں کی غلطی سے اطلاع مذکور میں بہت سی چھاپے کی غلطیاں ہوگئی ہیں؛ چنانچہ ہندوستانی کی جگہ ہندوستانیوں اور علی گڑھ کی جگہ اینٹ گڑھ درج کیا ہے۔ مجھ کو اس سے نہایت رنج ہوا اور میں عرض کرتا ہوں کہ اخبار مذکور اتفاقاً آپ کی نظر سے گزرے تو آپ میرا قصور معاف فرماویں۔

میرا دوست سید عبداللہ جو ہمیشہ مجھ کو انگریزی یا اردو میں چٹھیاں لکھا کرتا ہے، بیان کرتا ہے کہ یورپ سے تشریف لے جانے سے پیشتر، آپ کا ارادہ پیرس میں تشریف لانے کا ہے۔ میں آپ کی ملاقات سے نہایت مسرور ہوں گا اور جو کچھ میں لکھتا ہوں اس کو زبانی بیان کروں گا۔

آپ کا خادم

گارسن ڈ ٹاسی

از مقام پیرس۔ مکان نمبر ۴۳۔ بازار ریو سینٹ اینڈرے

مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۸۶۹ء